یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

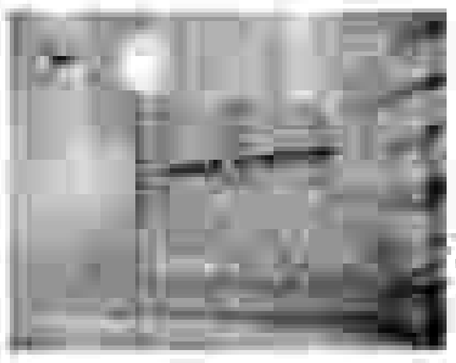

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

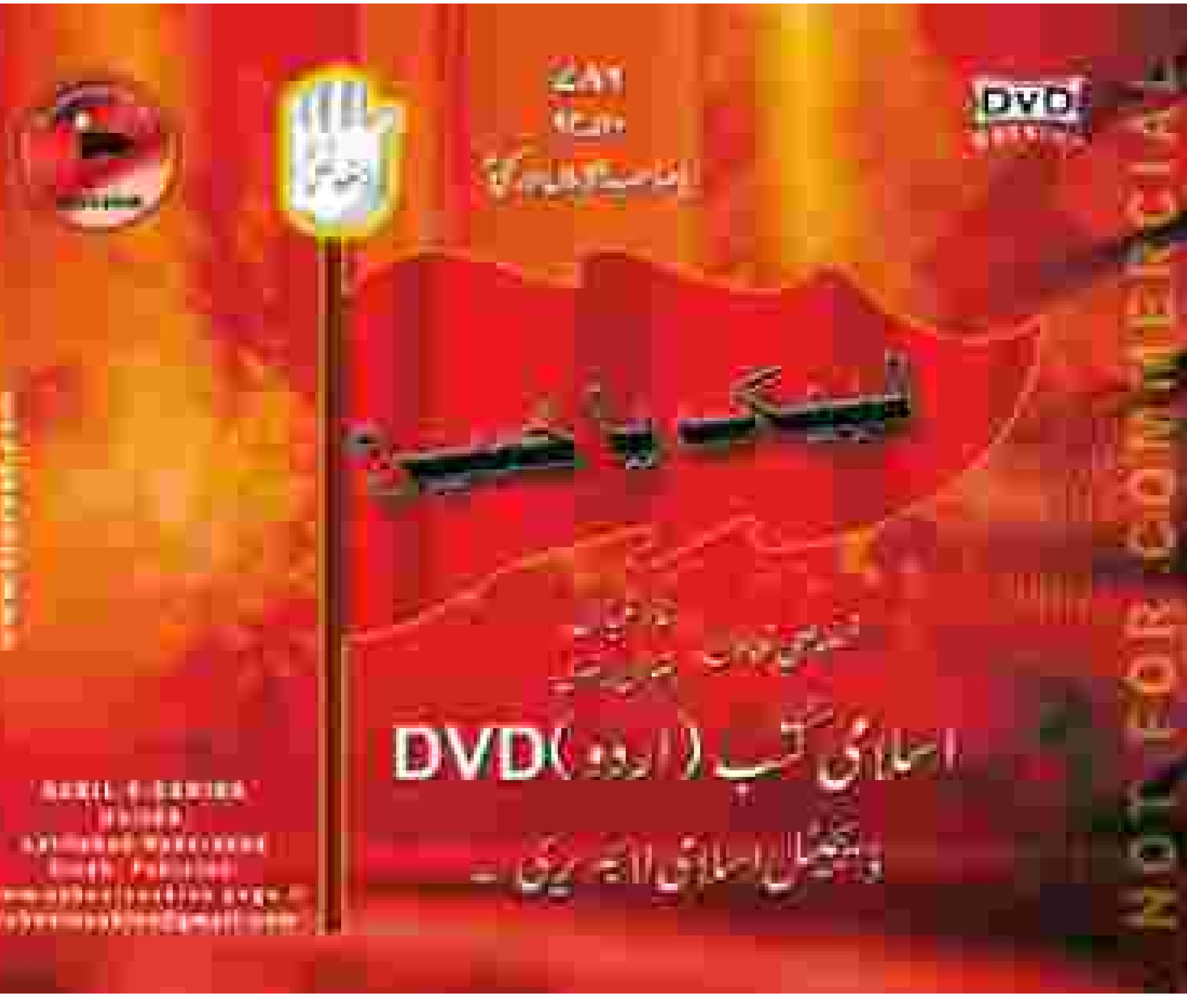
DVD
COMMERCIAL
Not for Sale
DVD

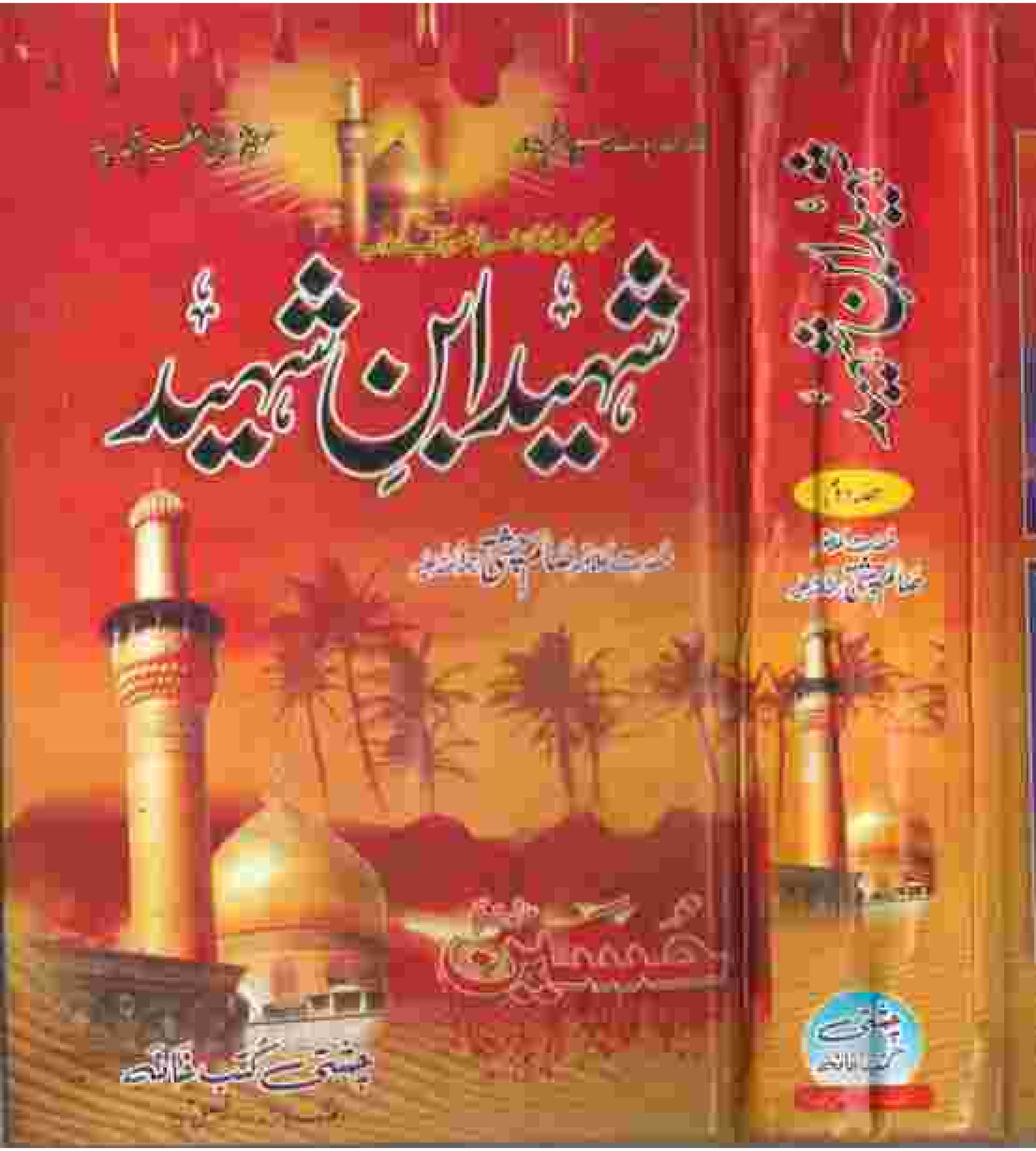
شہیدانِ ناشہید

۱۴ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنیٔ ذبحٍ عظیم آمد پسر

معرکۂ کرب و بلا کی سرخ تصویر کتاب لاجواب

جلد دوم

شہید ابنِ شہید

تصنیف لطیف

حضرت علامہ **صانم چشتی** رحمۃ اللہ علیہ

جمیل سکینہ

طبع اول اہتمام نمبر ۸۰۷

چشتی کتب خانہ

ارشد بک ڈپو جنگ بازار فیصل آباد 646756

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ——— شہید ابن شہید (دوم)

مصنف ——— حضرت علامہ صائم چشتی

پہلی بار ——— 312ھ بمطابق 1395ھ

پہلی بار ——— جنوری 2005ء

تعداد ——— گیارہ سو

طابع ——— محمد شفیق مجاہد

ضخامت ——— چشتی کمپیوٹرز

صفحات ——— 640

ہدیہ ——— (دو جلدیں مجلد) 800/- روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

مضامین

خدا داشتہ اقبال	۱۷	حسین صحابی نہیں	۲۵
شجرہ نسب	۲۱	حسین کی وصیت خلافتی	۲۵
مسند	۲۳	علی کا تشدد یزید کا رحم	۲۵
ابتدائیہ	۲۵	مرثیہ امیہ کا انتظار	۲۶
قتل کفر، کفر نباشد	۲۷	حسین کا بھائی یزید کا حامی	۲۷
باب اول	۳۰	حسین شیطان کے حصے میں	۲۸
مقام حسین و یاوران	۳۱	حسین خارجی ہے	۲۸
خارجیوں کی نظر میں	۳۱	حکومت کا تحفہ	۲۹
حسین کی بے وفائی	۳۱	علی سے اعلیٰ خلافت	۲۹
اپنا اپنا عقیدہ	۳۲	حسین بمالہ جیہ گرام	۵۰
اسلام کے خلاف اصول	۳۲	ناجائز خروج	۵۰
تفرقہ باز	۳۳	سامان حرب	۵۱
حادثہ کربلا	۳۳	حسین کی خواہش	۵۱
ضدی حسین	۳۳	سابقہ پروگرام	۵۲
پروگرام خلافت	۳۴	تفرقہ انگیزی	۵۳
د	۳۴	خلاصہ بحث	۵۳

حسین بچہ تھے	۵۴	لڑائی منظور	۶۴
سب صحابہ حسین کے خلاف	۵۴	ایک سوال	۶۵
لشکر ان خود غرضوں کا	۵۴	آخری چٹان	۶۷
حسین کو تخت خطوں پر	۵۵	غداروں کا پہلا نمونہ	۶۸
اثنا عشر	۵۶	خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ	
محل سیاست	۵۶	سے اختلافات	۶۹
تیرا حسین	۵۷	شدید مخالفت	۷۰
اول بیعت کا منافق	۵۸	گرفتار کر لیا	۷۰
اول بیعت کا بے دین	۵۸	خروج کی تیاریاں	۷۰
تفرقہ باز صحابہ سے کہا	۵۹	حضرت حسین نے بیعت کی	۷۱
لاہی حسین	۵۹	لغزش خطائے اجتہادی	۷۱
فتنہ باز حسین	۶۰	کوئی ساتھی نہ ملا	۷۲
بزرگوں کا مخالف	۶۱	کسی بھائی نے ساتھ نہ دیا	۷۲
سیدہ سے بغض و طلاق	۶۲	سالک راہ کار	۷۳
اسلام کے منافی اقدام	۶۲	خروج کے مخالف	۷۳
خالص دنیاوی مسئلہ	۶۳	کوئی بزرگ ساتھی نہ بنا	۷۳
حسین جہاد کے لئے نہیں	۶۳	خاندان نبوت سے بے وفائی	
نہ نے گئے تھے	۶۴	بیعت کرنی	۷۴

تین سال کا حسین	۷۴	مروان کی حسین سے محبت	۸۱
تخت حزاج تخت کا بھوکا	۷۴	یزید کے ہاتھ میں ہاتھ	۸۲
تخت حزاج تخت کا بھوکا	۷۴	قتل حسین جائز تھا	۸۳
حسین کی خلش کا درماں		ایک خطرناک مکالمہ	۸۳
امت پر چوٹ	۷۵	واقعہ کربلا امام زین	
حسین کو ناناکی گودی		العابدین کی نظر میں	۸۴
بات یاد رکھی	۷۵	میدان کربلا	۸۴
فریضہ حج ترک کر دیا	۷۶	آیت تطہیر میں حسین	
حسب نسب کوئی چیز نہیں	۷۷	شامل نہیں	۸۵
سادات کے لئے صدقہ		رشید احمد رشید کے اقتباسات	۸۸
کیوں حرام ہوا	۷۸	اقبال پر بہتان	۹۰
لغزش خطائے وانبی	۷۹	محمد حسین پر تہمت	۹۰
صحابہ کا امام	۸۹	یزید حق پر تھا	۹۰
سخت فی الملت	۷۹	حضرت علی اور یزید	۹۱
جو ان کو مجھ سے چھینے	۷۹	آل رسول	۹۱
حسین کا سن تمیز	۸۰	گستاخ	۹۲
بدترین بھائی اور باپ	۸۱	بیعت یزید کرنے والے	۹۲
بیعت حسین اور یزید	۸۱	واقعہ کربلا	۹۳

حسین کو شہید کہنا جرم	۱۲۹	ابن حزم	۱۳۲
اہل بیت کو قتل کرنا جائز	۱۳۰	خوارج اور ابن حزم	۱۳۳
شہید نہیں باغی کہو	۱۳۰	ظاہری مسلک	۱۳۴
حسین پر اللہ کا عتاب	۱۳۰	ابن حزم کی تنقید بالائی	۱۳۴
قتل حسین بہتر	۱۳۱	مسلک ظاہری	۱۳۵
اہل بیت کے لیے جہنم	۱۳۱	مسلک خارجی	۱۳۵
جاہلیت کی موت	۱۳۲	جمہور فقہا کا مخالف	۱۳۵
بغاوت کی کوئی صورت نہیں	۱۳۳	حکومت کے ذریعہ سزا	۱۳۶
حسین کس شمار میں ہے	۱۳۵	ابن حزم کا استخفاف	۱۳۶
فیصلہ خداوندی	۱۳۶	قتل کیسا؟	۱۳۷
ابن کثیر و دیگر مفسرین	۱۳۶	عمارت درست نہیں ہی	۱۳۷
جوابات	۱۳۶	خدا کا بیٹا	۱۳۸
باب دوم	۱۳۹	امام مالک پر زد	۱۴۳
تنقید کا رخ	۱۳۹	ابن حزم اور ابن خلدون کی نظر	۱۴۵
ابوذر و ابو ہریرہ اور یزید	۱۳۹	ابن حزم اور ابن تیمیہ	۱۴۶
طویل عمر خضر کی بدولت	۱۴۰	ابوذر اور ابو ہریرہ کے حضور	۱۴۹
سارے جہاں غیر شیعہ		ابوذر کی آواز اور ابن تیمیہ	۱۵۰
اور تنقید کا رخ	۱۴۱	ابن حزم اور ابن تیمیہ کا تعلق	۱۵۲

یزید پاک ۹۳
یزید یا اعتراف کا مطلب ۹۳
صحابہ پر بہتان ۹۳
یزید کی ولی عہدی ۹۳
یزید سب سے افضل ۹۴
یزید نہ ہوتا تو ۹۵
یزید کی شان میں قرآن ۹۵
اصحاب الاخدود پر بہتان ۹۶
صحابہ محشر و منشر پر بہتان ۹۶
ابوایوب انصاری پر بہتان ۹۶
اقبال کا ایک شعر ۹۷
واقعہ حرہ شرارت ہے ۹۸
حضرات ۹۸
ویدانتی بحثی ۹۹
اقساط ترانچی ۱۰۰
مدینے سے یزید کی محبت ۱۰۰
باپ نے جہاں نہ دیکھی ۱۰۱
محمد تجرد میں دیکھے ۱۰۱
یزید کی تعلیم ۱۰۲
رشتہ داری ۱۰۲
ہند اور یزید ۱۰۲
خلیفہ برحق ۱۰۲
عبداللہ بن جعفر پر بہتان ۱۰۳
مسائیوں کا بیٹا ۱۰۳
مجسمہ خصائل ۱۰۳
ہندی کے قصیدے ۱۰۴
قصیدے یزید کے ۱۰۵
ٹھن گئے ۱۱۰
پاکستان یزید کے لئے ۱۱۲
ہم پوچھتے ہیں ۱۱۳
اصلی مجرم ۱۱۵
چور کا گواہ کوتوال ۱۱۶
حدیثوں کا کارخانہ ۱۱۷
سیاسی رقابت ۱۱۸
سیاسی تاریخ ۱۱۸
اہل بیت اور نواصب ۱۱۸

تصنیفی شاگرد ۱۵۲
مقلد و تحسین خداوندی ۱۵۲
اہل اسلام کا مخالف ۱۵۳
ابن جوزی کی پریشانی ۱۵۳
روضہ رسول سے عداوت ۱۵۴
حکومت کی سرپرستی ۱۵۵
بدزبان بداخلاق ۱۵۶
نامحمود صفت ۱۵۶
حافظ الہ ۱۵۷
خارجیوں کا ہمنوا ۱۵۷
ابن تیمیہ ابن حجر کی نظر میں ۱۵۸
ابن تیمیہ کی بھیانک تصویر ۱۶۰
نئی اتفاقی عادت ۱۶۳
قرآن حادث و مخلوق ۱۶۴
خدا کا جسم اور نقل مکانی ۱۶۴
خدا کا علم محدود ہے ۱۶۵
انبیاء معصوم نہیں ۱۶۵
گنبد خضریٰ کی زیارت ۱۶۶
دو رکعتوں کا عذاب ۱۶۶
بے تکی دلیلیں ۱۶۸
بے جا نسبت ۱۶۸
تکفیر بازی ۱۷۰
جوش و خروش ۱۷۱
منہاج السنہ اور
شاہ عبدالعزیز ۱۷۳
نصف خیر شیدا ہو
تاریخ ابن خلدون ۱۷۸
ابن خلدون کون ہے ۱۷۸
خلافت کے مستحق نظر انداز ۱۸۱
عبداللہ ابن عمر کی کنارہ کشی ۱۸۳
یزید کا فسق و فجور ۱۸۴
یزید کی بیعت کی حقیقت ۱۸۴
شہادت حسین کا ذمہ دار یزید ۱۸۵
یزید فاسق تھا ۱۸۶
یزید کا فسق متعین ہے ۱۸۶

ہمیں سے بڑھ کر کوئی		ایک ضروری بات	۳۱۰
امام صاحب وہاں نہ تھا	۱۸۶	دھوکا نمبر ایک	۳۱۱
حسین مجتہدوں کے امام	۱۸۷	دھوکا نمبر دو	۳۱۲
ایک سرخ	۱۸۸	دھوکا نمبر تین	۳۱۳
دوسرا رخ	۱۸۹	دھوکا نمبر چار	۳۱۶
منفرد مورخ	۱۹۰	دھوکا نمبر پانچ	۳۱۷
شاگرد علامہ شیعہ	۱۹۰	الاتقان	۳۱۸
تین ورق گم ہوئے تو	۱۹۱	میزان الاعتدال	۳۱۹
مورخ ابن کثیر	۱۹۳	کشف الظنون	۳۲۰
ابن کثیر کون ہیں؟	۱۹۴	لسان المیزان	۳۲۶
ابن کثیر اور ابن تیمیہ کا		فوائد البہیہ معہ	۳۲۱
تعلق خارجیوں کی نظر میں	۱۹۶	انساب سمعانی	۳۲۳
ابن کثیر متعصب شیعہ اور		امام ابن جریر کی	
غیر متعصب شیعہ کون سے؟	۱۹۸	صاف و شفاف تصویر	۳۲۳
ابن کثیر عباسی کی نظر میں	۱۹۹	خوبصورت شخصیت	
ابن جریر اور ابن کثیر	۲۰۲	بے مثال بحث	۳۲۴
ابن جریر طبری غالی شیعہ ہے؟	۲۰۲	[illegible]	
کیا ابن جریر طبری شیعہ ہیں	۲۰۴	[illegible]	۳۲۵

		۱۱	
[illegible]	۲۲۶	احمد بن حنبل سے فراق	۲۶۰
عبدالرحمٰن	۲۲۸	[illegible]	۲۶۴
[illegible]	۲۳۱	[illegible]	۲۶۷
[illegible]	۲۳۳	گواہی اپنے باپ کی	۲۶۹
[illegible]	۲۳۶	[illegible]	۲۷۱
[illegible]		بیعت خلافت اطاعت امیر	۲۷۳
[illegible]	۲۴۰	[illegible]	۲۷۵
[illegible]		[illegible]	۲۸۰
[illegible]	۲۴۷	اگر امام حسین کا خروج	
[illegible]	۲۴۸	[illegible]	۲۸۳
[illegible]	۲۴۹	[illegible]	۲۸۶
[illegible]	۲۵۲	[illegible]	۲۸۷
[illegible]	۲۵۳	[illegible]	۲۸۸
[illegible]	۲۵۵	[illegible]	۲۹۸
[illegible]	۲۵۶	[illegible]	
[illegible]	۲۵۷	[illegible]	
[illegible]	۲۵۸	[illegible]	۲۹۲
[illegible]	۲۵۹	[illegible]	۲۹۷

فتنوں کا آغاز ۳۹۵

حسین کا اطاعت سے انکار ۳۹۹

تلاطم خیز سمندر کا سکوت ۴۰۲

سیدنا حسین امام بھی شہید بھی ۴۰۵

اصلی خلافت ۴۰۷

گمراہ کرنے والا ۴۰۷

مصطفائی مہر ۴۰۸

مبارک وفا شق ۴۰۹

خلافت اور خروج ۴۱۱

یزید کی حکومت کیسے قائم ہوئی ۴۱۳

تشنہ رہیں گے یہ سوال ۴۱۴

بیعت یزید کی ابتداء ۴۱۷

اس ابتداء کے بعد ۴۱۸

پہلی روایت ۴۲۰

دوسری روایت ۴۲۶

تیسری روایت ۴۲۷

ابوبکر ابن عربی کی چھ دلیلیں ۴۳۸

۴۴۰

بات ہے بچپن کی ۴۴۴

فلسفے کی سچائی ۴۴۵

وعدے کی تکمیل ۴۴۷

بے محل بے کار ہے ۴۴۸

اس آئینے میں خود کو دیکھیے ۴۴۹

یہ تو تصدیق ہے ۴۵۴

عبداللہ ابن عمر کا اجتہاد ۴۵۴

کیسے کیسے اجتہاد ۴۵۶

نرمیت یا درخشت ۴۵۹

کیا یہ بیعت خلافت ہے ۴۶۲

کچھ نشہ ۴۶۳

عجیب دھوکا ۴۶۲

یزید کا اصلی چہرہ ۴۶۹

ایک مجموعہ اور بھی ۴۶۸

کیا یزید صحابی بن گیا ۴۷۰

سیاہ رات ۴۷۲

۴۷۵

حدیث قسطنطنیہ	۳۷۵	حدیث قسطنطنیہ پر غور	۳۹۷
تزیین حدیث قسطنطنیہ	۳۷۵	قسطلانی شرح بخاری	۳۹۸
حدیث قسطنطنیہ	۳۷۶	مغفور یا مشہور	۳۹۹
غارجیوں کا استدلال	۳۷۸	تحقیق قضایا جنگی	۴۰۰
عباسی کی چالاکی	۳۸۲	تاجائز حمایت	۴۰۰
خطرناک بے ایمانی	۳۸۳	تعجب کی بات	۴۰۱
کٹی ہوئی عبارت	۳۸۴	جہاد قسطنطنیہ مورخین کی نظر میں	۴۰۲
پوری عبارت	۳۸۴	تاریخ کامل ابن اثیر	۴۰۳
حدیث قسطنطنیہ	۳۸۵	بیسے جنید جہاد	۴۰۵
ترجمہ حدیث	۳۸۶	تاریخ ابن خلدون اور	
حاشیہ بخاری	۳۸۶	جہاد قسطنطنیہ	۴۰۶
ترجمہ حاشیہ بخاری	۳۸۷	چند اصولی باتیں	۴۰۹
یہ قریب کا	۳۸۹	حدیث قسطنطنیہ کے راوی	۴۱۳
ابن ماجہ کی روایت	۳۹۱	بعض حضرت علی کا اقرار	۴۱۵
عمدۃ القاری شرح بخاری		مغفرلہ کی بشارت	۴۱۹
امام بدرالدین عینی	۳۹۳	حرف آخر	۴۲۸
فتح الباری شرح بخاری		تیسیر الباری شرح بخاری	۴۲۹
فتح قسطلانی	۳۹۴	تجرید بخاری	۴۳۰

بات میں بات	۴۲۱	ملت مصطفےٰ تباہ کرنے والا	۴۲۲
امت کے لئے خوشخبری	۴۲۲	خدا یزید کو برکت نہ دے	۴۲۳
ضروری انتباہ	۴۲۴	ام المومنین کی بات مان لو	۴۲۵
امت کے لئے ہدایت		امام اعظم ابو حنیفہ کا فتویٰ	۴۲۸
بکا سبب معون یزید	۴۲۹	حضرت زید کو قتل	۴۵۵
حاشیہ بخاری	۴۳۷	فتویٰ یہ تھا	۴۵۸
عمدۃ القاری شرح بخاری	۴۳۹	اسلام یا فرجونیت	۴۶۵
فتح الباری شرح بخاری	۴۴۱	بیعت یزید کے	
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	۴۴۳	مفصل حالات	۴۶۳
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	۴۴۷	کردار یزیدی جھلکیاں	۴۷۵
مفتاح البرکات		انتقاد بیت	۴۷۲
ترجمہ مشکوٰۃ	۴۴۸	دو بات کرو	۴۹۸
تاریخ اسلام کا روشن باب	۴۴۹	دیکھئے یزید کا اعتراف	۵۷۱
دین میں رخنہ اندازی		کیا یزید محدث تھا	۵۷۳
کرشمہ	۴۵۱	اشعۃ اللمعات	۵۷۹
صلوٰۃ کا تارک	۴۵۲	میزان الاعتدال ذہبی	۵۷۷
خصائص کبریٰ بیہقی	۴۵۴	خلاصۃ التہذیب کمال	۵۷۸
اللہ تعالیٰ یاد رکھے	۴۵۳		

فتح الباری شرح بخاری	۵۰۸	۴۷۸	سنا خیال
البدایہ والنہایہ	۵۰۹	۴۸۰	
جنگ بدر کا بدلہ لینے کا اقرار	۵۰۹	۴۸۲	
یزید کی بیعت کیوں توڑی	۵۱۱		
البدایہ والنہایہ	۵۱۳	۴۸۳	
سیر اعلام النبلاء	۵۱۵		
یزید کے جاسوس	۵۱۶	۴۸۶	
بیعت کیسے ہوئی؟	۵۱۹	۴۸۶	
فتح الباری شرح بخاری	۵۲۲	۴۸۸	
البدایہ والنہایہ	۵۲۴		
یہ بیعت تھی؟	۵۲۵	۴۹۷	
مدینہ لوٹ گیا	۵۲۵		
البدایہ والنہایہ	۵۲۷	۴۹۹	
اس واقعات پر تبصرہ	۵۲۸		
جذب القلوب	۵۳۲	۵۰۲	
لرزہ خیز داستان	۵۳۳	۵۰۲	
		۵۰۵	

حدیث والوں کے قابل		آیت مباہلہ میں ابناء سے حسنین	
حدیث کساء کے تحت	۵۳۵	حسنین کون	۵۵۴
آیہ تطہیر کے تحت	۵۳۸	حسنین رضی اللہ عنہما	۵۵۳
نسائی کی روایت	۵۳۹	اب مباہلہ ہو گیا	۵۵۵
فرمان رسول	۵۴۰	ان تینوں کی تعیین ہو گئی	۵۵۷
اہل حدیث کہلانے والے کی بد ۱ ۵۴۱		ان تینوں کا آیت مباہلہ	۵۵۸
اس حدیث کو ٹھکرانے والے کی بد ۵۴۱		کیا یہ سب شیعہ تھے	۵۶۰
یہ فیصلہ ہے	۵۴۳	گھر کی گواہی	۵۶۲
اب دیکھنے کے قابل امر		تحسین کی تحقیق	۵۶۵
ترکیب امر	۵۴۴	ان جملوں کے بعد	۵۶۰
کرمانی شرح بخاری	۵۴۵	میرے رسول کے	۵۶۱
فتح الباری شرح بخاری	۵۴۶	نساءنا کی تحقیق	۵۶۵
عمدۃ القاری شرح مسلم	۵۴۹	قرآن پڑھیے	۵۶۷
کیا کہوں تمہیں	۵۵۷	آیت تطہیر میں حسین کہیے	۵۸۰
احمد بن حنبل اور دیگر		گھر کی گواہی	۵۸۲
اہل حدیث کا فتویٰ	۵۶۸	ان تینوں پر ایک سوال	۵۸۴
تو کل کی گواہی	۵۶۹	کون بھولا تھا؟	۵۹۵
مسلمین کا متفقہ الزام	۵۷۰	روایت نمبر ۱	۵۹۷
جذب القلوب	۵۷۰	روایت نمبر ۲	۵۹۹
تصویر حسین علیہ السلام	۵۷۲		

۱۲۲	محبت اہل بیت	۵۹۲	۔۔۔ کے دل میں
۱۲۳	میزان قائم کر دیا	۵۹۳	۔۔۔ کے
۱۲۵	جہنم کا راستہ	۵۹۵	۔۔۔ کیا ہے
۱۳۰	دو پھول محمد عربی کے		۔۔۔ جنت میں ۔۔۔
۱۳۱	زوجہ جبریل	۶۰۰	منسوب خاطیاں
۱۳۲	یا عزاز عظیم	۶۰۱	جنہیں کہ ۔۔۔
۱۳۴	عین اہل بیت	۶۰۳	حسینی و منحوسیت
۱۳۵	یہ بھی اہل بیت ہیں	۶۰۴	تجاہلیوں کا استدلال
۱۳۷	کیوں اور کیسے	۶۰۵	دلیل و برہان
	تحریر کی توصیف کا اک باب	۶۰۷	یہ حدیث
۱۳۸	بھی پورا نہ ہوا	۶۰۹	نصب کی تحقیق
		۶۱۰	۔۔۔ حسنین نگاہ رسول میں
		۶۱۰	۔۔۔ تجھ سے ہم ہے
		۶۱۲	والہانہ محبت
		۶۱۳	آنسو رسول کے
		۶۱۴	ان آنسوؤں کے قیمت
		۶۱۶	یہ محبت یہ پیار
		۶۱۸	کیا یہ کہنے تھے

نزرانۂ اقبال

آں امام عاشقاں پور بتول
سرو آزادے ز بستان رسول

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

بہر آں شہزادۂ خیر الملل
دوش ختم المرسلیں نعم الجمل

سر خ رد حق غیور راز خون آ
سوئی ایں مصرع آز مضمون او

در میان امت آں کیواں جناب
ہمچو حرف قل ہو اللہ در کتاب

موسیٰ و فرعون شیخ و ایں دیگر

ایں ہمہ قوت از حیات آید پدید

ایں ہمہ حق از قوت شیطانی است

باطل آخر داغ حسرت میرئی است

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت

حریت را زہر اندر کام ریخت

خاست آں سر مایہ شبیری بپا

خانقاہ ہا نشیمن قہ سرا

چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

بر زمین کربلا بارید و رفت

لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

تا قیامت قطع استبداد کرد

موج خون او چمن ایجاد کرد

پیرِ حق گر خاک و خون غلطیدہ است
پس بہ ہر سالے نہالِ دیدہ است

مدعا اش سلطنت بودے اگر
خود نکردے با چنیں سامال سفر

دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد
دوستاں او را و من ایشاں عدد

خونِ او در تن تپید و جوش زد
از رگِ ارباب باطل خون کشید

تیغِ لا در کف جوانِ حیدری
از یدِ او صد لا چو یک الا شدی

قلزمِ او موجِ صد طوفاں بخود
کشتیِ ما را در آں بحر اللہ بود

سطرِ عنوانِ نجابت ما نوشت

بمیر تُو کہ ز تُو آں نار حسین آموختم
از آتشی او شعلہ با اندوختم

شوکت شام و فر بغداد رفت
سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت

تازہ از زخمہ ہائی غیبی نوا
تازہ آذر تکبیر او ایماں ہنوز

اے صبا اے پیک دور افتادگاں
اشک ما بر خاک پاک او رساں

«علامہ اقبال»

شبیرؑ نہ مانے

قرآں کی توہین کو شبّر نہ مانے
شیطان کے آئین کو شبّر نہ مانے

قرآں کے قوانین و بخشش ازل کے
ابلیس کی تلقین کو شبّر نہ مانے

جو سر پہ چڑھا کوہِ الم جھیل لیا وہ
پر چھوٹے جھمیلوں کو شبّر نہ مانے

ہر تیر جفا سینہ پہ کھا کر نہ ہٹایا
سلطانیٔ بے دیں کو شبّر نہ مانے

خوں اپنے سے رنگین کیا کرب و بلا کو
آلام کی تزئین کو شبّر نہ مانے

آغوش میں قربان کیا تو نے نظر کو
بے نور قوانین کو خنجر نہ بنائے

خون اپنے سے مضمونِ وفا لکھا ہے لیکن
بے ربط مفادات کو خنجر نہ بنائے

اسلام کی گردن پہ چھری چلنا تھی جس سے
اس فتویٰ و تعبیر کو شہپر نہ بنائے

پیغام دیا ساتھ تلوار میں حق کا
گستاخ فرامین کو خنجر نہ بنائے

قانون محمدؐ کا طلب کرتے تھے صائم
رکسرائی سلاطین کو شہپر نہ بنائے

صائم چشتی

مسدس

دستورِ جفا کار کا انکار تھا تب ہے
شیطان کے کردار کا انکار تھا تب ہے

الحاد کے اطوار کا انکار تھا تب ہے
اسلام کے غدار کا انکار تھا تب ہے

قاسم کے قرائن کو نہ سمجھے نہ مانے
شیطان کے آئین کو سمجھے نہ مانے

سلطانیٔ جمہور طلب کرتے رہے وہ
اسلام کا دستور طلب کرتے رہے وہ

ظلمات میں بس نور طلب کرتے رہے وہ
قرآن کا منشور طلب کرتے رہے وہ

ترے شیاطین کو خنجر نہ ملے
شیطان کے آئین کو خنجر نہ ملے

وہ تُو رہے انوارِ سحر مانگ رہے تھے
ہاتھوں سے مگر حق اپنا مانگ رہے تھے

اُمت کے لئے ذوقِ نظر مانگ رہے تھے
ہر ذرے کے صدافت کا اثر مانگ رہے تھے

الحاد کے شوقین کو خنجر نہ ملے
شیطان کے آئین کو خنجر نہ ملے

صائم چشتی

ابتدائیہ

تحمید و تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خداوند قدوس ولایزال دے ہمتا کا لاکھ لاکھ شکر اور کروڑ احسان

ہے جس نے اپنے محبوب و مطلوب وہ ہادیٔ کامل غیب تاجدار انبیاء حضرت محمد

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ سے مدت مدید سے دل میں مچلنے

والی آرزوؤں کے پورا ہونے کا بیش بہا موقع نصیب فرمایا۔

گذشتہ برس شہید ابن شہید حصہ اوّل میں ورود دل سے کی ہوئی

دعا میں بار آور ہو کر رنگ لے آئیں اور یہ کتاب شہید ابن شہید حصہ دوم ایک

مستند تاریخی دستاویز کی صورت میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہر مرد مومن

اس تحمید باری تعالیٰ اور اظہار تشکر و امتنان کے بعد تمہید کے طور پر جو

بات ہم قارئین کرام کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب ہم

نے خاص طور پر ان حضرات کے لئے ترتیب دی ہے جو تاریخی تحقیق میں قدم

رکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے یا اگر ہیں بھی تو بحیثیت اس زمرہ میں شامل سمجھے جائیں

کے جوہر چمکدار ہیرے کو سونا سمجھ کر اس کے حصول کی جنگ دو دو سو برس تک کرتے رہے

ہم سمجھتے ہیں کہ ان مایوس کن حالات میں ان کے سامنے ایک ایسی کسوٹی رکھ دی جائے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ زر خالص اور زر قلب میں آسانی امتیاز کر سکیں چونکہ ہم ان دو اہم ضرب میں آنے والوں کو قریب دیکھنے والے سے کم قصوروار سمجھتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ انہیں ان راہوں پر گامزن ہونے سے بچانے کی حتی المقدور کوشش اور پوری پوری سعی و جہد کی جائے اگر چہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔

تاہم تبلیغ حق بھی ایک اہم ترین فریضہ ہے اور اس فریضے کی تکمیل کے سلسلہ میں موجودہ دور کے گمراہ کن پروپیگنڈہ کی تکذیب اور ہدایت حق و انصاف کو ہم سب سے بڑی عبادت متصور کرتے ہیں۔

ہم ان نو گرفتاران بلا کو جو خارجیوں اور عاصیوں کی گمراہ کن تحریروں اور ایمان سوز تقریروں کے دام میں یا تو پوری طرح جکڑے جا چکے ہیں اور یا منتظر بر لب ہو کر خود کو ان کے حوالے کر دینے کے متعلق سوچ رہے ہیں۔

ہم انہیں کم قصوروار اس لئے قرار دیتے ہیں کہ ان کو منزل سے بھٹکانے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے تحقیق اور حق و صداقت کے بہانے ان لوگوں کو ایسے چوراہے پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے مختلف راہیں مختلف و متضاد سمتوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ان حالات میں اگر ناپختہ اذہان پراگندہ ہو جائیں تو قطعی طور پر تعجب و حیرانگی کی بات نہیں کیونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہر گیلی مٹی کو توڑ پھوڑ کر گوندھ لینے سے ہر قسم کے ظروف تیار کئے جا سکتے ہیں جبکہ اس کے برعکس مٹی کا پکا ہوا برتن ریزہ ریزہ تو کیا جا سکتا ہے مگر اس کی ہیئت کو تبدیل کر کے دوسرا برتن بنانا یا ممکنات سے ہے۔

اسی طرح وہ نوآموز سادہ کار طبقہ جن کے ذہنوں کی نشوونما کالجوں اور یونیورسٹیوں کی فضا میں ہوتی ہے اور انہیں تیکنالوجی اور سائنس کی باریکیوں سے تو آگاہ کیا جاتا ہے۔

مگر اسلام کی فکریات سے دور رکھا جاتا ہے وہ حضرات جب پختہ ذہنوں کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھ کر حالات اور واقعات کا تجزیہ کریں۔ محض مستشرقین کی طرح ان آراء کو پسند کر لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جو انہیں نام نہاد محققین نے خوب صورت الفاظ اور جاذبِ نگاہ کتابوں کی صورت میں پیش کی ہوتی ہیں۔

حالانکہ قرآن و سنت کی متعین راہوں سے الگ ہو کر حقائق حاصل کر لینا بالکل ایسا ہے جیسا ممکنات سے ہے۔

مبلغ اسلام اور شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ دین کے حقائق و معارف کے حصول کے لئے جو نسخہ پیش کرتے ہیں۔

ذہنی بالیدگی کے لیے ضروری ہے۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

قرآن فرماتا ہے جب تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو اہلِ ذکر سے سوال کرو۔ اور جو لوگ اہلِ ذکر اور اہلِ نظر اللہ والوں کے عقائد سے ہی متقارب و متصادم ہوں تو ان کی رہنمائی میں چلنے سے منزلِ مقصود پر کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں اہلِ اللہ اور اہلِ ذکر حضرات کی متعین کردہ راہوں کی بھی نشاندہی کر دی ہے اور تاریخِ اسلام کو غیر مسلم مورخین کی طرح مسخ کرنے والوں کی تحریروں کو بھی بالوضاحت پیش کر دیا ہے۔

اور یہ سب کچھ بغیر عبارات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے نہایت خلوص و دیانت اور پوری ایمانداری سے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ اہلِ علم حضرات آسانی سے حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔ اور جن کی قسمت میں ازلی سعادت لکھی جا چکی ہے وہ بغیر کسی الجھن کے راہِ مستقیم کا انتخاب کر لیں ہمیں اپنے حضرات سے بھرپور کوئی شکایت نہیں کہ یہ ایسے کیوں ہیں۔

کیونکہ

ہم نے سیکھا ہی نہیں رٹھوے شکایت کرنا

ہم تو زخموں کو بھی سینے پہ سجا لیتے ہیں

یہ الگ بات ہے کہ علوم جدیدہ سے بہرہ ور حضرات کا راہ راست

سے بھٹک جانا پوری قوم کے لئے ایک عظیم المیہ سے کسی بھی طرح کم نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ ہمارے متعلق غلط گمان رکھے ہوئے ہیں۔

ان کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ تعصبات کی دنیا سے نکل کر یقین و اعتماد کی

دنیا میں آجائیں۔

کیونکہ خارجیت کی تردید و تکذیب کا نام ہرگز ہرگز رافضیت نہیں

بلکہ یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ اور امتیازی نشان ہے کہ خوارج و نواصب

کے غلط عقائد کی تکذیب کریں نیز احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے جدید

سیٹ پیرا ہیں۔

آج کا دور خوارج و نواصب کی سرپرستی و دوستوں کا سب سے بڑا

ناسور ہے ارض پاک میں یہ لوگ مختلف تنظیموں سے ایک طرف تو اہل

اسلام سے بغض رسول ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لازوال دولت چھین لینے

کے لئے بڑی ہی خوفناک کارروائیاں کر رہے ہیں۔

اور دوسری طرف خانوادہ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان اقدس

میں شدید ترین گستاخیوں کی شرمناک جسارت کر رہے ہیں۔ ان حالات

میں اگر آپ ان گستاخانِ رسول اور شاتمانِ رسول کی زبانوں کو لگام دینے
سے پس و پیش کرتے رہے اور میدانِ عمل میں نہ آئے تو پھر نوٹ کر لیجئے کہ
آپ کے معتقدین کے ایمان خطرے سے خالی نہیں ہیں۔
کیونکہ محض تمہاری ہاں کتاب سے بقایہ مشن پورا نہیں ہو سکتا یہ تو
نشانِ منزل ہے غایت کا قلع قمع تو جمہور اہلِ سنت کی شدید گرفت سے ہی
ہو سکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ نے اگر التفات نہ بھی فرمایا تو ہم جب
بھی زندگی کے آخری سانسوں تک اس مشن کو جاری رکھیں گے

گر تو غم کی ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
تیل کا تیل چراغوں کی روشنی کے لئے

اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ

جنہیں حقیر سمجھ کے بجھا دیا تم نے!
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

بہر حال ہم آپ سے یہ سوال ضرور کریں گے اگر آپ فی الواقع
اہلبیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اور ہم خود بھی
انہی کا صدقہ کھاتے ہوئے ان کی عزت و ناموس پر قربان ہونا سیکھا

اور پھر نہیں تو ان نفوسِ قدسیہ پر ہونے والے خارجیوں کے ظلم و

تو ہینِ حسینؑ کی زبان و قلم سے تو روک لو۔

تری زد میں اگر ظالم کی گردن آ نہیں سکتی

قلم کی بجلیوں سے پھونک دے اسکے یقیں کو

اس کتاب میں ہم نے اپنی پوری کوشش اور پوری پوری سعی و جہد سے

خارجیوں کی قلعی بدباطنیوں کا دامن چاک کر دیا ہے اور عملی طور پر نشاندہی کر

دی ہے کہ ان سنگ زمانہ نام نہاد محققوں نے قال اللہ قال الرسول عبارت میں کس

طرح قطع برید کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے

یزید پلید کے حامیوں کے اس گھٹیا فریب کو بھی ننگا کر دیا ہے جو انہوں نے

عداوت اہل بیت کے پیش نظر یزید کی حمایت میں گھڑا ہے۔

حتیٰ کہ ہم نے تاریخ کے چہرے پر ڈالے جانے والے دھبے اور

فریب کے تمام تر نقابوں کو نوچ کر رکھ دیا ہے اب آپ کا بھی فرض ہے کہ

پورے اہتمام و عزم کے ساتھ ارض پاک سے خارجیت کا نام و نشان مٹانے

کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کریں۔

اب موسم بہار کو آواز دیجئے!

ستا راج کر چکی ہے چمن کو خزاں بہت

اس کے علاوہ ہم خارجیوں اور خارجیت زدہ لوگوں کو یہ بھی بتا دینا

چاہتے ہیں کہ اپنی زبانوں کو قابو میں رکھیں۔ اپنے قلموں کی طہارت کریں

ارضِ پاک میں رہنا ہے تو جاسوسی و مخالفت کا کاروبار بند کر دیں۔

تمہاری غیر ملکی سے وابستگی کا سلسلہ حد سے زیادہ طویل ہو گیا ہے۔

تمہارے دل میں خاندانِ رسول ہاشمی سے دشمنی ہے تو اس عداوت و دشمنی کو

اپنے تک محدود رکھو۔ ہم تمہیں تمہاری ازلی شقاوت سے محروم نہیں کرنا چاہتے

تم جو بھی ہو! رہو

ہمیں تمہارے اعتقادات سے کوئی غرض نہیں۔ لیکن دوسروں کو اپنے

جذبوں کے تعفن کی لپیٹ میں لینے کی کوشش نہ کرو۔ خدارا اپنا اہلِ بیت کے دلوں

میں محبت کرنے کا حق نہ چھینیں کبھی جفا اور عذاب دیا جا سکتا ہے۔

ابھی اے دل فرصتِ وقت ہے اب بھی سنبھل جاؤ

وگرنہ غضبِ شبیری سے سر کو ٹکرا کے رہ جاؤ گے

تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ تم اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو اور

جملہ اہلِ اسلام کے ساتھ بھی فراڈ کر رہے ہو اس لئے تمہیں سمجھانے کی ہرگز

ضرورت نہیں۔ تمہیں بولنے کی تلقین تمہیں آلِ رسول کی شان میں کی گئی گستاخیوں

کے پلندے پڑھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی

جا سکتی اس مملکتِ خداداد میں غیر اسلامی نظریات پھیلانے کی ہر کوشش کو ناکام

کر دیا جائے گا۔

یاد رکھو کہ تم غیر مسلموں سے بدتر اور زیادہ خطرناک ہو تم نے اسلام
کا لبادہ بھی اوڑھ رکھا ہے اور اسلامی اقدار کو بھی پامال کئے رکھ دینا چاہتے ہو تم
مسلمان بھی کہلاتے ہو اور اسلام سے بغاوت بھی کرتے ہو اسلام کے دشمن
میں جو بھی متاعِ عظیم ہے اسے تم جھٹک دینا چاہتے ہو۔

مسلمانوں کو اس راہ سے ہٹا دینا چاہتے ہو۔

تم مسلمانوں کو ضربِ حیدری اور سجدہ شبیری کے ذوق سے محروم کر
دینا چاہتے ہو۔ حالانکہ تصورات پاکستان کا خالق انہی دو چیزوں کو اسلام کا
سرمایہ عظیم قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے کہ۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضربِ یداللہی، اک سجدہ شبیری

انتباہ

مگر یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تمہیں ضربِ حیدری میں بھی کمزوریاں نظر
آتی ہیں شہرت حاصل کرنے کا یہ طریقہ خطرناک بھی ہے اور دلچسپ بھی
مگر یاد رکھو اسلام دشمنی کے پرچار سے حاصل کی ہوئی شہرت تمہیں دونوں
جہان میں ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گی۔

شعائرِ اسلام کو مٹا کر شہرت حاصل کرنے والوں کی نہیں تو اور کیا ہے
جب کہ تم خود کو مسلمان بھی سمجھتے ہو۔

میں ان کی محفل عشرت سے کانپ جاتا ہوں

جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

شاتمانِ اہل بیت کو ہماری طرزِ تحریر سے تکلیف تو ضرور ہوگی مگر

حقیقت یہ ہے کہ۔

اے صبا ایں ہمہ آور دہ تست

تم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے

رسول اللہ کو ایذا دیتے ہو جیسا کہ نص قطعی سے ثابت ہے کہ رسول اللہ کو ایذا دینا

اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

(ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ واعد لھم عذابا مھینا)

جیسے ہیں تمہیں اگر طعون و لعنات پسند ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ

یہ بات اہم و انکشاف طور پر پھر بتا دینا چاہتے ہیں کہ آپ بساط خارجیت کو

لپیٹ لو اور دوسروں کی دل آزاری کرنے کے بجائے بغض و عناد کی آگ میں

خود ہی جلتے رہو یہ آگ قیامت تک اور قیامت کے بعد تا ابد الآباد تمہارے

ساتھ رہے گی۔

دشمنانِ اہل بیت علیہم السلام کے لئے دائمی آگ مقدر ہو چکی ہے یہ

الگ بات ہے کہ یہ آگ انہوں نے آپ کو تھم نے خود ہی لگائی ہے۔

اور بقول:

اب تمہارے سینوں میں بغض و عناد اہل بیت کی آگ ہمیشہ کے

لئے بھڑکتی ہی رہے گی۔

اب اپنے ہی عناد کے شعلوں میں آپ جل

کس نے تجھے کہا تھا کہ جلتی پہ تیل ڈال

آخر میں ہم ان محبانِ کرام جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے خانوادہ رسول معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت وعقیدت کی شمعیں فروزاں کر رکھی ہیں کی خدمت میں التماس کریں گے کہ اپنے جوش وعقیدت کو محض یہاں تک محدود نہ رکھیں کہ جب کسی مردود وملعون کی شیطانیت سے بھرپور کتاب مارکیٹ میں آئی تو وقتی طور پہ صدائے احتجاج بلند کر کے اسے ضبط کروا دیا۔ بلکہ اس کا مستقل حل سوچیں اور وہ یہ ہے کہ ان گستاخ مصنفین کی قلموں پہ بین لگا دیا جائے۔

ان کی کتابیں نہیں بلکہ ان کی جائدادیں ضبط کروائی جائیں اگر آپ پورے عزم ویقین اور عشق حسین علیہ السلام سے سرشار ہو کر منظم طور پہ کوئی اقدام کریں گے تو اس کے نتائج یقیناً بصیغہ مثبت انداز میں ظاہر ہوں گے۔ آپ اگر اتحاد واتفاق سے صدائے احتجاج بلند کریں گے تو ان گستاخان رسول اور دشمنانِ آلِ رسول کو ملک بدر بھی کروایا جا سکتا ہے۔

یہ مقدس سرزمین حسین علیہ السلام کے نانا جان کے نام پہ حاصل کی گئی تھی۔ یہاں نہ تو حسین علیہ السلام کو گالیاں دی جا سکتی ہیں اور نہ ہی یزید پلید کے قصیدے پڑھے جا سکتے ہیں جن لوگوں کو اسلام کی بنیادیں ہلا دینے

والی تحقیق کا شوق ہے وہ اسلام کا لبادہ اتار کر عیسائیوں اور یہودیوں کا مذہب اپنا کر انہی کے ممالک میں رہ کر اپنے شیطانی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کرتا۔ اس کتاب میں ہم نے ان کی متعدد تحریرات باحوالہ نقل کر دی ہیں تا کہ جملہ اہل اسلام ان کے مطالعہ کے بعد شجیدگی اور متانت سے ان فتنوں کو کچل دینے کا طریقہ کار وضع کریں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں جملہ اہل اسلام کو خوارجیان یزید بننے کے بجائے غلامان حسین علیہ السلام بننے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

بندہ و خوان اہل بیت رسول

صائم چشتی

۲۰ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

نقلِ کُفر کُفر نباشد

اگرچہ یہ درست ہے کہ نقلِ کفر کفر نباشد مگر بعض کُفر ایسے ہوتے ہیں جن کے نقل کرتے وقت ایمان کا ضیاع تو نہیں ہوتا لیکن قلوب و ارواح پہ جراحت ضرور لگتی ہے اور ان تکلیف دہ اور اذیت ناک حالات سے ہمیں گزرنا پڑا ہے جب غداریوں کی المناک داستان مکروہ ترین جہادتوں کا [illegible]

ہے جن کے تصور سے ہی دل خون ہو کر رہ جاتا ہے اور جذبات تڑپ تڑپ جاتے ہیں۔

مگر ان اکاذیب و اباطیل کو نقل کرنے کے سوا اور کوئی صورت ہی نہ تھی جس سے ان کی تکذیب و تردید ہو سکتی۔

اگر غداریوں کی تلبیسات کو قارئین کے سامنے لائے بغیر چارہ چل سکتا تو ہم ہرگز ایسا اقدام نہ کرتے جو ہمارے لئے بھی دل آزاری کا باعث ہے۔ اس وضاحت کے بعد!

ہم اپنے قارئین سے درخواست کریں گے کہ قریب شروع ہونے والے باب اول میں آنے والی تمام تحریروں کو دل پر پتھر رکھ کر ہی پڑھ لیں

ہمیں یقین ہے کہ اہل محبت کا ذوق نگاہ ایسی خرافات کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرے گا اور ہر جملے کو پڑھتے وقت دل پر چوٹ پڑے گی مگر اس مضمون کو پڑھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں سے قطعی طور پر متنفر ہو جائیں جن کے چہرے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جنید وقت ہیں مگر ان کے قلوب و ارواح مکمل طور پر شیطان کے کنٹرول میں ہیں۔

یاد رکھیے:۔

کہ جس طرح اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت و مودت رکھنا جانِ ایمان ہے اسی طرح اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور گستاخوں سے عداوت و نفرت رکھنا بھی جانِ ایمان ہے

یہ بات ہم نے قیاس کے طور پر نہیں کی اور نہ ہی یہ کسی فلاسفر کا قول ہے جس سے اختلاف کا جواز تلاش کیا جا سکے بلکہ یہ یقین گنبد خضریٰ کا فرمان ہے اہل رسول صادق کا فرمان ہے جس کا ہر فرمان فرمانِ خداوندی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہمارے اہل بیت سے دشمنی اور بغض رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے دشمنی رکھتا ہے اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ دشمن رسول اور مبغوض خدا سے نفرت و عداوت ضروری ہے کہ نہیں؟

بہر حال بتانا یہ تھا کہ خارجیوں کی ان خرافات و ہفوات کو ہم نے بھی دل پر پتھر رکھ کر ہی نقل کیا ہے۔ اسی طرح آپ سے جیسے بھی ہو سکے

بالا سطور پڑھ جائیں اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ آپ کندہ اوراق
میں ہونے والی بحث سے پورے طور پر مستفیض و مستفید ہو سکیں گے

مرتب

باب اول

یزید یوں کے قلم سے

انصاف کا خُون

مقامِ حسینؑ

خارجیوں و ھابیوں کی نظر میں

تحریروں کے آئنے

ضالت و بے حیائی کی منہ بولتی تصویریں

حسین کی بے دینی

ابن علی کو حق سے بڑھایا نہ جائے گا

انسان کو خدا تو بنایا نہ جائے گا

بنیاد لا الٰہ تو ہوتا ہے خود رسول

ڈالے کی جانواسہ بنایا نہ جائے گا

اک فرد حق پسند ہو امت ہو گمرہ

یہ کلمہ نفاق پڑھایا نہ جائے گا

اصحاب فسق کیش ہوں معصوم ہوں حسین

یہ تو ہر اہل حق سے تو کھایا نہ جائے گا

حسین سے ہیں اہل حق یہ ہمارا نہ تھے اصحاب

تفریق کو تو دین بتایا نہ جائے گا

(رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۳)

اپنا اپنا عقیدہ

سیدنا حسین اور ان کے بزرگوں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام جو اس وقت دنیا میں حیات تھے جنہوں نے نزول وحی کے روح پرور نظارے اور مشاہدے فرمائے ہوئے تھے اور حضور پاک کی تعلیم سے دین پاک کا عکس بن چکے تھے وہ بھی پگڑیاں رکھتے تھے یا دین حق ان دونوں بزرگوں میں ہمت کے رہ گیا تھا۔ جو نزول وحی وقت ابھی شیر خوار بچوں کی حیثیت رکھتے تھے جو ان دوسرے بزرگوں کے ہوتے ہوئے دین حق میں حجت نہیں مانے جا سکتے اور نہ ہی ان دوسرے بزرگوں کے عمل اور مسلک کو چھوڑ کر ان کے عمل کو دین سمجھا جا سکتا ہے۔

(رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۹۹)

اسلام کے خلاف اصول

سیدنا حسین کا بیعت سے انکار کرنا اس لئے تھا کہ آپ نے آپ کو

امیر سے بہتر سمجھ کر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ جس کا ثبوت آپ نے دیا ہے

کافی زیادہ پہنچا دیا گیا ہے۔ لہٰذا ایسا اصول اسلام کے خلاف ہے۔

کہ کسی ایک نیک ہستی کے ذاتی خیالات اور رائے کو جمہور امت

کے خلاف دین کا مقام دیا جائے۔

(رشید ابن رشید صفحہ ۳۳)

تفرقہ باز

سیدنا عبداللہ بن عمر نے سیدنا ابن عباس کی موجودگی میں حضرت

حسین اور ابن زبیر سے فرمایا کہ تم دونوں ابن زبیر اور سیدنا حسین خدا سے

ڈرو اور مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو یعنی امیر یزید کی بیعت کر لو

(رشید ابن رشید صفحہ ۱۳۳)

حادثۂ کربلا

مسلم کے بھائیوں نے اصول اسلام کو بالائے طاق رکھتے

ہوئے مسلم کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت

کے گھوڑے پر حملہ کر دیا۔

لہٰذا ان کی ناعاقبت اندیشی سے یہ حزن انگیز واقعہ پیش آیا۔

(صفحہ نمبر ۱۹۸)

ضدی حسین

ان حوالہ جات سے ہوتے ہوئے جو بھی منصف شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا
کہ وہ تمام بزرگ (امام حسین اور عبداللہ بن زبیر) خلافت کو اپنا خاندانی حق
سمجھتے تھے صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کے سمجھانے اور منع کرنے کے
باوجود بھی اپنی ضد پر قائم رہے۔

(صفحہ نمبر ۱۹۳)

پروگرامِ خلافت

سیدنا حسین شروع ہی سے خلافت اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے آپ
بچپن ہی سے دیکھ رہے تھے کہ سیدنا فاروق اعظم کو فرماتے ہیں کہ میرے باپ کے منبر
سے اتر جایئے اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھئے اور پھر سیدنا حسن کے امیر
معاویہ سے صلح اور بیعت کے موقع پر اپنے بھائی کو جنگ کی ترغیب دیتے ہیں
پھر سیدنا معاویہ سے بیعت کر لینے کے بعد گولیوں کو سنتے ہیں اب بیعت تو
کر لی ہے اپنی جگہ بیٹھے رہو معاویہ کو مرنے دو پھر اس وقت دیکھا جائے گا

(خورشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۹۸)

ناسمجھ حسین

ان اقتباسات کتب تاریخ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسین
نے یزید کی حکومت و بچوں کا کھیل سمجھتے ہوئے کبھی بھی پرواہ نہ کی تھی اور

بزرگوں سے سمجھانے کے باوجود بھی بعض اوقات جوش میں آ کر غلطی

سے

ڈاکٹر شہداللہ رشید صفحہ نمبر ۲۰۲

حسین صحابی نہیں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو آنحضور صلعم کے سفر طائف کے وقت یا تو

سال کے معصوم بچے تھے ان کو جلیل القدر صحابی کہنا محض غلط ہے۔

ڈاکٹر شہداللہ رشید صفحہ نمبر ۱۵۶

حسین کی وعدہ خلافی

سیدنا حسین حاکم مدینہ سے بیعت دوسرے روز کرنے یا لوگوں کے

سامنے بلانے کا وعدہ کر کے اسی رات کو مدینہ منورہ سے امیر المومنین کے

خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

ڈاکٹر شہداللہ رشید صفحہ ۱۸۷

علی کا تشدد یزید کا رحم

اہل بصیرت خوب سمجھتے ہیں کہ سیدنا حسین کا حاکم مدینہ سے

دوسرے روز بلانے کا وعدہ فرما کر رات کو ہی مدینہ سے روانہ ہو جانا بیعت

سے صریحاً انکار تھا۔ لہذا آپ کا بیعت سے انکار کر کے مکہ چلے جانا حقیقت

میں امیر المومنین یزید کے خلاف خروج کا پہلا قدم تھا۔ اس سلسلہ میں اہل

ثم ... باقی خلفاء جو اس خلافت سے بہت ہی بلند مقام رکھتے تھے اُن کا
بیعت سے انکار کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کو مدِ نظر رکھنا چاہئے اور
اس شہر مدینہ رسول پاک میں جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی ہے تو
سیدنا علی کے فوجیوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے جو جو سختیاں اور
زیادتیاں کی تھیں وہ بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں اور اہل حق یہ بھی جانتے ہیں
کہ بعض بیعت سے انکار کرنے والوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے جبکہ
بیعت نہ کرنے والوں کے پاس معقول وجہ تھی۔

حاشیہ ابن رشید صفحہ ۱۸۸

مرگ معاویہ کا انتظار

امیر المومنین یزید کی مخالفت کیلئے سیدنا حسین سیدنا معاویہ کی
وفات کے منتظر تھے جونہی انہیں سیدنا معاویہ کی رحلت کی خبر ملی تو اپنے دلی
مقصد کو بر آوری کیلئے آخر کمر کسے ہوئے اور اس سلسلہ میں پہلا قدم اس
طرح اٹھاتے ہیں کہ حاکم مدینہ بیعت پر مجبور کرے تو اس کا جواب طاقت
سے دیا جائے اور کسی قیمت پر بیعت نہ کی جائے خواہ جنگ کا آغاز
ہی سے کیوں نہ کرنا پڑے۔ نہیں سوچتے کہ نتائج کیا برآمد ہوں گے۔

لہٰذا آپ حاکم مدینہ سے واپس آکر مدینہ سے نکلے اور پھر بعد میں
مکہ سے عراق پہنچ جاتے ہیں۔

میرے کی اطاعت سے گریز اور اپنی خلافت کی طلب کے نتائج پیدا
ہونے تک آپ نے جو کچھ کیا اور اصل اس تمام سلسلہ کی روئیداد زوال سے بنے
سمجھ لینے کے بعد قارئین باسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ سیدنا حسین نے
خود ہی ایسے حالات پیدا کئے تھے جو بالآخر واقعہ کربلا پر منتج ہوئے

(تاریخ ابن رشید صفحہ ۱۸۹)

حسین کا بھائی یزید کا حامی

سیدنا علی کے لائق اور بہادر فرزند محمد بن حنفیہ نے سیدنا حسین کا

ساتھ نہ دیا۔

اب نظر کو غور کرنا چاہیے کہ محمد بن علی نے جو اولاد علی میں سے زہد
تقویٰ اور علم و تحمل میں امتیازی شان کے مالک تھے اور شجاعت و بہادری
میں تمام عرب کے شہسوار جن سے کانپتے تھے، کیوں انہوں نے باوجود سیدنا
حسین کے بار بار اصرار کرنے کے بعد بھی کوفہ جانے میں آپ کا ساتھ نہ
دیا۔ اہل بصیرت کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کون سی طاقت و کشش تھی جو ابن حنفیہ کو
امیر المومنین یزید کے خلاف اٹھنے سے روکتی تھی بلکہ امیر کی تعریف کرنے پر
مجبور کرتی تھی۔ آپ بزدل اور کمزور بھی نہ تھے اور آپ کا ایمان بھی تمام لوگ
طرح کمزور نہ تھا کہ ڈرتے ہوئے ایسا کرتے تھے۔

(تاریخ ابن رشید صفحہ ۱۷۳)

حسین شیطان کے حصہ میں

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں کو لے جاتا ہے۔

یہاں اہل نظر کیلئے قابل غور یہ بات ہے بھی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سیدنا علی کی بھی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ قوم میں تفرقہ ڈالنے اور جماعت سے الگ ہونے کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے۔

حسین خارجی ہے

جو شخص امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو وہ خارجی کہلائے گا، چاہے یہ خروج صحابہ کرام کے دور میں آیا ہو یا آئمہ راشدین پر ہو یا اب ان کے بعد تابعین پر ہو۔

جب سیدنا معاویہ کی وفات پر دار الحکومت دمشق میں مسلمان قوم کے گرتا و ہر شہر کے بزرگوں نے امیر یزید سے خلافت کی بیعت کرنے کا فیصلہ فرما دیا پھر آنحضور صلعم سے فیض یافتہ اس وقت کے بزرگ اور محترم ہستیوں سیدنا عبداللہ ابن عباس ترجمان القرآن اور شیخ الصحابہ سیدنا عبداللہ ابن عمر اور سیدنا عبداللہ بن جعفر آنحضور صلعم کے پروردہ سیدنا علی کے دامادؓ اور سیدنا حسین کے

ہنوئی اور سیدنا علی کے لائق فرزند محمد بن حنفیہ اور دوسرے سرکردہ مسلمانوں
نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں یزید کے لئے خلافت کی بیعت کر کے اس
فیصلے پر مہر ثبت کر دی اور سیدنا علی کے ارشاد کے مطابق
توبہ و بازگشت کے لئے کہہ کر اپنا فرض پورا کرتے ہوئے خدا سے
سمجھایا خدا سے ڈرایا۔ تفرقہ ڈالنے سے روکا لیکن سیدنا حسین پر کوئی اثر نہ ہوا!

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۹﴾

حکومت کا تختہ

سیدنا حسین مدینہ منورہ میں امیر یزید کی بیعت سے گریز کرتے رہے

مکہ میں آکر حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے تار چار ماہ تک پروگرام بناتے رہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۲۳۰﴾

علی سے اعلیٰ خلافت

لیکن سیدنا حسین کوفی تفرقہ بازوں کے سہارے سرکردہ مسلمانوں

کی مرضی کے خلاف حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوفہ روانہ ہو گئے۔

یہ وہ باتیں ہیں جنہیں تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان
اچھی طرح جانتے ہیں یہ تاریخی حالات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ امیر
المومنین یزید کی خلافت سیدنا علی کی خلافت سے بہتر۔ خانہ جنگی سے بدرجہا

﴿صفحہ نمبر ۲۳۰﴾

بیس سالہ پروگرام

تاریخ شاہد ہے کہ سیدنا حسین امیر یزید کی بیعت کے بارے میں گورنر مدینہ کو یہ کہہ کر کہ جب صبح آپ اوروں کو بیعت کے لئے بلائیں گے تو ہم بھی موجود ہوں گے رات ہی رات مدینہ سے مکہ چلے آئے اور رات میں سیدنا عبداللہ بن عمر اور جناب ابن عباس کے منع کرنے پر بھی نہ پلٹے تھے یہاں آکر اطمینان ہوا تو بیت اللہ کے پناہ گزین ہونے کے آرام سے بیٹھ گئے اور آپ حسب پروگرام اپنی خلافت کے لئے کوشش اور راہ ہموار کرنے میں مصروف ہو گئے گویا اپنے سابقہ بیس سالہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جدوجہد میں مشغول ہو گئے

﴿رشید بن رشید صفحہ نمبر ۲۱۳﴾

ناجائز خروج

فرض یہ کہ پہلے مجھے میں بحث و مباحثہ اسی بارے تھا کہ سیدنا حسین خروج کا حتمی اقدام اٹھا کر ہلاک نہ ہو جائیں اور ساتھ ہی سیدنا ابن عباس اصولاً اس خروج کو دینی و دنیوی طور پر ناجائز سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس رد و کد کے درمیان سیدنا حسین نے اپنے مشفق چچا سے کہا کہ اب آپ بہت

پوڑھے ہو چکے ہیں گویا کہ جیسے ہمارے نوجوان بعض اوقات اپنے بزرگوں کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ تو ہتھرے ہو گئے ہیں۔ اب آپ رخصت ہو چکے ہیں اب یہ سوچنا سمجھنا نوجوانوں کا کام ہے اس طرح گویا سیدنا حسین نے بھی فرمایا کہ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ آپ نہیں سمجھ سکتے۔

اللہ اکبر قارئین آگے چل کر بابا کے مضمون میں دیکھیں گے کہ سیدنا حسین اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے نصیحت کرنے والے حق پر تھے میں نے ان کی مرضی کے خلاف چل کر غلطی کی۔

(رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۰)

سامانِ حرب

جب سیدنا حسین دارالامن مکہ سے تمام بزرگوں دوستوں کے سمجھانے کے باوجود اور منع کرنے کے باوجود کوفیوں کے فریب میں آ کر کوفہ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے فعلی شیعوں کو خط لکھا کہ میں جلد تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ تم کمر ہمت مضبوطی سے باندھ لو اور سامان جنگ تیار رکھو۔

آپ کوفیوں کے دلاسوں سے حد سے زیادہ پر امید تھے کہ آپ کو فوج کی مدد پر فتح حاصل ہو گی۔

(رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۳)

حسین کی خواہش

سیدنا حسینؓ کا سیدنا فاروق اعظمؓ کو یہ کہنا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جایئے ثابت کرتا ہے کہ بچپن ہی سے آپ کے خیالات میں لاڈ پیار کی عادت نے گھر کر رکھا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ دوسروں پر حکم چلانا اپنا حق سمجھتے تھے۔ سیدنا حسینؓ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت ہمارے گھر سے باہر جائے تب ہی تو آپ نے فرمایا کہ صلح سے بہتر تھا کہ میرا ناک کاٹ لیا جاتا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۶﴾

سابقہ پروگرام

سیدنا معاویہؓ کی وفات پر جب مدینہ منورہ میں آپ کو بیعت کے لئے بلایا جاتا ہے تو اپنے ساتھ چالیس مسلح آدمی لے کر جاتے ہیں کہ اگر بیعت کے لئے مجبور کیا جائے تو جنگ جیسے ہولناک اقدام سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۷﴾

سیدنا حسینؓ کا حاکم مدینہ کو یہ کہنا کہ کل صبح لوگوں کے سامنے مجھے بلانا لیکن واپس آ کر رات ہی کو مدینہ منورہ سے خروج کر کے چلے جانا اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانا نہیں تو اور کیا ہے

﴿از رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

تفرقہ انگیزی

جب آپ مدینہ منورہ سے چلے آئے اور راستہ میں سیدنا ابن عباسؓ اور سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا تم دونوں ابن زبیر اور حسینؓ خدا سے ڈرو، جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو یعنی یزید سے بیعت کرلو اگر امیر یزید میں کسی قسم کا نقص ہوتا تو یہ دونوں نیک ہستیاں آنحضرت سے تربیت اور آنحضور صلعم کی معرفت اللہ تعالیٰ سے خطاب یافتہ کسی صورت بھی امیر یزید کی خاطر ان دونوں بزرگوں کو نہ تو خدا سے ڈراتیں یا اور نہ ہی ان سے تفرقہ انگیزی کو منسوب کرتیں۔

﴿از رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

خط و کتابت

دارالامن مکہ مکرمہ جاتے ہی سیدنا حسینؓ اپنے بیس سالہ طے شدہ پروگرام کو عملی پہنانے کے لئے اپنے خاندانی دشمنوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔

﴿از رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۹﴾

حسینؓ بچہ تھا

جن کے مقابلے میں سیدنا حسینؓ ایک بچہ کی حیثیت رکھتے تھے کیا

ان تمام مسلمانوں نے اسلام کی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا کہ ایک فاسق انسان کے بھوا ابن آکر سیدنا حسین کو اس کے خلاف اٹھنے سے روک رہے تھے اور سیدنا حسین و ابن زبیر بھی اس نکتہ کو سمجھتے تھے کہ جب تک خلافت نہ ملے اسلام خطرے میں تھا۔

(از رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۱۰)

سب صحابہ حسینؓ کے مخالف تھے

اہل حق تو اس حقیقت کو سورج کی طرح روشن سمجھتے ہیں کہ سب خلافت حاصل کرنے کا جھگڑا ہے۔ اگر تخلیع اسلام کا معاملہ ہوتا تو بھلا صحابہ کرام آپ کے عزیز و اقارب اور باقی سنجیدہ مسلمان جو آپ کو اس سفر سے منع کرتے تھے اور پھر آپ کے ہمراہ کسی صحابی رسول کا نہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام اس اقدام کے مخالف تھے ان کی رائے کے خلاف آپ خلافت حاصل کرنے کو گئے تھے اور خلافت کی آرزو میں ہی کربلا کا حادثہ پیش آیا۔

(کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۲۳۸)

عنوان خود قائم کریں

مولوی عبداللہ مبارک پوری رحمانی عارفی مدرسہ دارالحدیث

رحمانیہ دہلی لکھتے ہیں۔

صاحب بخاری روایات سے معنوی سمجھ کا آدمی بھی یہ نتیجہ اخذ کرے گا۔

مجبور ہے کہ کربلا کا واقعہ محض اس لئے پیش آیا کہ حضرت حسینؓ نے قبل از وقت
اندیشی اور تدبیر سے کام نہیں لیا۔ محض یہی خواہوں کے مشوروں کو ٹھکرا دیا
حالات و واقعات سے آنکھیں موند لیں الخ

تمہارے نزدیک حضرت حسینؓ نے بے موقعہ، بے محل و بلا ضرورت
یہ اقدام کر کے عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت میں
ہمیشہ کے لئے انتشار و افتراق اور شقاق و عداوت پیدا ہو گئے اور امت
اسلامی کا شیرازہ بکھر گیا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۳۵﴾

حسینؓ کا فخر خطوں پر

دور اندیش دوستوں نے آپ کی ہر طرح منت و سماجت کی عجز و
انکساری کے ساتھ سمجھایا کہ اس خطرناک منزل میں آپ قدم نہ رکھیں مگر
حضرت حسینؓ نے کسی کی بات نہ سنی اور بیشمار درخواستوں کو فخریہ ٹھکرا دیا
گئے۔ جو ان کے پاس کوفہ سے آئی تھیں ان کی نسبت خوش ہو ہو کر کہتے کہ وہ
دو اونٹ کا بوجھ ہے۔ حضرت حسینؓ نے صرف ان صداؤں کو مانا جو ان کے
دل سے اٹھیں اور دوستوں کی نصائح سے دل کی صداؤں کو مانا بہتر سمجھا اور
تن بہ تقدیر کوفہ روانہ ہو گئے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۲۳۷﴾

اُلٹ پھیر

مولوی محمد قاسم نانوتوی بھی سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے تھے۔ اگر بالفرض اجماع کو مان لیا جائے تو وہ اجماع حضرت امام حسینؓ کے بعد منعقد ہوا تھا لہٰذا اجماع کی مخالفت امام حسینؓ کو کچھ مضر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام حسینؓ نے اپنے زمانے میں اختلافی مسئلہ میں غلطی کی تھی۔

﴿صفحہ ۲۳۶ بحوالہ تحقیق الحق﴾

محض سیاست

علمائے دیوبند بھی سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے ہیں شیخ الکل حضرت العلامہ مولانا مولوی ابو سعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ دیوبند تحریر فرماتے ہیں یعنی یہ واقعہ کربلا مذہبی جنگ نہ تھی اول میں محض سیاست اور آخر میں ۹۹ ناصبیوں کی تھی جو لوگ اسے مذہبی فرماتے ہیں انہیں معلوم نہیں اس میں کیا قباحت ہے۔

﴿انوار رشیدیہ صفحہ نمبر ۲۳۱﴾

جو یزید کی بیعت جمہور صحابہ و تابعین نے کر لی تھی پھر مذہبی جنگ کس سے کرنے چلے تھے۔ الخ

پہلے امام صاحب کا عزم بالجزم سیاسی تھا پھر قادسیہ پہنچ کر بعد ملاقات حر بن یزید وہ ارادہ فسخ ہو گیا اور مسلم کے بھائیوں کی خاطر باوں

تخواست قتل مسلم کے انتقام کے لئے کوفہ برائے انتقامی جنگ روانہ ہوئے پھر میدان کربلا میں دوارادوں کی فتح ہو گیا۔ یزید کے پاس جانے یا کسی اور طرف جانے کا اظہار کیا مگر لوگ اس بات کو نہ مانے بتائے جب اپنی جان بچا کر کسی سرحد پر جانے یا یزید کے پاس جانے کا اظہار کیا کہ اس کے پاس جا کر بیعت کروں گا یا کوئی اور صورت نکال لوں گا تو نہ ہی جنگ کیسے رکی۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۳﴾

لشیرا حسینؓ

سیدنا حسین مکہ سے چل کر بھی ایک منزل تنعیم پر پہنچے تھے کہ آپ کو ایک قافلہ ملا جو یمن سے خروج وصدقات وغیرہ کا مال لے کر دمشق امیر المومنین یزید کے پاس جا رہا تھا وہ تمام کا تمام مال آپ نے اس خیال سے اپنے قبضے میں کر لیا کہ کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی تھی اور اب گویا آپ خلیفہ بن چکے تھے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۷﴾

امیر المومنین یزید کی فراخ دلی اور مروت دیکھئے کہ انہوں نے بھی اس کے متعلق کسی قسم کی باز پرس نہ کی حالانکہ آپ کو گورنر مکہ بھی اس فعل پر گرفتار کر سکتا تھا لیکن اس نے بھی رواداری سے کام لیا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ اپنے فعل کی شناعت بھی قانون اجازت دیتا ہے اور مذہبی و دنیاوی قانون

یہ کوئی اصول ہے کہ کسی حکومت میں کوئی ہستی خواہ وہ کتنی ہی ممتاز کیوں نہ ہو
اس سے اعلیٰ و برتر کیوں نہ ہو۔

(ارشاد ابن رشید صفحہ نمبر ۱۳۹)

اول درجہ کا منافق

نبی پاک صلعم کی کی زندگی کے بعد نہ تو کوئی بڑے سے بڑا صحابی
دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے بزرگ کا عمل اور حکم دین
کہلا سکتا ہے۔ اگر کوئی بات قابل قبول ہو سکتی ہے تو وہ ہے صحابہ کرام کا

[illegible]

لہٰذا خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کرام کے مسلک یا وقتی مصلحت جو
انہوں نے دین اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے وقتی طور پر سرانجام دی ہو
کی مخالفت [illegible] اول درجے کا منافق ہے

(ارشاد ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۰)

اول درجے کا بے دین

آپ حضرات جب کسی شخص کے پیچھے نمازیں پڑھیں اس کے فرمودہ
خطبات سنیں [illegible] حضرت کی نگاہ سے دیکھیں اس کی ذرہ گمان دین الٰہی کی
خلاف ورزی اور اسکے احکام کی پابندی کو اپنے اوپر فرض سمجھیں اس کے

ساتھ ہر طرح سے تعاون کریں گے ذاتی حالات میں ایک شخص اٹھے آپ کے

امام اور امیر و راہنما کا دشمن اللہ تعالیٰ اور رسول کا دشمن ہے دیکھنا اس آدمی کی پگڑی

اچھالنے کی کوشش کرے تو کیا آپ اس لایعنی حرکت کو پسند کریں گے اور

برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے

(تاریخ ابن کثیر، جلد ۸ صفحہ ۲۳۳)

تفرقہ باز صحابہ نے کہا

غور فرمائیں کہ صحابہ کرام نے جو امیر یزید کی ولی عہدی سے لے

کر دور خلافت تک حیات تھے تیرہ یا چودہ حضرات جو صحابہ کرام سے تربیت یافتہ

تھے ان بزرگوں نے اسلام کے ان احکام کے ہوتے ہوئے سیدنا حسین کا

اگر آپ خلافت کے بارے میں حق پر تھے تو کیوں ساتھ نہ دیا۔

(تاریخ ابن کثیر صفحہ ۲۳۳)

اگر یزید ظالم کار تھے تو ان بزرگوں نے حج کو بھی جھوٹ سے ملایا اور

ایک ظالم کار کی خاطر سیدنا حسین کو تفرقہ باز کا خطاب دینے سے بھی گریز

نہیں کیا

(تاریخ صفحہ ۲۳۳)

لالچی حسین

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی ہم نہیں عطا کرتے

بناتے اپنے پاس شخص کو کہ مانگے ہم سے کوئی عہدہ اور اس کو نہ دیں رکھے اس
کی اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں
عامل بناتے ہم اپنے اوپر کام اپنے کے اس کو کہ ارادہ رکھے اس کا اس فرمان
کے مطابق سیدنا حسین کو حکومت ملنا ممکن نہ تھا اور ارشاد نبوی کے خلاف تھا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۸۵﴾

گویا امیر معاویہ اور یزید کو بغیر حرص و خواہش کے حکومت ملی اور
حسین چونکہ حریص تھے اس لئے محروم رہے (چہ خوب ---

فتنہ باز حسین

اس وقت کے تمام کے تمام مسلمان اور بزرگ اسلام کے ان
دونوں شہروں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں سے کسی بزرگ نے بھی آپ کا
ساتھ نہ دیا سوائے ان لوگوں کے جو رشتہ داری کے بندھنوں میں جکڑے
ہوئے تھے یہ تو سیدنا حسین کی آنحضور سے قرابت کی وجہ تھی کہ آپ کو سب
بزرگ پیار و محبت اور شفقت سے خروج سے منع کرتے رہے ورنہ اگر کوئی
دوسرا شخص آپ کی جگہ ہوتا تو صحابہ کرام اپنے امیر کے خلاف اس کو فتنہ سمجھتے
ہوئے آنحضور صلعم کے حکم کے مطابق اسے ختم کرنا اپنا ملی فرض سمجھتے۔ الخ

قارئین کو یہاں اس دوراہے سے ایک راستہ اختیار کرنا ہوگا یا تو وہ
سیدنا حسین کے اس اقدام کو جو آپ نے صرف حکومت اور جاہ و جلال کو

حاصل کرنے کیلئے اٹھایا تھا صحابہ کرام کی طرح لفظ قرار دیتا ہوں گا۔

(تاریخ ابن کثیر صفحہ نمبر ۲۸۷)

بزرگوں کا مخالف

اگر یہ واقعہ بھی حق و باطل کا معرکہ ہوتا تو مسلمان اس موقع پر بھی سیدنا حسین کے موقف کی تائید میں نکل کھڑے ہوتے اور خلافت یزید کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ۔۔۔۔۔ بہر حال اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدنا حسین کو مشورہ دینے والے لوگ ہر طرح سے علم و فضل اور تدین و دیانت داری میں کسی طرح سے بھی کم نہیں تھے ان میں وہ بھی تھے جو دین داری میں آپ سے بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نمازوں کیلئے اٹھنا باعث نجات اور فخر سمجھتے تھے اور نزول وحی کے روح پرور نظاروں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے مثلاً سیدنا عبداللہ ابن عباس، سیدنا عبداللہ ابن عمر اور دوسرے بزرگ جو آنحضور صلعم سے اس وقت فیض حاصل کر چکے تھے جب کہ سیدنا حسین ابھی دنیا میں تشریف ہی نہ لائے تھے۔

بلکہ آپ تو آنحضور صلعم کی رحلت کے وقت بھی ابھی معصوم بچے تھے لہذا سیدنا حسین کا اپنے بزرگوں و مخلص دوستوں اور ہمدرد بھائیوں کے مشورہ کو ٹھکرا کر اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے اور سیدنا علی کے قاتلوں اور سیدنا

حسن پر حملہ کر کے آپ کو زخمی کرنے اور آپ کا مال لوٹنے والوں پر اعتبار کر کے اور خلافت کی طلب کیلئے کہنے کے چاہا آپ کی ایک عظیم اجتہادی غلطی تھی جس کے اسباب سے بزرگوں اور دانش وروں نے آپ کو منع کیا لیکن آپ نے عام مشوروں اور نصیحتوں کو ٹھکرا دیا اور آخر کار ایسے اقدامات کیے جو انجام ہوا کہ تھا سب کے سامنے ہو گزرا ہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۲﴾

سیدہ زینب کو طلاق

سیدہ زینب نے ابن جعفر کو اپنے بھائی کا ساتھ دینے کیلئے بار بار مجبور کیا اور خود بھی مناتھ جانے کے لئے بضد ہو گئیں تو سیدنا عبداللہ بن جعفر نے اپنا نیک اور صالح اور جوان بچوں والی بیوی کو تو اپنا گھر ویران کر کے بھیج دیا بھی طلاق دے دی لیکن اپنے امیر و امام بیٹے کے خلاف قدم اٹھانے کو گناہ سمجھتے ہوئے ساتھ دینے سے جواب دے دیا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۲﴾

اسلام کے منافی اقدام

اہل بیعت اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جس سے جانی مالی اور عزت جیسی چیزوں کے نقصان کا اندیشہ ہو یا مذہب کے کمزور جانے کا خطرہ ہو ان اقدار کے ختم ہو جانے کا خطرہ

ہو جو مذہب کے ضروری اور اہم قرار دیئے ہوں تو اس سے روکنے اور صحیح راستہ بتانے والے عوامی قسم کے افسان نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ ایک خاص اور بلند مقام کے مالک ہوا کرتے ہیں ایسے لوگ جب کسی شخص کو کسی کام سے روکیں تو وہ یقیناً غلطی پر ہوگا۔ سیدنا حسینؓ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے دین میں تفرقہ ڈالنے والے کوفی سبائیوں کے بلانے پر کوفے جانا نہ صرف غلط تھا بلکہ اسلام اور اسلامی مملکت اور جمیع مسلمانوں کے مفاد کے بھی سراسر منافی تھا تاریخی حالات و واقعات کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے ہر شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ سیدنا حسینؓ کا خروج ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی

﴿رشید احمد رشیدی صفحہ نمبر ۲۹۳﴾

خالص دنیاوی مسئلہ ناکام جدوجہد

یہ مسئلہ اسلام سے کسی طرح بھی تعلق نہ رکھتا تھا اور خالصتاً ایک دنیاوی اور سیاسی قلعہ اور تخت و تاج کے حصول کے لئے ایک ناکام جدوجہد سے زیادہ کچھ بھی نہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس موقع پر جمیع مسلمانوں میں سے کسی ایک کا دل بھی آپ کے لئے نہ پسیجا اور کوئی ایک ذمہ دار شخص بھی اسلام کے ان دونوں متبرک شہروں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے ساتھ نہ نکلا۔

﴿صفحہ نمبر ۲۹۳﴾

حسینؓ جہاد کے لئے نہیں صحابی سے

لڑنے گئے تھے

سیدنا حسین کا صحابی رسول پاک سے لڑنے کے لئے نکلنا وہ لوگ

جو کہتے ہیں کہ سیدنا حسین کوفہ کو جہاد کرنے گئے تھے وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کونسا

محفوظ علاقہ تھا جسے آپ فتح کرنے نکلے تھے اس وقت تو کوفہ میں خالص اسلامی

حکومت تھی جس کے سربراہ رسول پاک کے رحمدل صحابی نعمان بن بشیر اور

قاضی القضاۃ سیدنا علی کے خاص قاضی شریح تھے۔ الخ

لہذا ایسے مسلمانوں کے خلاف سیدنا حسین کا لڑنے کو نکلنا کس

طرح جائز تھا۔۔۔ اور پھر سیدنا حسین کو خلافت حاصل کرنے کے لئے

اسلام اور اپنے خاندانی دشمنوں کے جھانسے میں آکر کوفہ جانا اور راستے

میں ہی ان کے ہاتھوں قتل ہو جانے کو جہاد کا نام دینے والے بتا سکتے ہیں کہ

مسلمانوں کا آپس میں جھگڑا ہو جائے تو اسے کیسے جہاد قرار دیا جا سکتا ہے۔

جب مسلمانوں کے آپس میں کسی کو جہاد قرار نہیں دیا جا سکتا تو پھر

حکومت وقت کے ساتھ سیدنا حسین کے اس جھگڑے کو کس طرح جہاد قرار دیا

جا سکتا ہے۔

(صفحہ نمبر ۲۹۷)

نرالی منطق

بلکہ قرآن کریم کے اصول اور اس کے حکم کے مطابق

یاایھاالذین آمنو اتقواللہ وکونو امع الصادقین

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق

پر ہیں ان کا ساتھ دو۔

﴿سورۃ توبہ ۱۱۹﴾

اگر آپ اس اقدام میں حق پر تھے تو ان تمام مسلمانوں اور آنحضور

صلعم کے ساتھیوں کو جو بھی اس وقت حیات تھے مدینہ تا حسینؑ کے چچا ابن

عباس اور ہمنوائی ابن جعفر اور بھائی محمد بن حنفیہ اور دوسرے تمام رشتہ داروں کو

جنہوں نے کربلا جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا سب کو کافر قرار دینا پڑے گا

صرف اسی صورت میں ہی آپ کے جھگڑے کو جہاد کا نام دیا جا سکتا ہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۷﴾

ایک سوال

کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسینؑ نے دین حق کو بچانے اور ایک ظالم حاکم

کے خلاف جہاد کے طور پر یہ قدم اٹھایا تھا یہ بہت بڑا دعویٰ ہے جسے کسی نے

آج تک ثابت نہیں کیا اور بلا سوچے سمجھے اس خیال کا چرچا کیا جا رہا ہے کہ

آپ کی شہادت ہی سے اسلام زندہ ہوا۔

کیا اس خیال کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ جب کوفیوں کا فریب حق

الحسین بن کر سیدنا حسین کے سامنے آ گیا تو انہوں نے مایوس ہو کر کربلا سے

واپسی چاہی تو کیا اس وقت دین حق کو بچا لیا گیا تھا؟

کیا مایوس ہو کر بنا کام واپس ہونے کی خواہش سے دین حق کی

حفاظت کا فریضہ پورا ہو گیا تھا اور اس واپسی سے اسلام زندہ ہو چکا تھا اور

بقول سبائیوں کے دین حق میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں جو آپ نے واپسی

کا قصد کیا۔

اور کیا مقہور و مظلوم ظالم کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔ وہ دشمن جو آپ مکہ

مکرمہ سے لے کر نکلے تھے پورا ہو گیا تھا اور دین حق کی مخالفت کرنے والا

اب کوئی باقی نہیں رہا تھا؟

جو آپ واپس جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے اور جس کے

خلاف جہاد کرنے نکلے تھے کیا وہ یکدم مومن ہو گیا تھا۔

جو آپ کے ماتحت جہاد پر بھیجے جانے کی درخواست کر رہے تھے؟

اور کیا وہ اب نیک و انصاف پسند اور خلیفہ برحق ہو گئے تھے جو ان کی

پناہ میں جا کر اپنا فیصلہ چکانے کو کہہ رہے تھے۔

اہل حق کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر انصاف اور دیانت داری

سے غور فرمائیں بفرض محال امیر المومنین یزید میں کسی قسم کا نقص تھا تو سیدنا

حسین کو کوفہ کی طرف رخ کرنے کے بجائے دمشق پر حملہ آور ہونا چاہیے تھا یا

اس سے بھی نزدیک بصرہ پر جہاں ابن زیاد گورنر تھا حملہ کرنے والا شجاعت

حامد علی مرزی چاپسے تھی

ماہنامہ رشید ابتدار رشید صفحہ نمبر ۲۸۹

آخری تان اللہ سے لڑائی

دراصل دمشق اور بصرہ کو چھوڑ کر کوفے جانے کا قصد اس لئے کیا گیا تھا کہ سیدنا نعمان بن بشیر آنحضور صلعم کے ہردلعزیز اور محدث صحابی وہاں کے گورنر تھے جو مسلمانوں پر سختی کرنا گوارا نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے کوفی آپ کی نرم دلی کا فائدہ اٹھا کر بار بار سیدنا حسین کو ایسے شخص کا مقابلہ کرنے کے لئے کہتے تھے اس کا مقابلہ جو خود دین کے حق میں شدید تھے۔

سنت نبوی کے مطابق ہر فیصلہ کر رہے تھے اور قال اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر بات کرنا گناہ سمجھتے تھے شیخ ثبوت کے پروانے تھے اور آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق (جس کی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے) کے زمرہ میں داخل تھے اور پھر آنحضور صلعم کی اس حدیث کو جو میرے اصحاب کو برا کہے گا وہ مجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو برا کہے گا کے مطابق مانتا پڑے گا کہ جو میرے اصحاب کے ساتھ لڑے گا وہ میرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے لڑے گا اور اصل سیدنا حسین حصول خلافت کے سلسلہ میں کوفیوں سے امداد حاصل کر کے سیدنا نعمان بن بشیر کو کوفہ سے بار بھگانے کے بعد اپنی خلافت قائم کرنا چاہتے تھے جس کو کوفیوں کی غداری کی وجہ سے آپ کو ناکامی کا

خرافات کا

یہ

نمونہ

اس شر انگیز اور پر فتن کتاب میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شان اقدس میں اور بھی بے شمار طریقوں سے شدید گستاخیاں کی گئی

ہیں جنہیں ہم بوقت ضرورت نقل کرتے ہی رہیں گے۔

ملعون خارجی کی ان خرافات سے بھی جو نقل کفر کفر نباشد کے تحت

اب تک نقل کی جا چکی ہیں۔ قارئین کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ لوگ

کس قدر وسیع دماغ اور گستاخ ہیں اور کس کس طریقے سے حقائق کو توڑ مروڑ

کر اپنی ازلی شقاوت اور ذہنی خباثت کا مظاہرہ کرتے ہیں ہم آسمدہ اوراق

میں انشاء اللہ العزیز ان کی تمام تر فریب کاریوں اور شاطرانہ چالوں کو بے

نقاب کر کے آپ کو بتائیں گے کہ ان لوگوں نے کس کس طریقے سے تاریخ

اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔

فی الحال آپ ارض پاک میں خارجیوں کے باوا آدم ملعون عباسی کی

خرافات کے نمونے ملاحظہ فرمائیں حقیقت یہ ہے کہ موجودہ خوارج نے جس

قدر بھی خرافات کیے اپنے اپنے نام سے شائع کی ہیں اسی دشمن اہل بیت کی

کتاب کا چربہ ہی ہیں۔

خلافت معاویہ و یزید

کے اقتباسات

غلط اقدام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور احکام شریعت کی

تصریحات سے واضح ہے کہ امیر المومنین یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کے

اقدام خروج کا مطلق جواز نہ تھا۔ جیسا کہ بعد میں خود آپ نے اس سے

رجوع کر کے ثابت کر دیا صحابہ کرام جو ان سے ملے انہیں طرح طرح سے

سمجھایا اور اس غلط اقدام سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۸۶﴾

شدید مخالفت

خود ان کے سوتیلے بھائی محمد بن علی (ابن حنفیہ) اور ان کے بھتیجے

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس اقدام کی شدید مخالفت کی تھی حضرت ابن

جعفر امیر یزید کے خسر بھی تھے

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

گرفتار کر لیا

یمن کا ایک سرکاری قافلہ امیر المومنین کی خدمت میں یمن کا مال لے کر جا رہا تھا حضرت حسینؓ نے اسے گرفتار کر لیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

خروج کی تیاری

مکہ میں حضرت حسینؓ چار مہینے سے زیادہ عرصے تک مقیم رہے اور

اس تمام مدت میں عراقیوں کی تحریرات اور ان کے وفود آتے جاتے رہے

خروج کی تیاریاں ہوتی رہیں مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں کیا

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۹۲﴾

حضرت حسین نے بیعت کر لی تھی

تیسرے شعر کے مضمون سے ثابت ہے کہ حضرت حسین نے امیر

معاویہ کی زندگی میں ہی امیر یزید کی ولیعہدی کی بیعت کر لی تھی

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

☆ لغزش

☆ خطائے ذھنی ھلاکت

☆ عھد شکنی باغی

کسی کیفیت اخلاف کی (حسین) کے متعلق ہے جوان کو ایک

ظالمانہ جرم کا کشف خیال کرتے ہیں ایرانی شدید تعصب نے اس تصور میں

خدوخال بھرے اور (حضرت حسین) کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے

جو ایک الو کی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معمولی حب جاہ کے

کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہو ولی اللہ کے روپ میں

پیش کیا ہے۔

ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے
تھے وہ انہیں عہد شکن اور بغاوت کا تصور ذہن میں کرتے تھے اس لئے کہ
انہوں نے حضرت معاویہ کی زندگی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی تھی اور
اپنے حق اور قومی مخالفت کو ثابت نہ کر سکے تھے

﴿بحوالہ عیسائی مورخ صفحہ نمبر ۹۵﴾

کوئی ساتھی نہ بنا

تلخ نظر اس امر کے کہ حضرت حسین نے امیر یزید کی ولایت عہد کی
بیعت مثل دیگر صحابہ اور تابعین کرام کے کی تھی یا نہیں
یہ حقیقت ثابت ہے ان کے اس اقدام کی تائید میں مدینہ منورہ یا
مکہ معظمہ یا حجاز کا ایک شخص بھی سوائے ان کے تو جوان عزیزوں کے ساتھ
شہید ہوا

﴿صفحہ نمبر ۹۹۶﴾

کسی بھائی نے ساتھ نہ دیا

ان کے اپنے گھر کی بھی یہ کیفیت تھی کہ حضرت علی کے تمام چودہ
صاحبزادوں کے اس زمانہ میں حیات تھے صرف چار اپنے بھائی کے ساتھ
گئے اور گیارہ بہادران حسین نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹۶﴾

صاف انکار

محمد بن حنفیہ جو فرزندان علی میں علم و فضل ورع و تقویٰ میں امتیازی شان رکھتے تھے جسمانی قوت اور شجاعت میں اپنے باپ کے صحیح جانشین تھے اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے بہت زور ڈالا یہاں تک کہا اگر خود ساتھ نہیں دیتے تو اپنی اولاد کو ہی بھیج دیں کہ میرے ساتھ چلیں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۶﴾

خروج کے مخالف

حضرت حسین کے ایک دوسرے بھائی عمر الاطرف بن علی بن ابی طالب بھی حضرت حسین کے اقدام خروج کے مخالف تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹﴾

کوئی بزرگ ساتھ نہ بنا

حضرت حسین کے مقام خروج کے وقت جیسا کہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے حجاز و عراق و دیگر ممالک اسلامیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی بزرگ و مقتدر ہستیاں موجود تھیں مگر کسی صحابی نے بھی متفق علیہ خلیفہ کے خلاف خروج میں حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

خاندان نبوت نے یزید کی بیعت کر لی

غرض یہ کہ خاندان نبوت کے یہ سب افراد خلیفہ وقت (یزید) کی بیعت پر مستقیم رہے حضرت حسین کے صاحب زادے ولی الامر امیر المومنین کی حمایت میں سب لوگوں کے ساتھ تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۸﴾

تین سال کا حسینؓ

حضرت قاسم کی شادی کے بعد غزوہ احد ہوا بھی بعض روایات سے ثابت ہے اس اعتبار سے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت چار اور تین سال کے ہوتے ہیں۔

سخت مزاج تخت کا بھوکا

حضرت حسین کا امیر یزید سے بیعت نہ کرنا اور کوفی سبائیوں کی دعوت پر خروج کا اقدام حضرت موصوف کا انفرادی فعل تھا یہی واقعات سے ثابت ہے کہ ان دونوں بھائیوں حسن و حسین کی مزاجی کیفیت یکساں نہ تھی دونوں کے نکتہ نظر میں نمایاں فرق تھا آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت حضرت حسن کی عمر چھ سات سال کی تھی حضرت حسن ہمیشہ جنگ بندی سے علیحدہ رہے اور صلح و مصالحت کے لئے کوشاں برخلاف اس کے ان کے

چھوٹے بھائی کا واقعہ خود انہی کی زبانی اصحاب تاریخ نے بیان کیا ہے۔

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ جب اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کے منبر پر خطبے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ میرے نانا کے منبر سے اتر جایئے۔

صفحہ نمبر ۱۱۰

حسینؓ کی غلطی کا وبال امت پر پڑا

حضرت حسینؓ نے اپنے خروج میں خطاء اجتہادی کی جس سے امت میں اختلاف و افتراق کا وبال پڑا اور آج کے دن تک محبت و الفت کے ستون کو ہلا رہا ہے۔

بحوالہ محمد الخضری صفحہ نمبر ۱۱۶

حسینؓ کو نانا کی کوئی بات یاد نہ تھی

ابن عباسؓ اہل بیت نبوی صلعم کے اکابر میں سے تھے اور ان سب میں تفسیر قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے ایسے ذی مرتبت و علم و اعلیٰ اہل زمانہ بزرگ نے جو متفق علیہ خلیفہ وقت کی بیعت میں خود بھی منسلک تھے اور دوسروں کو بھی جماعت سے وابستگی کی اور تفرقہ سے محترز رہنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

اولی الامر کی اطاعت اور اس کے خلاف خروج جواز و عدم جواز کے

یاد سے بھی ادکام شریعت حضرت حسینؑ کو بچپنا اسی طرح بتاتے اور سمجھاتے
تھے جس طرح دوسروں کو سمجھاتے اور بتاتے تھے۔

کیونکہ بچپنے ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات
کے وقت پانچ سال رہے پانچ سال کے اتنے صغیر السن اور کم عمر تھے کہ ان کو
اپنے مقدس اور ہادی برحق نانا کے تعلقات و معمولات کی کوئی بات یاد نہ تھی
نہ زبان مبارک سے سنا ہوا اسلامی سیاست کا کوئی ارشاد یاد۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

فریضہ حج ترک کر دیا

معمولی حالات میں تاریخ روانگی کا فرق قابل لحاظ نہ ہوتا لیکن یوم
حج سے ایک دن پہلے حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا جن کی تعداد سو
نفوس کے لگ بھگ تھی فریضہ حج ترک کر کے مسافت بعیدہ کے لئے چل پڑنا
ضرور اضطراب کا موجب تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۸﴾

کذابین

اگر کردار خلیفہ میں کوئی ایسی بات تھی۔ جس کی وہ مستوجب گردانا جاتا

کے خلاف خروج کرنا احکام شریعت کے اعتبار سے جائز تھا جیسا کے گذشتہ

بار گزارا جا چکے ہیں تو اسکا بہترین موقع مکہ معظمہ میں تھا جہاں مملکت اسلامی

کے گوشہ گوشہ سے دیندار مسلمانوں کا اجتماع عظیم موجود تھا نہ کہ صحراؤں بیابان کی

تنہائی میں لے جا کر کئے گئے خطبے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۵﴾

حسب نسب کوئی چیز نہیں

مسلمانوں کے حقوق اور ذمہ داریاں یکساں ہیں رشتہ اور نسبی

تعلقات کی کوئی تخصیص سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بنی ہاشمی و مطلبی

ہیں لیکن قرآن میں متعدد جگہ اس کی تردید کی گئی ہے کہ آپ کو صرف رسالت

کے زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے

﴿صفحہ نمبر ۱۵۳﴾

آپ کی ذات و اضافات کو پابندیوں میں نہیں لایا جا سکتا نہ آپ

نے اپنے خاندان کو اس کی اجازت کہ آپ سے تعلق رشتہ کی بنا پر وہ امت پر

مسلط ہونے کی کوشش کریں

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۱۵۴﴾

سب افراد ملت کے حقوق یکساں ہیں ایک کو دوسرے پر کوئی

فضیلت نہیں۔

﴿ص ۱۵۲﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی قطعی طور سے ثابت

کر دیا ہے کہ حقوق و فرائض میں ہر امتی کی حیثیت یکساں ہے آپ کے سبھی

رشتے کے چچا حقوق ایسے ہوتے جن کی پاسداری آپ کی عظیم دعوت اور

شریعت کے تحت فرض ہوتی تو یقیناً اس کا کچھ نہ کچھ ظہور تو آپ کی زندگی میں

ہوتا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۱۵۶﴾

سادات کے لئے صدقہ کیوں حرام ہوا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ آپ کے

رشتہ داروں پر صدقہ اور زکوٰۃ کا مال لینا حرام قرار دے دیا۔

اقوام عالم کا شعار ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح لوگ نسلی برتری

کی بنا پر عوام کے صدقات کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور اپنی بارگاہ میں نذر و نیاز اس کا

نام دیتے ہیں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۱۵۸﴾

حکومت اسلامیہ کے مستقل ذرائع آمد میں بنو ہاشم کا کوئی اختیار نہ تھا

صفحہ نمبر ۱۵۸

بنو ہاشم اور ہندو

خمس اور فے کا یہ حصہ کوئی امتیازی حیثیت نہیں رکھتا اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب اس کو اپنا حق نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ مثل برہمنوں کا ہندوؤں میں ہے۔ اسلام میں امتیاز پست و بالا کا تصور نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ آپ نے سیاسیات اسلامیہ میں رشتہ کی بنا پر ہاشمیوں کے متولی ہونے کا سدباب کر دیا اور اولی درجہ میں بھی کوئی بات قولاً یا فعلاً نہیں کی جسے بعد کے لوگ حجت پکڑ سکیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۵۹﴾

سخت مخالفت

حضرت عبداللہ بن جعفر کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دس اور گیارہ برس کے درمیان تھی یعنی سن تمیز میں شرف صحابیت حاصل تھا تیرہ حدیثیں ان سے مروی ہیں وہ حضرت حسین کے خروج کے سخت مخالف تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۶﴾

عون و محمد سو تیلے بیٹے

اور اگر یہ دونوں خود اپنی طبیعت سے یا اپنے عزیزوں کے جانے سے قافلہ کے ساتھ چلے گئے تو سیدہ زینب کے سوتیلے بچے تھے اپنے بیٹے نہیں

ہے

﴿صفحہ نمبر ۱۶۷﴾

حسین کا سن تمیز

آتی ہے عموماً عمر سن تمیز کی نہیں ہوتی بعض آخر نے توان کے بڑے بھائی حضرت حسن کو جوان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے، زمرۂ صحابہ کی بجائے تابعین میں شمار کر لیا ہے

﴿صفحہ نمبر ۱۷۰﴾

جوش انتقام

برادران مسلم کے جوش انتقام نے مجبور کیا کہ سفر جاری رکھیں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید﴾

یہ حضرات جوش انتقام سے اگر اس درجہ مغلوب نہ ہوتے کہ صورت حال کا صحیح جائزہ بھی نہ لے سکے اور اس قتل کا جو سیاسی مناقشے کے حالات میں واقع ہوا تھا ذاتی جھگڑا قرار دے دیا۔

جبکہ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ابن عم ابن ربیعہ ابن حارث بن عبدالمطلب کا خون بھی معاف کر دیئے ذاتی انتقام لینے کی رسم کو مٹا دیا تھا افسوس ان کی ضد نے معاملہ کو بازگشت تر بنا دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۸۹﴾

پناہ گزین بھولا گورنر

مدینہ کے ضرورت سے زیادہ سریع الاعتقاد اور بھولے گورنر کی نگرانی
سے تنگ آکر حسینؓ بمعیت عبداللہ بن زبیر مکہ کی سرزمین میں پناہ گزین ہوئے

صفحہ نمبر ۱۹۴

ناعاقبت اندیش اور شیخی باز

حسینؓ کے دو ر اندیش دوستوں نے لاکھ مذمت سماجت کی کہ ایسی
خطرناک مہم کے اندر ناعاقبت اندیشانہ اپنے آپ کو جوکھم میں نہ ڈالیں مگر

حسینؓ نے حب جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی اور ان
لاتعداد خطوط کی فخریہ طور پر نمائش کرتے رہے اور ان کی تعداد جیسا کے شیخی
سے کہتے تھے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے مساوی تھی۔

صفحہ نمبر ۱۹۵

مروان کی حسین سے محبت

اس مکتوب کے الفاظ ہی ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت حسینؓ کی
ذات سے حضرت مروان کو کیسی الفت تھی

صفحہ نمبر ۱۹۹

یزید کے ہاتھ میں ہاتھ

جب حضرت حسینؓ کو عیان بوفاداری کے دعاوی کی حقیقت اچھی

طرح واضح ہو گئی اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ چلا کہ کہاں ہیں اور کیا

ہوئے تو آپ نے جان لیا کہ امیر المومنین یزید کی خلافت پر تمام امت

متفق ہو چکی ہے اور جماعت کے فیصلے یا عمل کا استحقاق ممکن ہی نہیں تو آپ

نے دمشق جانے کے لیے باگ موڑ دی تاکہ آپ اپنے ابن عم یزید کے ہاتھ

میں ہاتھ دے دیں۔

﴿صفحہ نمبر ۲۰۴﴾

بہر حال حضرت حسینؓ کی طہارت نفس کی برکت تھی کہ آپ نے

بالآخر اپنے موقف سے رجوع کر لیا

﴿صفحہ نمبر ۲۰۵﴾

حضرت حسینؓ کی یہ سعادت کبریٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خروج

الجماعت کے شر سے محفوظ رکھا اور بالآخر اس کی توفیق ارزانی فرمائی کہ

جماعت کے فیصلے کی حرمت کو برقرار رکھنے کا اعلان کر دیں اقدام خروج میں

آپ نے غلطی کی تھی مگر آخر وہی کیا جو آپ بڑے اور بزرگوار حضرت حسنؓ کے

منشا کے مطابق خیر خواہوں اور بہی خواہوں کی رائے کے موافق اور کتاب و سنت

کی روشنی میں واجب تھا

قتلِ حسین جائز تھا

امیر المومنین یزید جو حسین علیہ خلیفہ تھے جن کا پرچم تمام عالم اسلام پر

لہرا رہا تھا اس کے بجائے کیوں نہیں گرا اپنے خلاف خروج کرنے والوں کا مقابلہ

کریں حضرت علی مرتضیٰ کی تلوار حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ زوجہ محترمہ

حبیب رسول صلوٰۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہو سکتی ہے تو حضرت حسین

کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جا سکتی۔

ایک خطرناک مکالمہ

یزید نے محمد حنفیہ کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر ان سے کہا حسین کی

موت پر خدا تمہیں اور مجھے اجر عطا فرمائے بخدا حسین کا نقصان جتنا

تمہارے لئے بھاری ہے اتنا ہی میرے لئے بھی ہے اور ان کی موت سے

جتنی اذیت تمہیں ہوتی ہے اتنی ہی مجھے بھی ہوتی ہے اگر ان کی موت کا

معاملہ میرے سپرد ہوتا اور میں دیکھتا کہ ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر

اپنی آنکھوں میں دے کر ٹال سکتا ہوں تو بلا مبالغہ دونوں ان کے لئے قربان

کر دیتا مگر انہوں نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی اور خونی رشتہ ٹھکرا دیا تمام

کو ضرور معلوم ہوگا کہ ہم پبلک میں عیب جوئی حسین کی کرتے ہیں بخدا ایسا اس

لئے نہیں کہ عوام میں خاندان علی کو عزت و حرمت حاصل نہ ہو بلکہ اس سے

ہم لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ حکومت وخلافت میں ہم حریف کو برداشت نہیں کر سکتے۔

یہ باتیں سن کر ابن الحنفیہ نے کہا کہ اللہ تمہارا بھلا کرے اور حسین پر

رحم فرمائے اور ان کے گناہ معاف فرمائے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ تمہارا

نقصان تمہارا نقصان اور تمہاری محرومی تمہاری محرومی ہے

﴿بحوالہ یاد اوری صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

معرکہء کربلا حضرت زین العابدین کی نظر میں

حضرت حسین کے ناکام اقدام خروج پر ہر فریق نے اپنے اپنے

نقطہ نظر سے اظہار خیال کیا لیکن ان کے صاحب زادے حضرت علی بن

الحسین زین العابدین کا اس بارے میں جو رویہ رہا اس سے بخوبی ثابت

ہے کہ ان کے اہل خاندان اس واقعہ کو ایسا سیاسی اقدام سمجھتے تھے جو مناسب

نہ تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۲۰۹﴾

میدان کربلا

کربلا کی سرزمین سرسبز وشاداب زمین تھی اس میں متعدد پانی کے

چشمے بہتے تھے اس کے علاوہ زراعتی زمین کھودنے سے آب زلال وگوار

یہاں پانی وافر مقدار میں حاصل ہو سکتا ہے

صفحہ نمبر ۲۱۷

جب کربلا کی صحیح وجوہ اس کے محل وقوع اور حسینی قافلے کے موقع پر

دس محرم سے پہلے نہ پہنچ سکنے کی مندرجہ بالا تاویل تردید واقعات و حالات کو

پیش نظر رکھا جائے تو محرومی آپ کی یہ سب فرضی داستانیں بے حقیقت اور

وضعی ثابت ہوتی ہیں

آیت تطہیر میں حسینؑ شامل نہیں

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس

اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

اس آیت میں ازواج نبی کے جن بیوت یعنی گھروں کا ذکر ہے وہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکونہ گھر تھے وہی تو مہبط وحی تھے۔ وہیں

تو آیات قرآنی کا نزول ہوتا تھا۔ وہی تو فرشتوں کے اترنے کی جگہ تھے۔ ان

ہی بیوت میں آپ کے ساتھ سکونت رکھنے والی آپ کی ازواج مطہرات ہی تو

تھیں جن کو اہل بیت کہہ کر آیت تطہیر میں مخاطب کیا گیا ہے۔ آپ کے

مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا عباس رہتے تھے اور نہ ہی آپ کے داماد علی

اور نہ ہی ان کی بیٹی اور نہ ہی ان کی اولاد۔

صاحب روح المعانی نے صحیح کہا ہے کہ اہل بیت البیت میں الف

لام عوض مضاف الیہ کے آیا ہے یعنی بیت النبی اور اس سے مراد صاف طور پر

منی اور مکزی کے بچے ہوئے گھر تھے نہ کہ قرابت و نسب کے گھرانے۔

﴿عقد مدظلہ خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۳۶﴾

فرضیکہ آیت تطہیر بخص اور صرف ازواج مطہرات کے بارے میں

ہے اور جس کے بارے میں ہے اور جس سے پاکی کا وعدہ ان ہی امہات المو

منین سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے نسبتی قرابت

دار کو خواہ وہ چچا ہو یا داماد جس سے پاک کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی

وعدہ فرمایا ہے اور نہ اس آیت کا اطلاق ان میں سے کسی پر ہے اور نہ ہو سکتا

ہے

﴿صفحہ نمبر ۳۷﴾

آیت مباہلہ میں حسینؑ شامل نہیں

سید رشید رضا نے تفسیر القرآن میں آیت مباہلہ کے سلسلے میں وضعی

روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان روایتوں کا منبع و مصدر شیعہ ہیں

ان روایتوں کی اشاعت حتی الامکان کی گئی ہے یہاں تک کہ اہل سنت میں

سے بھی کثیر تعداد متاثر ہوئی مگر ان روایتوں کو وضع کرنے والوں میں اس

آیت پر تطبیق عمدگی کے ساتھ نہیں کی لہٰذا عرب نساء کا لفظ اور کلمہ اپنی زبان پر

اس طرح نہیں لا سکتا کہ مراد بھی اس لفظ سے بیٹی سے ہونا ہو جب اس

بیٹی کے شوہر بھی موجود ہوں اور نہ ان کی بابت میں اس لفظ کا یہ مفہوم سمجھا جا

سکتا ہے

اور اس سے بھی بات یہ ہے کہ انفسنا سے مراد علی کی ذات سے لی جائے علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی ندا کی یہاں تعیین اور ان کے بیٹے اور اولاد نہ مباہلہ ہوا نہ مباہلہ کی شرائط کہ عیسائی جب تک اپنی بیویوں اور بیٹوں کو نجران سے نہ بلا لیتے پوری ہوتیں تو آپ اپنی ازواج مطہرات اور اپنے فرزند ابراہیم کو ساتھ لیتے نہ کہ بیٹی اور نواسوں کو جن پر اس آیت کے لفظ نساء نا و ابناء نا کا اطلاق نہیں ہو سکتا جیسا کہ مفتی محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا نے فرمایا ہے نساء کا لفظ کوئی عرب بیٹی کے لئے استعمال نہیں کر سکتا اور ابن کا لفظ تو اس کے لئے تصور بھی نہیں ہو سکتا

﴿مقدمہ خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۳۸﴾

خارجی اپنے آقاو مولا یزید کے

حضور میں

کتاب رشید ابن رشید کے اقتباسات

امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی اللہ امیر المومنین یزید

(رشید ابن رشید صفحہ اول)

اجماع ہوا اصحاب کا خلافت پر یزید

اب کوئی اختلاف اپنا نہ جتائے گا

امیر وامام تھے وہ اصحاب رسول کے

رحمت کا یہ نشان سبھی کو بتائے گا

سالار فوج منصور صحیح جا مرتبہ
کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائے گا

محبوب اہل بیت ہیں ابن حیا و ہے
پرچم کسی سے ان کا گرایا نہ جائے گا

ابن حیا کی فضل سن لے یہ واشگاف

عام یزید ان سے ستایا نہ جائے گا

(کتاب مذکور، صفحہ نمبر ۳۱)

صحابہ کا امام

صحابہ کرام کے بعد امیر المومنین یزید کی ذات اس کی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ آپ کو رضی اللہ تعالیٰ کہا اور لکھا جائے صحابہ کرام کی شان و بڑی کے پیش نظر اور ان کے بزرگوں کے مرتبے اور عزت کی خاطر ان کے امیر و امام (یزید) کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا بے حد لازمی ہے ورنہ ان بزرگوں کی شان میں گستاخی ہوگی۔

محدثین پر تہمت

اس حقیقت اور پر تمام محدثین اور اہل حق متفق ہیں کہ امیر المومنین
یزید نے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پھر ان آیات اور آنحضور کی
بشارت **مغفور لھم** کے پیش نظر کیوں نہ صحابہ کرام کے امیر کو رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کہا جائے۔

﴿کتاب مذکور و صفحہ نمبر ۴۱۔۵﴾

اقبال پر بہتان

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۷ پر جلی قلم سے ایک عنوان لکھا ہے ملاحظہ
ہو۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اور واقعہ کربلا۔ پر شعر لکھا ہے۔

ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کیلئے

﴿اقبال﴾

یزید حق پر تھا

امیر المومنین یزید حق پر اور سیدنا حسین کے قتل سے راضی تھے تمام
صحابہ جو اسوقت دنیا میں تشریف فرما تھے۔ سب نے بخوشی یزید کی بیعت
قبول کی تھی اس وقت کے تمام مسلمان مع حسین اور ابن زبیر [illegible]

ثبوت کا ہر فرد امیر المومنین یزید کو نیک کردار اور دیندار سمجھتا تھا۔

حضرت علی اور یزید کا موازنہ

سیدنا علی کی خلافت پانچ سال کے قریب ہے اور امیر المومنین کی

خلافت بھی تقریباً چار سال ہے اگر ان دونوں خلفاء کے عہد خلافت کا بچشم انصاف مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو سکے گا کہ آیا باعتبار نتائج اتحاد امت کے تحفظ بلاد و تحفظ نفوس مسلمین اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیوں کے ملت اسلامیہ کو سیدنا علی کے زمانہ کی خانہ جنگیوں اور اندرونی خون ریزیوں سے تحفظ دینے یا امیر المومنین یزید کے حسن انتظام سے۔

﴿ کتاب مذکور، ۲۲۔۲۳ ﴾

اس سے آگے چل کر لکھا ہے:

کہ بدیں وجہ اگر کوئی شخص میری اس تالیف سے سیدنا علی اور امیر یزید کی شان کا تقابل سمجھے تو وہ تعصب سے کام لے گا۔

آل رسول

امیر المومنین یزید اور تمام تابعین عظام اور تبع تابعین اور باقی تمام فیلڈ مسلمان جو گزر چکے ہیں اور جو آنے والے ہیں سب آل علی داخل ہیں

جب آپ کہیں گے اللھم صلی علی محمد و آل محمد تو یہ سب کے

گستاخ

جو لوگ صحابہ کرام کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی صحابہ کرام کے امیر (یزید) کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۸

بیعت یزید کرنے والے

سیدنا عباسؓ سیدنا عمر فاروقؓ سیدنا جعفر طیارؓ سیدنا علیؓ جبکہ سیدنا حسینؓ ان سب بزرگوں کی اولاد نے امیر المومنین یزید کی بیعت کی۔

اور حکومت کے کام میں ہر قسم کا تعاون فرمایا اور دنیاوی فوائد حاصل کیے یہ بزرگ امیر کے خلاف کسی قسم کی گستاخی سننے کو تیار نہ تھے۔

کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۸

واقعہ کربلا

کوفیوں اور مسلم بن عقیل کے بھائیوں کے ناعاقبت اندیشانہ

جذبے سے پیدا ہونے والا واقعہ پیش آیا جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے

فتنوں کے سیلاب بہا دیئے۔

سبیل سکینہؓ

کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۹

یزید پاک

امیر المومنین یزید جن کو اللہ تعالیٰ نے رہبر اعظم محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے پاک فرمایا ہے

صفحہ نمبر ۳۲

یزید پر اعتراض کا مطلب

امیر المومنین یزید پر اعتراض کرنے کا واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ

ہم صحابہ پر اعتراض کر رہے ہیں

صفحہ نمبر ۷۸

صحابہ پر بہتان

یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ اس نے اسلام کی

ہجری گیلئے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات پیدا کر دی ہے کہ آنحضرت سیدنا

معاویہ کے بعد خلافت کا اگر ابھی سے فیصلہ کر دیا جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا

ان حالات کے مدنظر آنحضور صلعم کے جانثاروں نے یزید کو ولی عہد کے لئے

منتخب فرمایا۔

کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۸۳

یزید کی ولی عہدی ابن کثیر سے دھوکا

...ی عہدی کے سلسلہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی دنیا
...نے متفقہ طور پر امیر یزید کی بیعت کر کے ثابت کر دیا تھا کہ وہ مسلمہ امیر
...المومنین یزید کی خلافت پر خوش تھی۔

لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی علاقوں میں لوگوں نے بلا کسی اختلاف کے
...بیعت کی اور وفود بھیج کر تائید بیعت کے لئے امیر یزید کے پاس حاضر
...ہوئے۔

(صفحہ نمبر ۸۰ جلد نمبر ۸ البدایہ والنہایہ)

اسے بے ایمانی اور بے حیائی کی انتہا کہہ لیجئے کہ اصل عبارت کا

آپ جلد بھی چیک کر لیں اور ترجمہ جو بھی میں آپ لکھ دیا اور جو بھی میں آیا نتیجہ نکال
لیا۔

یزید سب سے افضل

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ امیر یزید کے انتخاب پر
متفق تھے۔

(صفحہ نمبر ۱۲۱)

امیر المومنین یزید کا خلیفہ ہونا ضروری تھا۔

(صفحہ نمبر ۹۲)

امیر المومنین یزید اس وقت کے تمام لوگوں سے علم و حلم اور دانائے

یعنی افضل تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

مسلمانوں کی بہتری اور رعایت امیر یزید کو خلیفہ بنانے میں ہی تھی

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

امیر المومنین یزید کو بامزدگی پر شرعی حجت قائم ہو چکی تو اس پر

اعتراض کیوں؟

﴿صفحہ نمبر ۹۴﴾

امیر المومنین یزید کو خلیفہ نامزد کرنے میں صحابہ کرام نے اتفاق فرمایا

اور کسی نے بھی اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۴﴾

یزید نہ ہوتا تو تبلیغ اسلام ختم ہو جاتی

ان حالات سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزید کے علاوہ کسی

دوسرے کو مسند خلافت پر لایا جاتا تو قوم میں وہ خانہ جنگی ہوتی کہ جمل صفین

کی جنگ (بلا دینے والی خانہ جنگیوں سے بھی زیادہ مسلمان قوم تباہ و برباد ہوتی

اور اسلام کی تبلیغ کے تمام ذرائع مسدود ہو کر رہ جاتے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۵﴾

یزید کی شان میں قرآن

امیر المومنین یزید کی امارت اللہ تعالیٰ کا انعام تھا اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے

وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت

یستخلفنھم فی الارض الی آخر الایۃ

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور

نیک کام کئے انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ حکومت عطا فرمائے گا۔ (الخ)

﴿صفحہ نمبر ۹۷﴾

امہات المومنین پر بہتان

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات امیر یزید کی

خلافت پر متفق تھیں۔

اصحاب عشرہ مبشرہ پر بہتان

اصحاب عشرہ مبشرہ بھی امیر یزید کی خلافت پر خوش تھے سیدنا سعد بن

ابی وقاص آپ آنحضور صلعم کے ماموں ہیں آپ نے سیدنا علی کی بیعت نہیں

کی لیکن امیر یزید کی ولیعہدی سے اتفاق کیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹﴾

ابو ایوب انصاری پر بہتان

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ آپ جلیل القدر صحابی اور ترجمان رسولؐ پاک ہیں اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزید کی قیادت میں شریک تھے امیر یزید کی ولیعہدی پر متفق تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

اقبال کا ایک شعر

انہیں فتوحات کی خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اپنے سابقون اسلاف کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(آگے چل کر لکھا کہ۔) اس کا سہرا امیر المومنین یزید کے سر ہے کیونکہ یہ مہم آپ ہی کی خلافت آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ جرنیل کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۹﴾

واقعہ کربلا سبائیوں کی شرارت ہے

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت پونے چار سال ہے جس میں واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ جس میں حادثہ کربلا خانہ جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی

شرارت کا نتیجہ تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

واقعہ حرّہ اہل مدینہ کی شرارت ہے

دہا واقعہ حرہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا سیدنا علی کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ نہ ہی کوئی بنی عباس اور نہ کوئی قاروقی و ہاشمی اس تہمت میں مبتلا ہوا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۱﴾

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کے کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرۃ میں مارے گئے اہل نظر جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر (مدینہ منورہ) کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا جنگ کا نام نہیں دیا جا سکتا ان دونوں حادثوں میں نہ زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے

﴿خلافت معاویہ و یزید﴾

حصہ دار

آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا اور اسلام کامیابی سے دنیا میں پھیلتا ہی چلا گیا اور یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی مرضی تھی۔

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ آپ جلیل القدر صحابی اور میزبان رسولؐ
پاک ہیں اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزید کی قیادت میں شریک تھے
امیر یزید کی ولیعہدی پر متفق تھے۔

(صفحہ نمبر ۱۰۰)

اقبال کا ایک شعر

انہیں فتوحات کی خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اپنے سابقون
اسلاف کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(آگے چل کر لکھا کہ) اس کا سہرا امیر المومنین یزید کے سر ہے
کیونکہ یہ ہم آپ ہی کی خلافت آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ
جرنیل کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

(صفحہ نمبر ۱۱۹)

واقعہ کربلا سبائیوں کی شرارت ہے

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت پونے چار سال ہے جس میں
واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ جس میں حادثہ کربلا خانہ
جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

واقعہ حرّہ اہل مدینہ کی شرارت تھی

رہا واقعہ حرّہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا سیدنا علی کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ نہ ہی کوئی بنی عباس اور نہ کوئی فاروقی و ہاشمی اس فتنہ میں مبتلا ہوا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۱﴾

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا جبکہ جلال الدین سیوطی کے مطابق تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرّہ میں مارے گئے اہل نظر جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر (مدینہ منورہ) کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا جنگ کا نام نہیں دیا جا سکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے

﴿خلافت معاویہ و یزید﴾

حصہ دار

آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا اور اسلام کامیابی سے دنیا میں پھیلتا ہی چلا گیا اور یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی مرضی تھی۔

آپ کے عہد کی فتوحات نے ثابت کیا کہ امیر المومنین یزید اس حق
کو دنیا میں پھیلانے کے پورے پورے حصہ دار ہیں

﴿صفحہ نمبر ۱۲۲﴾

پیدائشی جنتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ قیصر روم
کے شہر قسطنطنیہ پر میری امت کی جو پہلی فوج جہاد کرے گی وہ مغفور ہے
امیر یزید اس فوج کے سالار تھے۔ اسلئے آپ پیدائشی جنتی ہیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۳﴾

امیر المومنین

تمام صحابہ جو اس وقت دنیا میں حیات تھے سب نے امیر خلافت
کی بیعت کی اور امیر کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا۔

﴿صفحہ ۱۳۱﴾

حق بجانب

امیر المومنین یزید وہ خوش قسمت انسان ہیں کہ خلفائے راشدین
رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ادنیٰ غلام ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے
آپ کو ایک ایسی صفت سے نوازا جس پر آپ بجا طور پر فخر کرنے پر حق
بجانب ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ آپ کے نانھیال کے دست حق پرست پر

خلافت کی بیعت کر کے ان کو اپنا امیر و امام تسلیم کرنے والوں میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو ان بزرگوں سے کسی طور پر بھی افضل ہو لیکن امیر المومنین یزید کی بیعت کر کے آپ کو امیر و امام تسلیم کرنے والوں میں بہت ہی بلند مقام رکھنے والی اکثر ذیشان ہستیاں موجود تھیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۲﴾

افسانہ تراشی

امیر المومنین یزید دین حق کے خادم اور امت مسلمہ کے خلیفہ تھے اور لوگوں پر خدا کے حکم کو نافذ کیا۔ دنیا کی اصلاح میں حصہ لیا اور اسلام کو دنیا میں پھیلایا گویا اللہ کے بندوں کو فیض پہنچایا۔ اسلامی سرحدوں کو وسیع کیا لہٰذا قرآن کریم کے اصول کے مطابق فلاح و نجات پانے والے وہی لوگ ہیں جو حق کا بول بالا کرتے ہیں رہا کربلا کے مظالم اور بداعمالیوں کا معاملہ تو یہ کوفی تفرقہ بازوں کی افسانہ تراشی ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۲﴾

مدینہ منورہ سے یزید کی محبت

اہل نظر کیا یزید کے ایسے سلوک سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ آپ کو مدینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد سے زیادہ انس اور محبت تھی وہ لوگ جو آپ پر تہمتیں لگاتے ہیں انصاف سے کہیں کہ امیر المومنین یزید کو

مدینہ رسول اور اہل مدینہ سے کس قدر محبت تھی۔

(صفحہ نمبر ۱۶۹)

باپ نے جان دے دی بیٹے نے بیعت کر لی

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتا ہے کہ

آپ نے امیر المومنین یزید کی اہلیت اور صلاحیت اور ان کے حسن سلوک و برادرانہ شفقت اور ملی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیعت خلافت کی تھی۔

کوفیوں کا کردار آپ کے سامنے تھا اس لئے انہوں ساری عمر منہ نہ لگایا حالانکہ کوفی جناب زین العابدین کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے حد

سے زیادہ زور صرف کرتے رہے یہ سب باتیں تاریخ اسلام سے اتنی طرح ثابت ہیں۔۔۔ آپ نے امیر المومنین یزید سے خلافت کی بیعت کر کے ہر طرح سے تعاون فرمایا اور واقعہ حرہ میں باغیوں سے علیحدہ رہے اور بغاوت سے پہلے امیر المومنین کو ہر بات سے باخبر رکھا اور اپنے آپ کو باغیوں سے ہر طرح سے علیحدہ رکھا۔

(صفحہ نمبر ۱۷۰)

عمر بھر دعائیں دیتے رہے

مزید لکھا ہے!

بلکہ امیر المومنین یزید کا حسن سلوک اور برادرانہ برتاؤ دیکھ کر عمر بھر

دعائیں دیتے رہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۵۷﴾

یزید کی تعظیم

ثابت ہوتا ہے کہ علی بن حسینؒ (امام زین العابدین) امیر یزید سے نہایت تعظیم اور عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔

رشتہ داری

امیر المومنین یزید اپنا رشتہ ابی طالب کے گھر بھی جوڑنے میں کامیاب رہے مثلاً سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب آنحضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اپنی دختر نیک اختر سیدہ ام محمد کا نکاح امیر المومنین یزید سے کرتے ہیں۔

ہر دلعزیزی

امیر المومنین یزید کو عوام میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۵۷﴾

خلیفہ برحق

جس نے خانہ کعبہ پر دیبائے خسروی کا غلاف چڑھانے کی مبارک رسم کی ابتداء کی وہ امیر المومنین یزید ہی تھے ان کے خلیفہ برحق ہونے میں

ہونی کسر باقی ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۴﴾

عبد اللہ بن جعفر طیّار پر بہتان

آپ سیدہ زینب بنت علی کے خاوند ہیں جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ ابن جعفر نے امیر المومنین یزید سے پہلے ولیعہدی کی پھر خلافت کی بیعت کی اور آخری دم تک اس پر مستقیم رہے آپ نے ایک دفعہ امیر المومنین یزید سے واقعہ کربلا کے بعد فرمایا تھا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۹﴾

عیسائیوں کا یزید

یزید حلیم و کریم سنجیدہ و متین غرور اور خود بینی سے مبرا اپنی ذات میں زبردست رعایا کے محبوب ترک و احتشام شائق سے مختر عام شہریوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے والے مہذب انسان تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳ بحوالہ عیسائی مورخ﴾

مجسمہ خصائل

امیر یزید کی ذات میں بہت اچھی خصلتیں حلم و کرم فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں نیز حکومت کے معاملات میں بہت عمدہ رائے رکھتے تھے۔

صفحہ نمبر ۱۲۸

نامحمود عباسی کے قصیدے یزید کی شان میں

قارئین کو ہم بتادیں ضروری سمجھتے ہیں کہ ابن یزید کی کتاب رشید ابن رشید کے تمام تر حوالہ جات جو آپ ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں نامحمود عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ نمبر ۴۵ سے صفحہ نمبر ۷۶ سے اخذ کئے ہیں صرف انداز تحریر جاہلانہ ہے باقی سب کچھ وہی ہے جو عباسی نے لکھا ہے۔

اس لئے ہم ان حوالہ جات کا دوبارہ اعادہ نہیں کریں گے البتہ جب ان پر بحث ہوگی تو پھر یہ سب کچھ سامنے لانا ہی پڑے گا یہاں پر عباسی کے شان یزید (لعین) میں لکھے ہوئے عربی قصائد کے کچھ حصے کا ترجمہ پیش کریں گے اور یہ ترجمہ بھی اسی کا ہے جس سے قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں کی نگاہ میں خدا اور رسول کے بعد اگر کوئی مقام ہے تو وہ یزید پلید

کے لئے مخصوص ہے، چونکہ ان قصائد کا ہر مصلہ بذات خود ایک عنوان ہے اس
لئے متعدد عنوانات قائم کرنے کی بجائے صرف یہی ایک عنوان رکھا جاتا ہے

قصیدے یزید کے

☆۔ ہم نے عید کی خوشی سے اس قدر لطف اٹھایا جس طرح
امیر یزید نے سخاوت و بخشش سے۔

☆۔ کیا مشک کی خوشبو یزید کے شیریں اور خوشبودار اخلاق سے
زیادہ خوشگوار ہے۔

☆۔ غیر مغلوب یزید میدان جنگ سے اموال غنیمت کی شکر لوٹے
تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ثناء آپ لوگوں کے حق میں
عفو و مغفرت کی بشارت دی ہے۔

☆۔ وہ لوگ جن کی ساری خطائیں دو نہروں (دجلہ و فرات) میں
دھل گئیں۔

☆۔ آپ لوگوں نے کفر ستاں کو منور کرنے کے باعث اپنے اوپر
فردوس واجب کر لیا۔

☆۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے امیر یزید کی قیادت میں

جہاد کیا۔

☆۔ ان پاک طینت مجاہدین میں حضرت حسین بھی تھے۔

☆۔ تمام بڑے بڑے ائمہ وقت نمازوں اور مقدموں میں ہمیشہ

امام علیہ السلام بنائے۔

☆۔ جد سے بڑھ کر مظلوم کوئی نہیں۔

☆۔ یہاں تک کہ تمام لوگوں نے بے چون وچرا تبدیلی سے آپ

کی ولی عہدی کی بیعت کی۔

☆۔ زمین کی ولی عہدی کے دس سالہ دور میں آپ نے سارے

فخر کمالات حاصل کر لئے۔

☆۔ ایک جماعت ان کی فطری خوبیوں سے بیزار ہو کر بے وفائی

پر آمادہ ہو گئی۔

☆۔ آپ عرب کے پرہیزگار شہسوار اور قوم کے محبوب ہیں۔

☆۔ آپ کی خلافت میں شک کرنے والا خلفائے راشدین کی

خلافت میں شک کرنے والے کے مشابہ ہے۔

☆۔ ان کے والد محترم نے جمہوریت سوزی کے اندیشے سے ان

کی ولایت کو پسند کیا۔

☆۔ اس شہسوار عرب کی ولایت میں اڑھائی سو سے زیادہ صحابی

تھے۔

☆۔ امیر المومنین یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے صدا دیا نہ

برتاؤ فرماتے تھے۔

☆۔ ان کے عزائم پہاڑ کی طرح اٹل اور ہمتیں فضا کی طرح وسیع

تھے۔

☆۔ اپنے پرہیز گار آباؤ اجداد کی طرح داد و دہش میں بحر بے کنار

کے مشابہ ہیں۔

☆۔ آپ کے پاس وفود آتے اور گلہائے مراد سے دامن بھر پور

واپس لے جاتے۔

☆۔ جبکہ بجلی الطیح خراٹے بھرتے ہیں وہ ہشیار جاگتا رہتا ہے۔

☆۔ تحمل اور بردباری پھول اور مقابلے میں زمانے کی طرح تیز

رفتار۔

☆۔ درحقیقت بنو حرب کے تم ہی پر امید فرد ہو جنہوں نے بڑے

بڑے لوگوں کے خواب جھٹلا دیے۔

☆۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے خاندان اور صحابہ سے

عاشق کی طرح سے محبت تھی جو محبت کے حق کو پورا کر دیا کرتا ہو۔

☆۔ اس لئے آپ حضور کے گھر کے پڑوسیوں پر قربان تھے۔

☆۔ بڑوں کے بادشاہ یزید کی طرح دنیا مدینہ پر قربان ہو

جائے (اور میں بھی) اس مسند نشین شیر کی طرح اس بہترین سرزمین پر قربان

ہو چاہوں۔

☆۔ آپ کے پاس بیوہ اور مکاتب غلام اور لونڈیاں پناہ پاتے تھے۔

☆۔ بنو ہاشم، بنو خیج اور بنو عدی آپ پر قربان تھے۔

☆۔ امیر المومنین اپنے ہاتھوں سے ناول کی طرح علی ابن حسین رضی اللہ عنہ کو لوڑا کرتے تھے اور علی بن حسین (زین العابدین) بھی بچے سے حد درجہ مانوس تھے اور دشمنوں کی پراسرار شرارتوں کی اطلاع آپ کو پہنچایا کرتے تھے۔

☆۔ امیر المومنین یزید بچوں والی ماں کی طرح ان لوگوں سے لاڈ پیار کرتے تھے۔

☆۔ امیر المومنین لوگوں کو اتنا کھلاتے پلاتے اور دلجوئی کرتے کہ لوگ انہیں کمزور سمجھنے لگے۔

☆۔ چلچلاتی دھوپ میں امیر المومنین کا صحت پرور سایہ پناہ بخش تھا۔

☆۔ بزرگان صحابہ کی طرح آپ حد درجہ خوددار پروقار کریم النفس اور شریف الطبع تھے۔

☆۔ امن و جنگ ہر حالت میں آپ بزرگی و شرافت کی بہترین مثال تھے۔

☆۔ آپ پر لعن طعن کرنے والوں کے ساتھ مجد کی منافقوں جیسا

بڑھتا ہوا چلا جائے۔

☆۔ قلب مومن کے نور ایمانی کی طرح اے امیر المومنین یزید آپ

ہمیشہ منور رہیں گے۔

☆۔ آپ نے بحیثیت امیر لوگوں کو تین دفعہ حج کرایا آپ پر امیر و

غریب سب قربان ہوں۔

☆۔ آپ زبردست عالم بافقیہ اور حافظ قرآن تھے۔ آپ نے

پاک نفسوں سے روایتیں کی ہیں۔

☆۔ آپ سنگین سے سنگین معاملات میں حلم و بردباری کے پیکر

تھے۔

☆۔ آپ نے بدترین ہجو کرنے والوں کو بھی ہلاکت کی سزا دینا

گوارا نہیں فرمائی، بلکہ آپ نے ابن حسان و ابن ہبلان جیسے ہجو گویوں کے

عطیات دگنے کر دیئے۔

☆۔ آپ وقت مقابلہ شیر رحم دل انصاف پرور اور صولتیوں کی

بارش کرنے والے تھے۔

☆۔ اعمال میں تقویٰ کی فضیلت کی طرح آپ حکومت کے سر

براہوں میں افضل ترین ہیں۔

☆۔ آپ امت اور امور مملکت کے بہترین منتظم اور مدبر ترین

مجتہد ہیں۔

☆۔ پاکیزہ نفسوں کی طرح آپ زہد و تقویٰ کا ایثار کرتے۔

☆۔ تعجب ہے کہ صحابی جیسی شخصیتوں کو فاجر بنا دینا دین کی بنیاد

قرار پاتا ہے۔

﴿ماخوذ، خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۵۴۶ تا ۵۶۰﴾

تین کانے

ہمارے سامنے خوارج اور نواصب کے متعدد ریکٹ اور کتابچے بکھرے پڑے ہیں جن کا ایک ایک جملہ عداوت اہلبیت کا غماز ہے اور ایک ایک لفظ سے بغض و کینہ کی بو آتی ہے ہماری تحقیق کے مطابق یہ تمام تر متعفن مواد محمود عباسی کی شر انگیز کتاب خلافت معاویہ و یزید سے ہی حاصل کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ان تمام جہلا کی تحریروں کو سامنے لایا جائے۔ کیونکہ ان سب میں ایک ہی ابلیسی روح کارفرما ہے۔ البتہ دو کتابیں مزید ایسی ہیں جن کی چند عبارات پر توجہ دینا ضروری سمجھا گیا ہے اور ان کی کچھ جوابات بھی ہیں ان میں سے ایک کتاب کا نام رشید ابن رشید ہے جس کے کئی حوالے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کے مصنف یا مولف نے خود کو ابن یزید کی کنیت سے متعارف کرایا ہے حالانکہ یزید پلید سے اس کی والہانہ عقیدت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ خود کو ابن یزید لکھتا۔

بہر حال ہم اس کی اس بھول چوک کو معاف کرتے ہیں اور خود اسے

امن پڑھ ہی کے تا مرے یاد کریں گے۔

اگرچہ اس کی کتاب کا مقصود یہ حصہ نامحمود عباسی ہی کی تحریروں کا تجزیہ ہے تاہم اس نے کچھ خوفناک اضافے بھی کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے اسلاف خوارج کی طرح قطعی طور پر بے محل اندھا دھند قرآن مجید کی متعدد آیات نقل کرتا چلا گیا ہے اور پوری کتاب میں ایک آیت بھی ایسی نہیں پیش کی گئی جس سے اسکے استدلال کو تقویت ملتی ہو بہر حال یہ گستاخی ہم کسی دوسرے مقام پر کریں گے کہ کس طرح خارجی اپنے ابتدائی دور میں قرآن مجید کی آیات مقدسہ کو بلا وجہ اور بے محل پیش کیا کرتے تھے۔ اور کس طرح اس نے اپنے آباء اجداد کی تقلید میں قرآن کریم کو گمراہ بنانے کی کوشش کی ہے علاوہ ازیں اس نے ترجمان اہلسنت علامہ اقبال کے کلام کو بھی کہیں کہیں گمراہ بنانے کی کوشش کی ہے اور خاص بات اس میں یہ ہے کہ اس کتاب پر خارجی وہابیوں اور خارجی دیوبندیوں کے چند مولویوں کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

دوسری کتاب جس کے چند نمونے ہم پیش کرنے والے ہیں کا نام سادات ہوا میہ ہے اور اس مولف کا نام محمد سلیمان ہے یہ کتاب اس نے کسی محب اہل بیت کی تردید میں لکھی ہے اور انداز تحریر انتہائی کریہہ اور سوقیانہ ہے ہم اس کتاب کو زیر بحث کبھی نہ لاتے اگر اس کا تعارف نامحمود عباسی نے نہ لکھا ہوتا۔

چونکہ فتنہ عداوت اہلبیت کا محرک محض مذہبی ہے اور پاکستان و ہندوستان میں بھی یہی فتنہ انگیز اور مرکز شر و فساد ہے اس لئے بالواسطہ یا بلا واسطہ ہمارا مخاطب بھی رہے گا اس کو فتنہ باز اول ہم محض قیاسی طور پر ہی نہیں کہہ رہے بلکہ اس کی اپنی عبارت ہی سے مترشح ہوتا ہے کہ پاکستان میں عداوت آل رسول اور حمایت یزید پلید کا بیڑا اول اول اسی ملعون نے اٹھایا تھا چنانچہ یہ اپنی تصنیفات میں رقم طراز ہے کہ ہز ہائی نس سر آغا خان نے اپنی ایک تحریر میں فرمایا تھا کہ !

پاکستان بنا ہی یزید کیلئے ہے

دنیائے اسلام کی صدیوں کی تباہی کے بعد پاکستان بحیثیت سب سے پہلی عظیم ترین اسلامی مملکت کے عالم وجود میں آیا ہے اس لئے یہ موزوں ترین وقت ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان دور یعنی بنو امیہ کے درخشاں دور صد سالہ کی سچی تاریخ لکھ کر پبلک کے سامنے پیش کی جائے مصر و شمالی افریقہ میں تو اس قسم کی تالیف کی اس سے بہت کم ضرورت ہے کیونکہ مصر اور شمالی افریقہ کے (مسلمانوں) نے اس تشکیلی دور کی عظمت کو فراموش نہیں کیا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۵۹۔۶۰﴾

آگے چل کے لکھتا ہے راقم الحروف کو اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے

اور بدست دراز سے اس دور کے بعض اہم واقعات کی تحقیق و تفتیش میں ہمت
مصروف رہی مجتری ڈاکٹر صاحب آف پاپا سے اردو کی فرمائش سے کتاب الحسین
پر مختصر تبصرہ رسالہ اردو جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا پھر یہ تبصرہ رسالہ تذکرہ
کراچی میں دو سال تک شائع ہوتا رہا اور اس سلسلہ میں بارہ قسطیں راقم
الحروف کی شائع ہو گئیں چند ہی قسطیں شائع ہونے پر پاکستان اور بھارت
کے بہت افراد اور سماجی خطوط بکثرت آنے شروع ہو گئے جن میں سے اکثر
میں یہ تقاضا تھا کہ ان مضامین کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔

﴿ خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۶۳ ﴾

(شمالی افریقہ وغیرہ جو کبھی خوارج و نواصب کا شروع ہی سے مرکز رہا ہے اس
لئے وہاں اس کتاب کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے ؟ (مصنف)

مختصر یہ کہ پاکستان میں فتنہ خارجیت کا بانی ناصبی عباسی ہی کو قرار دیا
جا سکتا ہے اور یہی پہلا شخص ہے جس نے بذریعہ تحریر اظہار بغض اہلبیت کا
بیڑا اٹھایا اور باقی اس کی تمام تر ذریت اس کی مقلد ہے۔

ہم پوچھتے ہیں ؟

بات دور نکل جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم عمر بن عبدالعزیز پر یہ سوال بڑی
وضاحت سے کرتے کہ پاکستان اسی لئے معرض وجود میں آیا تھا کہ یہاں
صدیوں کے بعد فتنہ خارجیت کو پنپنے کا موقع مہیا ہو جائے گا۔

کس قدر رو حقائق اور بے حیائی ہے کہ جو ملک صرف اور صرف
عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبان اہل بیت کرام کی بے مثال
قربانیوں سے منصۂ شہود پر آیا اس میں اہلبیت رسول پر گستاخانہ حملوں اور
زبان درازیوں کا اہتمام کیا جائے۔

جس ارض مقدس کے حصول کیلئے جذبہ حسینیت کے نام پر مسلمانوں
کو تشجیع کیا گیا ہو اس مقدس سرزمین کے حاصل ہو جانے پر جذبہ حسینیت کو
کچل دینے کے پروگرام مرتب کئے جائیں، نواسہ رسول کو تختی گالیاں دی
جائیں جس کی شہادت کے اثرات نے اہل اسلام کو ذوق شہادت کی لذت
و کیفیات سے آشنا کیا اس کو باغی کا خطاب دے کر اس پر لعن و تشنیع کے تیر
برسائے جائیں۔ (معاذ اللہ)

یہ سب تمہاری فریب کاری اور خرافات ہے۔ یاد رکھو پاکستان کی
تاریخ کو بنو امیہ کا دور کوئی دوام بخشنے کی نہیں دے سکتا۔ تم لوگ یزید پلید کے
فرضی کارنامے بیان کر کے پاکستان کی بنیادیں ہلا دینا چاہتے ہو ارض مقدس
کی بنیادیں خون شبیر کی رنگینیوں کی مرہون منت ہیں۔

کیا تم اور تمہاری ذریت ایک لمحے کے لئے بھی یہ ثابت کر سکتی ہے
کہ پاکستان کو یزید کی قصیدہ خوانی اور اس کے عظیم کارناموں کو بیان کر کے
حاصل کیا ہے؟

کیا تم لوگ اہل پاکستان کو یہ یاد دلا سکتے ہو کہ مملکت خداداد
پاکستان امام حسین علیہ السلام کو باغی اور سرکش قرار دے کر حاصل کی گئی ہے
اور اگر ایسا نہیں ہوا تو جو ملک بنو امیہ کی تاریخ روشن ہونے سے پہلے دنیا کے
نقشہ پر بصد حسن و رعنائی جلوہ گر ہوتا ہے۔ تو اس کو یک بیک اس صد سالہ
روشن ترین تاریخ کی تاریخ کی ضرورت کیوں محسوس ہونے لگی۔

جس میں خاندان نبوت کو اجاڑا گیا اور گلستان نبوت کے ہر پھول کو
مسل دیا گیا۔ مدینۃ الرسول کو تاراج کیا گیا۔ بیت اللہ شریف پر
منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ کعبۃ اللہ پر آگ کی بارش کرنے کے نتائج
کعبہ کو جلایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو حرم محترم کے احاطہ میں ذبح کر دیا
گیا۔

اور محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد جیسے جاں باز مجاہدین اسلام
کو بھی تہہ تیغ کروا دیا گیا۔

بنو امیہ کی روشن تاریخ بیان کرتا تھی تو عمر بن عبدالعزیز کے دور کی
بات ہوتی ہے اور ان کی اصلاحات کو سامنے لا کر دنیا کو بتایا ہوتا کہ انہوں نے
کس مجاہدانہ انداز سے عوام الناس کو بنو امیہ کی چیرہ دستیوں اور سخت سے سخت مظالم
سے محفوظ کیا۔

اصلی مجرم

بات پھر دور جا رہی ہے اس لئے انہی الفاظ پر اکتفاء کرتے ہوئے
ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں اصل بات یہ تھی کہ پاکستان
میں کارخانہ خارجیت کو متحرک کرنے والا پہلا شخص نامحمود عباسی ہے، جس کا
اندازہ وقار حسین کو اس کے اپنے بیان سے بھی ہو گیا ہو گا اور ویسے بھی یہ ایک
بدیہی حقیقت ہے کہ باقی تمام تر کتابچے اسی مبلغ کی کتاب کے چربے ہیں

ہم جس کتاب کے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کرنا چاہتے
ہیں اس کے متعلق ہم بتا آئے ہیں کہ اس کا نام سادات بخاری ہے۔ اور اس
کا تعارف اسی نامحمود عباسی کا لکھا ہوا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس
تعارف کے چند جملے ہدیہ قارئین کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ اوراق میں
آنے والے متعدد واقعات کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

چور کا گواہ قاتل

اس سے پیشتر کہ ہم سادات بخاری کے مولف کی اہلیت کرام کی
شان میں کی گئی گستاخیوں اور شان یزید پلید میں لکھے گئے قصائد کی فہرست
ہدیہ قارئین کریں اس تعارف کے چند جملے پیش خدمت کرتے ہیں جو اس
کتاب اور مولف کے بارے میں نامحمود عباسی نے تحریر کیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے !

جوان سال و جوان ہمت مصنف محمد سلیمان سلمان کو خدا جزائے خیر

دیے کہ انہوں نے اپنی اس تصنیف میں غایت تحقیق سے روایات اور اخبار ان تمام اتہامات اور بہتان تراشیوں کا پردہ اس طور سے چاک کر دیا کہ تاریخ گمنامی کی بھی سکت ان اکاذیب میں باقی نہ رہی تاریخ کے اوراق ابن الوقت بہروپیوں، مدعیوں اور روافض کی نشان دہی کرتے ہیں جو اپنے ذلیل مقاصد سے سنیت کا چولہ پہن کر لوگوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں

﴿سادات بخوامیے۔ تعارف عباسی﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے باوجود شوکت و قوت کے حضرت امیر معاویہ کو خلافت سپرد کی تھی تو ان کے چھوٹے بھائی (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے کیوں امیر یزید کی مخالفت کی جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باضابطہ ولی عہد تھے اور تمام مسلمان ان کی وعیت میں شامل تھے، بنکر ہو کر یہ مصیبتیں کیوں اپنے سر مول لیں جس کا رونا یہ آج بھی روتے ہیں۔

﴿سادات بخوامیے۔ تعارف عباسی﴾

محمود عباسی کی ان چند سطور کا تذکرہ یہاں اس لئے ضروری تھا کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ یہ کتاب بھی اسی ناہنجار کے ایمان پر لکھی گئی ہے، اور اسی کے شیطانی ذوق کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ بہرحال۔ اب ہم اس کتاب کے چند ملے جلے اقتباسات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حدیثوں کا کارخانہ

سیاسی رقابت

حضرت امیر معاویہ، یزید، مروان کے خلاف جو احادیث گھڑی گئیں ان کا منشا سیاسی رقابت تھی۔

جو حضرات نے پولیٹکل افراد کی تحقیر اور سیاسی جذبات کی تسکین کیلئے اپنے سیاسی حریفوں کے خلاف کذاب اور کرایہ کے مچھوں سے خرافات تصنیف کرائیں جنہیں سبائیوں نے اور بے خبر فریب خوردہ مسلمانوں نے ان خرافات کو حدیث اور افسانوں کو تاریخ سمجھ کر قبول کر لیا جب حدیث اور سیر کی روایات کا یہ حال ہے تو تاریخ کی حقیقت ہی کیا ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۲۵﴾

ہماری تاریخ

بہر حال یہ ہماری تاریخ نہیں البتہ بحث و مذاکرہ اور درس و مطالعہ کے لئے بہت مواد ضرور ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۲۸﴾

سب اہل بیت باغیوں کا ٹولہ ہے

تاریخ سے معمولی تعلق رکھنے والے حضرات بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ اولاد علی رضی اللہ عنہ پر فخر کرنے والے اولاد اہلبیت کا فخریہ نعرہ

لگانے والے علویوں نے ہمیشہ اپنی ہی اہل بیت کو اپنے دماغ میں رکھ کر

دوسروں کو امارت اور حکومت کا نااہل تصور کرتے ہوئے حکومت وقت کے

ساتھ باغیانہ انداز میں بغاوت کی ہے۔

(سادات نوامی صفحہ نمبر ۵۲)

حسینؑ کو شہید کھنا جرم ہے

خاندان رسول کو ننگی گالیاں

ہمارے پڑھے لکھے پڑھے سنی حضرات جن کے دماغوں میں ایک

ہزار سال سے ایک فتنہ پرداز گروہ نے ان باغیوں کی اہلیت اور

مظلومیت کا زور و شور سے ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر بٹھا دیا ہے۔ یہ علویوں کا خروج حکومت

وقت کے خلاف بغاوت نہ تھی بتایئے کہ یہ حکومت کرنے کا اور اہلیت ہونے

کا دعویٰ جو علوی دماغوں میں گھسا ہوا تھا۔

میں پوچھتا ہوں علویوں نے کونسی بر سر حکومت کی حکمرانی کا اللہ

کے رسول سے حاصل کیا تھا اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ **انما اھلبیت**

رسول اللہ کے باغی مدعیان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الزمان سے

کہیں یہ بھی سنا تھا کہ نسلی نسبی فخر و میں ہمیشہ سرشار رہنا اور جب تک رسول

کی نسل سے ایک شخص بھی دنیا میں باقی رہے خبردار کسی کو تخت حکومت پر نہ

بیٹھنے دینا اور بغاوت کرتے رہنا حق تمہارا ساتھ دے گا مگر تاریخ گواہ ہے کہ

حق کے ان باغیوں کا ساتھ دینے کی بجائے اسے حق انہیں کے گلے پڑ گیا

اور ان جھوٹے مدعیوں اور باغیوں کو اپنے کیفر کردار کی سزا ملی اور جہنم کے

گھاٹ اتارے گئے۔ جن کے لئے شہید کئے گئے کا لفظ استعمال کیا گیا

ہے۔ خود باغی امیر وقت کا باغی اگر قتل کیا جاتا ہے جس کی سزا سارے ادیان

میں یہی قتل ہے اس کو شہید کہا جائے یہ غضب نہیں تو اور کیا ہے

﴿سادات عوامیہ صفحہ نمبر ۵۲﴾

اہلبیت کو قتل کرنا جائز ہے

اس لئے جمہور علمائے اہل اسلام نے اتفاق کیا ہے کہ خلیفہ خواہ اہل

ہو یا نا اہل تھیں اگر اس کی حکومت قائم ہے تو حواس پر خروج کرے گا اس کا حکم

باغی ہوگا خواہ کتنا ہی افضل اور جامع ہو اس سے لڑنا اور اس کی جماعت کو قتل کرنا

جائز ہے۔

﴿سادات عوامیہ صفحہ نمبر ۵۲﴾

شہید نہیں باغی کہو

حسین پر اللہ کا عتاب ہوا تھا

جن کے لئے آپ نے شہید ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے وہ اس حکم

کے مطابق باغی تھے یا نہیں۔ اگر تھے اور یقیناً تھے تو کیا باغی شہید ہوتا ہے؟

اور وہ خدا اللہ یا ثواب ہوگا؟ سن لیجئے کہ باغی کے لئے حکم ہے کہ

اس کو اور اس کی جماعت کو قتل کرنے والے ہی کسی گڑھے میں ڈال کر دبا دیا

جائے یا ایسے پڑا رہنے دیا جائے جنگل کو ان اور دوسرے درندوں کے لئے

کیونکہ عذاب معتوب کی یہی سزا ہے

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۵﴾

قتل حسین ہزاروں انسانوں کے قتل سے بہتر

جب بنو امیہ کی حکومت قائم ہو لی تو صحابہ کرام کو اپنے طرز عمل میں

ذرا بھی تذبذب نہیں ہوا اور پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر عمل کیا اور ای پر

اجماع امت کی مہر لگ گئی مصلحت و حکمت اس حکم کی ظاہر ہے اگر روز اول

سے ہی ان دعویداروں کا دروازہ بند کر دیا جاتا تو کوئی بھتر سے بھتر اسلامی

حکومت بھی خروج اور شورش سے محفوظ نہ رہ سکتی۔

نتیجہ یہ فتنہ کی ہمیشہ کشت خون کا بازار گرم رہتا اس لئے ایسے شخص کا

خروج باغیانہ خروج ہے وہ باغی ہے اور ایسے انسان کا قتل ہزاروں انسانوں

کے قتل سے زیادہ بھتر ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۵﴾

اہلبیت رسول کیلئے جھنم کی سزا

بنو امیہ کی حکومت کے خلاف خاندان رسالت کی شورشوں اور

بغاوتوں کی کہانی آپ خارجیوں کی زبانی ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی آپ

پڑھ ہی چکے ہیں کہ ان بغاوتوں اور خروج کی سزا جو کہ اہل بیت رسول کے لیے مقدر اللہ ہے۔ وہ خارجیوں کے عقیدہ کے مطابق کتنی ہولناک اور اذیت ناک ہے۔

خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر بھی مجرم کے کوسنے کے باوجود ملعون خارجی کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا چنانچہ یہ سب کچھ لکھنے کے بعد اب وہ ایسی روایات کو اہل بیت کے خروج پر چسپاں کرنے سے بھی باز نہیں آیا جن کے مطابق تمام خانوادہ رسول کو جہنمی قرار دے دیا جائے (معاذ اللہ) چنانچہ اہل بیت رسول کے خروج و بغاوت کا ذکر کرنے کے بعد وہ استدلال کے طور پر اس خروج کی وحیادی سزا کے بعد آخری سزا کے طور پر یہ روایت پیش کرتا ہے۔

جاہلیت کی موت

جس نے جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا اور خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہو گیا اور اسی حالت میں بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔ اگر کوئی شخص اپنے امیر کو ایسی بات کرتے دیکھے جو اسے پسند نہ آئے تو چاہیئے کہ صبر کرے اور اس کی اطاعت سے باہر نہ ہو کیونکہ جو کوئی سلطان اسلام کی اطاعت سے بالشت بھر بھی باہر ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

بچاؤ کی کوئی صورت نہیں

جس نے خلیفہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا یعنی اطاعت نہ کی تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور اس کے لئے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی اور جو مسلمان دنیا سے اس حالت میں گیا کہ خلیفہ کی بیعت و اطاعت کے حلقہ سے اس کی گردن خالی ہوگی تو یقین کرو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

دوزخ کا ٹھکانہ

جو خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہوا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

(سادات حوامیم صفحہ نمبر ۵۶)

کیا جہنم آل رسول کے لئے ہی بنایا گیا ہے

قارئین!

اندازہ فرمائیں کہ جن متکبر اور برگزیدہ ہستیوں کو جنت افروز کا مالک و مختار قرار دے دیا گیا ہو۔

جن پر جہنم کی آگ حرام قرار دی جا چکی ہو۔

جن میں بعض کو جنت کے نوجوانان جنت کی سرداری کا منصب عطا فرما دیا گیا ہو۔

جن کا جنتی ہونا اور جنت میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مہمان ہیں، ہمنا مخصوص ہوان سارکنان جنت انفردوس بیان، ولایات کو
منطبق کرنا اوران کوان وعیدوں کا مصادق قرار دینا جو دوزخیوں کے لئے آئی
ہیں حقیقت کو مسخ کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا کوئی صحیح الدماغ انسان ان
خرافات کو تحقیق کا نام دے سکتا ہے؟

ہرگز نہیں۔ یہ تحقیق نہیں خباثت سے زیادہ گرداتی ہے۔ جہنم آل رسول
کے لئے نہیں آل رسول کے دشمنوں کے لئے ہے۔

یہ کینہ پرور اور بغض و عناد کے پیکر بوقت ضرورت یہ کلیہ بھی تسلیم
کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی عصمت قرآن و حدیث سے منصوص ہے ان کے

خلاف اگر کوئی تاریخی روایت یا حدیث موجود ہو تو اہل اسلام کو چاہیئے کہ اسے
مسترد کر دیں۔

لیکن یہ کس قدر ظلم عظیم ہے کہ جب اہل بیت رسول علیہا الصلوٰۃ
والسلام کا معاملہ آتا ہے تو خود ہی ان کلیہ کے پرخچے اڑا دیتے ہیں اور انداھا
دھند انکی روایات کو ان کے حق میں نقل کرتے چلے جاتے ہیں جن کو کسی بھی
صورت میں ان کے حق میں ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

سادات بخاری کے خلاف تاریخی مصنف کی دشمنانہ خرافات اور اہلبیت
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھلی عداوت اور بغض و عناد کی واضح ترین
تصویر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

یہ محض چند اوراق سے اخذ کیا ہوا نمونہ تھا۔ کتاب کے باقی حصہ میں

وہ سب کچھ موجود ہے جو ابن عبدوہ عباسی اور ابن یزید کی کتابوں کے اقتباسات کی صورت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

ہمیں مظنون ہے کہ ان تحریروں کے اعادہ پر جہاں اہل بیت کرام کی دل آزاری یقینی ہوگی مگر ان کی خرافات کا جواب بھی ان کو سامنے لائے ہوئے کس طرح دیا جا سکتا ہے؟

تاہم ہم نے کافی اختصار سے کام لیتے ہوئے محض نمونہ پیش کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے اور اب اس کے محض تین حوالے اس مقام پر درج کرنے کے بعد ہم ان تمام تر خرافات کا ابطال کرنے کے لئے نصوص شرعیہ اور تاریخی حقائق کی روشنی میں مضبوط ترین استدلال پیش کریں گے تاکہ حقیقت پسند حضرات حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔

یہ تین حوالے یہ ہیں:۔

حسین کس شمار میں ہے

اگر سوائے نبی کے کوئی معصوم ہوتا تو حضرت جبرائیل سے یہ نہ فرمایا جاتا کہ فلاں نیک عمل کر دینا سمجھنا کہ میرا باپ نہیں ہے۔

سنو میں قیامت کے دن تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا پھر بھلا نواسے اور دیگر حضرات کس شمار میں ہیں۔

﴿سادات۔ خواجہ صفحہ نمبر ۱۲﴾

فیصلہء خداوندی

تحقیق پراپیگنڈہ کے تحت یزید کو فاسق وفاجر اور قاتل حسین تصور کر

لینے کے بعد ان لوگوں کا بھی کسی طرح نہیں چاہتا کہ یزید کی مغفرت کا فیصلہ

خداوند متعال اپنے دل سے تسلیم کر لیں۔

﴿سادات جوابیہ صفحہ نمبر ۶۸﴾

ایں گلے دیگر شگفت

حضرت حسین ابن علی فرماتے ہیں کہ میں نے یزید سے زیادہ

خدا ترس، شب بیدار، قرآن پڑھنے والا اور اچھی طرح جنگی مہارت سے مجاہدین کو

تربیت دینے والا اور کسی کو نہیں دیکھا۔

﴿سادات جوابیہ صفحہ نمبر ۷۲﴾

جوابات

غارجیوں کی اس لاعلمی پر دل تحقیق سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں

وہ یہ ہیں۔

نمبر ۱: واقعہ کربلا شیعہ سنی رشتہ کا من گھڑت ہے۔

نمبر ۲: امام حسین پر پانی ظلم نہیں ہوا اور نہ ہی آپ کا پانی بند کیا

گیا کیونکہ آپ وہ محترم ہستی ہیں جنکو دشمن محترم کر کے اپنے پاس رکھتے اور جاتے ہی لشکر

یزید پر حملہ آور ہو کر قتل ہو گئے۔ نیز یہ کہ کربلا میں تو جگہ جگہ چشمے جاری تھے

کیونکہ ارض کربلا کوئی ریگزار نہیں بلکہ سرسبز و شاداب لالہ زار ہے۔

نمبر ۳:۔ امام حسینؓ نے یزید کی بیعت نہ کر کے سخت غلطی کی تھی

مگر وقت شہادت آپ نے اس غلطی سے رجوع کر لیا اور یزید کی بیعت کے

لئے تیار ہو گئے تھے۔

نمبر ۴:۔ یزید ابتدائی زندگی، عابد، زاہد، متقی، پرہیزگار، عالم

دین، محدث، اور خلیفہ برحق تھا اس کے برعکس، امام حسینؓ اہل بیت

کے لیڈر، بےعقل، جذباتی، بےعلم، بےدین، اور باغی تھے اور اپنے حسب

و نسب پر مغرور تھے۔ حالانکہ حسب نسب کوئی چیز نہیں۔

نمبر ۵:۔ یزید کی بیعت کو تمام صحابہؓ نے برضا و رغبت قبول کر لیا تھا

اور امام کے خروج کے سخت خلاف تھے اور دین میں تفرقہ انگیزی سے سخت منع

کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ یزید کے تقویٰ و طہارت کے پورے طور پر

معترف تھے مگر امام حسینؓ و تخت کے لالچی نے جرم بغاوت سے باز نہ رہے

دیا۔

نمبر ۶:۔ جو پیدائشی جنتی تھا کیونکہ حضورؐ نے قسطنطنیہ پر جہاد

کرنے والوں کے جنتی اور مغفور ہونے کی بشارت دی ہے۔

نمبر ۷:۔ امام حسینؓ اپنے نانا کے وصال کے وقت ۲ یا ۳ سال

کے تھے انہیں اپنے نانا کے ارشادات کا کیا پتہ ہو سکتا ہے جبکہ یزید نے صحابہ

صحابہؓ کی صحبت سے علم دین حاصل کیا تھا نیز یہ کہ مجاہدین کے حق میں آئے

والی آیات میں یہ لفظ شامل ہے مگر آیت تطہیر اور آیت تطہیر اور آیت مباہلہ میں

حضرت حسین شامل نہیں ہیں۔

فصل ۸ ۔ واقعات خیبر بہت معمولی قصے ہے، جسے عالی

رافضیوں نے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اور اس کے بھی ذمہ دار حدیث منکرو

کے شر ارتی لوگ ہیں جن پر ہم نے

ان آٹھ موٹی موٹی باتوں کے علاوہ خارجیوں کے دیگر بیسیوں

کذبات ہیں جن کا جواب ضمناً انہیں ابواب میں دیا جائے گا۔

انشاء اللہ العزیز

باب دوم

آئینۂ تاریخ

کیا واقعۂ کربلا شیعہ مؤرخین کا من گھڑت ہے؟

ایک طویل مگر انتہائی ضروری بحث

ہم قارئین کرام سے اس خشک مگر انتہائی ضروری بحث کی طوالت کی

معذرت بھی طلب کر لیتے ہیں اور یہ بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ بغیر اس

معلومات کے مضمون کے نہایت یکسوئی سے مطالعہ کرنے کے آپ خارجیوں کی

پیدا کی گئی الجھنوں سے کبھی خلاصی نہیں کرا سکیں گے۔

ان کے دامن فریب کی کڑیاں کا محض یہی ایک ذریعہ ہے کہ سب

سے پہلے آپ پر یہ منکشف ہو جائے کہ کس متعدد بھاری بھارکم عبارتوں سے

استشہاد کرتے ہوئے انہوں نے چہاردہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

متعدد معاصر خاندان کو ہدف تنقید بنایا ہے ان عبارات کو وضع کرنے والے

کون لوگ ہیں۔ اگر ان لوگوں کے عقائد جمہور اہل اسلام کے مطابق ہیں تو

پھر ان کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کرنا پڑے گی اور اگر وہ لوگ جمہور علمائے

دین کے نزدیک قابل گرفت ہیں اور ان کی تصنیفات پہلے ہی لائق نظر ہیں تو

ان پر اعتماد و یقین کر لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ہم نامحمود عباسی کے ان ماخذ کے مؤلفین کا

تعارف کرا دینا از حد ضروری سمجھتے ہیں۔ جن پر اس نے اپنی شر انگیز تالیف کی

بنیاد رکھی ہے۔

اگرچہ یہ بحث طویل بھی ہے اور خشک بھی،

ہم بقول اقبال :

زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

لہٰذا اب آپ ان ان مورخین و مصنفین کا تعارف حاصل کریں

جنہیں اساس تاریخ و تحقیق ٹھہراتے عباسی نے شہزادۂ گلگوں قبا

سید الشباب اھل الجنۃ سید نا امام حسین علیہ السلام پر ظلم و تشدد کے تیر

برسائے اور یزید پلید علیہ علیہ شدید کی مدحت سرائی اور منقبت خوانی کی ہے۔

ساڑھے چار غیر شیعہ اور ثقہ مورخ

ہمارے تاریخی ساڑھے چار کے ہندسہ کو شاید طنز و مزاح سے تعبیر

کریں مگر حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ جن ذخیروں کی کتابیں زیر بحث ہیں ان

کے مطابق فی الواقع ساڑھے چار مورخ یا مصنف ہی حق گو ثقہ اور غیر شیعہ

ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر ۱ ابن جریر ثقہ اور غیر شیعہ

نمبر ۲ ابن ہیثم ثقہ اور غیر شیعہ

نمبر ۳ ابن خلدون ابناء ۲ ثقہ اور غیر شیعہ ابناء ۲ غیر ثقہ اور شیعہ

نمبر ۴ ابن کثیر ابناء ۲ ثقہ اور غیر شیعہ ابناء ۲ غیر ثقہ اور شیعہ

نمبر ۵ ابوبکر ابن عربی ابناء ۲ ثقہ اور غیر ابناء ۲ غیر ثقہ اور شیعہ

نمبر ۶ البلاذری ثقہ اور غیر شیعہ

مندرجہ بالا مصنفین جو تعداد میں چھ اور ثقاہت وغیرہ کے لحاظ سے صحاح ستہ

چار رکھتے ہیں ان کتابوں کے حوالوں سے ہی زیادہ تر مواد حاصل کرتے عباسی

وغیرہ اپنی شر انگیز کتابوں کی بنیاد رکھی ہے

تمام علمائے امت میں یہی عناصر تھے ان لوگوں کے معیار پر پورا

اترتے ہیں گے اور ان میں بھی تین بیچارے تو ایسے ہیں جو کبھی غیر شیعہ اور ثقہ

ہوتے ہوئے بھی کوئی سچی بات نقل کرنے کے جرم میں ثقاہت کے زینے سے

پھسلا دیکا کر رافضیوں کی صف میں آ کھڑے ہوتے ہیں ۔ بہر حال

مناسب یہی ہے کہ قارئین ان عناصر ستہ کے اجزائے ترکیبی سے روشناسی

حاصل کر لیں ۔ چنانچہ عباسی کے پہلے مبرے یعنی غیر شیعہ اور ثقہ مصنف کا

تعارف پیش خدمت ہے۔

ابن حزم

عباسی نے اس شخص کی کتاب جمرۃ الانساب کی متعدد

عبارتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ خاندان

رسول ہاشمی میں جزیرہ چلیدہ کی شاخ بیان کرائی جائیں اور یہ ثابت کیا جائے کہ

فلاں فلاں شخص اہلبیت رسول سے خارج ہے اور فلاں فلاں شخص اہل بیت

رسول میں شامل ہے۔

اس کے بعد ابن تیمیہ ہے جو عباسی کے نزدیک قطعی طور پر

تھے اور غیر شیعہ ہے اس کی کتاب منہاج الن کے اقتباسات جو خلافت
معاویہ و یزید میں نقل کیے گئے ہیں، بیخبروں طور پر مشتمل ہیں۔

ان دونوں کے بعد پھر ابن خلدون، ابن کثیر وغیرہ کا نمبر ہے۔ بہر
حال بات ابن حزم کی ہو رہی تھی۔ اس کے متعلق پہلے ہم ان کے مداح خاص
ابوزہرہ مصری کی کتابوں کے چند حوالے پیش کریں گے۔

کیونکہ وہابی، بخاری جی ابوزہرہ مصری کی تحقیق کو نہایت عزت کی نگاہ
سے دیکھتے ہیں اور ان کی متعدد تصانیف کے ترجمے بھی انہوں نے کیے ہیں
اور اس کی تحقیق کو خراج تحسین بھی پیش کیا ہے جس کی تفصیل ابن تیمیہ کے
تعارف میں پیش کی جائے گی۔

حاصل ابوزہرہ مصری ان لوگوں کے بیشتر عقائد سے (بنی ہم آہنگی کا
اقرار کرتے ہیں تاہم ان کے بے لاگ تبصرے ایک محقق نقاد کی
حیثیت سے کرتے ہیں۔

بہرحال ابن حزم کا عقیدہ و مقام ان کے مداح کے قلم سے
بیان کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ قارئین کو صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں دقت نہ

ہو۔

خارجی اور ابن حزم

خوارج اولین لوگ تھے جنہوں نے اظہار کتاب و سنت سے والہانہ

رہنے کی بنیاد ڈالی اور یہ امر خوارج اور ابن حزم کے مابین مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔

خوارج کے تذکرہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابن حزم نے کتاب و سنت کی تشریح و توضیح میں خالص ظاہری مسلک اختیار کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی (علیہ السلام) کے بارے میں لاحکم الا اللہ کہہ کر خوارج نے ظاہری انداز فکر کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۱۹۰﴾

ظاھری مسلک

ابن حزم نے ظاہری مسلک و منہاج کو اس لئے اختیار کیا

کہ اس سے اجتہاد کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا ہے۔ الخ

اور یہ ان کا انداز دیگر علمائے مجتہدین سے جداگانہ نوعیت کا ہے۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۰۷﴾

ابن حزم کی تکفیر بازی

ایک بات جو عام طور سے ابن حزم کے متعلق مشہور ہے

اس کی طرف اشارہ ناگزیر ہے اور وہ اختلافی مسائل میں اس کی سخت بیانی ہے

بلاشبہ دوسروں کے افکار بیان کرنے میں اس کا لہجہ تند و تیز ہے یا اس کے

الفاظ میں سبک سری اور رفعت کا مظہر ہے مثلاً جہاں تکفیر کا موقع نہیں ہوتا وہ

وہاں دوسروں کی تحقیر سے گریز نہیں کرتا جو سبک سر نہیں ہوتا اسے وہ عیب سے

دوچار کرتا ہے اور دوسرے فقہا کی نسبت انکی تعبیرات سے وہ احترام نہیں

کرتا۔ ﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۹۶﴾

تنگ ظرفی

وہ ایک شدید بیماری میں مبتلا ہوا تھا جس کی بنا پر اس کے مزاج میں

چڑچڑا پن تنگ ظرفی اور قلت صبر کے امراض پیدا ہو گئے تھے۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۹۷﴾

تنگ خارجی

ابن حزم حضرت معاویہ کی غلطیوں کا ذمہ دار حضرت علی کو ٹھہراتا ہے

حالانکہ حضرت امیر معاویہ نے دین میں تحریف پیدا کی تھی۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۷۲﴾

جمہور فقہا کا مخالف

ابن حزم طہارت کے ایک مسئلہ میں جمہور فقہا کے خلاف

ہے وہ جنبی، حیض دار اور نفاس والی عورت کیلئے قرآن کو چھونا اور پڑھنا جائز

قرار دیتا ہے، اسے وضو کیلئے تلاوت قرآن تو بالاولیٰ جائز ہوگی

﴿حیات ابن حزم﴾

حکومت کے زیر سایہ

ابن حزم نے اندلس میں ظاہری فقہ کا درس لیا اس کے

شیوخ اس کی حمایت و مدافعت کا فریضہ انجام دیتے تھے، یہ اساتذہ اس دور

کی حکومت میں بھی بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے اور داؤد بن علی کے مذہب کی

مدافعت میں بھی انہوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا،

ابن حزم کا استاد نامہ

داؤد بن علی کے محقق فاضل محقق رقمطراز ہے کہ فقہ ظاہری میں ابو

سلیمان بن داؤد، یحیی بن خلف، جو بغداد میں حکومت پر رہے تھا اور تستنا اصبہانی تھا

ابن حزم کا پیشرو تھا

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۸۳﴾

داؤد پہلا شخص تھا جس نے ظاہری نصوص سے احتجاج کیا

﴿صفحہ نمبر ۲۸۶﴾

داؤد ظاہری کا ایک ہم عصر لکھتا ہے۔

كان عقله اكثر من علمه

یعنی اس کی عقل اس کے علم سے زیادہ تھی

﴿تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۳۷۱﴾

چونکہ اسے اپنے معتقدات پر کامل یقین تھا لہذا وہ دانش مند ہونے

کے باوجود یہ کہا کرتا تھا کہ قرآن حادث اور مخلوق ہے

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پہلا تو اس وقت پڑھ چکے ہو چکے تھے

داؤد اصبہانی نوجوان تھا امام احمد بن حنبل نے اسے سخت ناپسند کیا

کیونکہ یہ وہی بات تھی جس کی مخالفت میں آپ قید و بند کی صعوبتیں جھیل چکے

تھے داؤد آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنا چاہتا تھا مگر امام احمد اسے

جھڑکیں سے ملاقات کے خواہاں نہ تھے۔

(حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۸۴)

کھل کھلا

مسعود بن سلیمان جس کا ذکر ابن حزم استاد کی حیثیت سے کرتا ہے

ابن حزم کا بڑا محبوب و مطلوب تھا، ابن حزم کے زمانہ میں اس فقہ کو حکومت کی

بھی سرپرستی حاصل تھی، اسلئے ابن حزم اپنی طاقت سے بھی زیادہ کھل کھیلا۔

خارجیت ورثے میں ملی تھی

ان میں نمایاں ترین شخصیت منذر ابن سعید تھا وہ اسلامی

اندلسی فقہ کی حمایت کرتا تھا خلیفہ ناصر اور اندلس کے عوام اس کو بڑی قدر و

منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے انہیں ممتاز فقہا میں مسعود بن سلیمان تھا جس

سے ابن حزم نے استفادہ کیا مسعود بن سلیمان کے بعد فقہ ظاہری کا یہ دانشور

ابن حزم کی طرف منتقل ہو گیا۔

(۳) حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۹۶

ان واضح تصریحات کے بعد قارئین کو یہ حقیقت سمجھ لینے میں قطعاً

کوئی دشواری نہیں کہ ابن حزم ان کے اپنے مداحوں کی نظر میں بھی مانا ہوا

خارجی تھا اور تمام عمر اپنے علم سے خارجیوں ہی کے نظریات کی تقویت کا

سامان پیدا کرتا رہا ایسے اس شخص سے جو باجماع حضرت معاویہ کی غلطی کو بھی

حضرت علی کی غلطی قرار دیتا ہو، یہ امید کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ اہلبیت

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں مخلص ہوگا اور یزید لعین کی حمایت و

نصرت میں زمین آسمان کے قلابے نہیں ملائے گا؟

(ب) آپ ابن حزم کے متعلق دیگر علمائے امت کے ریمارکس

ملاحظہ فرمائیں۔

مضمون ہم نواکہ جامعہ بچانے فقہ کتاب سے تقل کر رہے ہیں جائے

مشاہیر امت کی کتابوں کے حوالے سے ترتیب دیا گیا ملاحظہ ہو،

علی ہوم ابو محمد کنیت اور ابن حزم عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ

ہے علی بن احمد بن سعید بن حزم الاموی الیزیدی۔

مورخ اندلس ابو مروان بن حیان کا بیان ہے

کان ابن حزم حامل فنون من حدیث وفقه و

نسب وادب مع المشارکة فی انواع التعالیم

القدیمة وکان لا یحسن فی فنون من خلط

البراعة في السؤال على كل فن

ترجمہ!

ابن حزم فنون حدیث و فقہ انساب و ادب کا جامع تھا
اور دیگر اصناف علوم میں بھی اس کو مناسبت تھی مگر وہ
کسی فن میں بھی غلطی سے مبا نہیں گو اس نے اپنی
بیباکی کی وجہ سے ہر فن میں سوال اٹھائے ہیں۔

﴿فوائد جامعہ بر عبارت ذکر صفحہ نمبر ۲۶۲﴾

فقال عليه فقهاء عصره واجمعوا على
تضليله وشنعوا عليه وحذروا اكابرهم من
قبيله وقبحوا اعوامهم عن الاقتراب منه فقصروا
يمصرونه وهو مصر على طريقه حتى كمل له
من تصانيفه وقر بعير لم يقتبسوا وزاكثر ما حقبة
بابه لزمد العلماء فيها حتى لقد احرق

ترجمہ!

اس زمانہ کے فقہا اس پر پل پڑے اور اس کی گمراہی پر
اتفاق کر لیا اور اس کو بہت برا بھلا کہا اور ان سے اکابر
نے ان کو اس کے قبیل سے بچایا اور عوام کو اس کے
پاس جانے سے روکا، چنانچہ وہ برابر ان کی مخالفت
کرتے رہے اور وہ اپنے طریقہ پر قائل ہو گیا یہاں

تک کہ اس کی تصنیف ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر
ہو گئیں۔ اور بیشتر اس کے دروازے سے باہر نہ نکلی
تھیں کیونکہ علماء کو ان کتابوں سے بڑی ہی سخت کدورت
ہوئی تھی۔ ﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۳﴾

ما یزید فی بغض الناس له تعصبه لبنی امیه
ما فیهم وبا قبیح واعتقاده بصحة امامتهم
حتی نسب الی النصب.

ترجمہ:

اس کے متعلق بعض کی زیادتی کا سبب اس کا ملک و
خلیفہ بنو امیہ کی بے جا حمایت کرنا ہے اور ان کا ان کی
امامت کی صحت پر اعتقاد رکھنا ہے اسی وجہ سے اس کو
ناصبی تک کہا گیا ہے۔

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۳﴾

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وکان ابن حزم کثیر التوقیه فی العلماء
بلسانه وقلمه فاورثه ذالک حقدا فی قلوب
اهل زمانه والعجب کل العجب منه انه کان
ظاهریا جائرا فی الفروع لا یقول من القیاس
لا الجلی ولا غیره وانکل علیه خطاء کبیرا
فی نظره وتصرفه وکان مع هذا اشد الناس

تناقض ابن حزم في باب الاصول وآيات الصفات واحاديث الصفات

* البداية والنهاية جلد نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۹۳
* فوائد جامعہ باعجاز القرآن صفحہ نمبر ۲۶۳ *

ترجمہ!

ابن حزم زبان وقلم دونوں سے علماء کی شناعت میں بہت
مبالغہ کرتا تھا۔ اسی بات نے اس کے معاصرین کے
دل میں اس کی طرف سے کینہ پیدا کر دیا تھا اور اس
بات پر سخت تعجب ہے کہ وہ ظاہری تھا اور فروع میں
بھی اس کی پیروی نہ تھی۔ وہ قیاس جلی اور خفی سے بھی
کوئی بات نہیں کہتا تھا۔
یہ وہ بات ہے جس نے علماء کی نظر میں اس کا رتبہ گھٹا
دیا تھا اور اسی چیز نے اس کے فکر و نظر کو بڑی بڑی
غلطیوں میں ڈالا۔ یہاں تک کہ وہ اصل کے باب میں
باری تعالیٰ کی صفات میں اور آیتوں اور حدیثوں میں
سب سے زیادہ تاویلیں کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری لکھتے ہیں:

انتقل الی مذهب الظاهر وتعصب له وصنف

فيه ورد على مخالفيه وكان واسع الحفظ جدا
الا انه لثقه حافظته كان يهجم كا القول فى
التعديل والتجريح وتبيين اسماء الرواة فيقع له
من ذالك اوهام شنيعة ومما يعاب به ابن حزم
وقوعه فى الائمه الكبار باقبح عبارة وشنع رد
وقد وقعت بينه وبين ابى الوليد الباجى
مناظرات ومناقرات قال ابو العباس بن
العريف الصالح الناقد لسان ابن حزم وسيف
الصقالج شقيقان

﴿لسان المیزان جلد چہارم صفحہ نمبر ۱۹۸﴾

مصنف علامہ ابن حجر عسقلانی

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۵﴾

ترجمہ!

اس نے ظاہری مذہب اختیار کیا اور سخت
ظاہری بن گیا اس میں اس نے سنن میں لکھیں اور ان
کی مخالفت کرنے والوں کی تردید میں قلم اٹھایا
تردید سخت حافظہ تھا بلکہ وہ اپنے حافظہ کے مل ہونے پر
بہت ہی باتیں کہہ گزرتا تھا۔
مثلاً جرح و تعدیل میں کلام کرنے اور راویوں
کے نام بیان کرنے میں اس سے بڑے اوہام ہوئے

[illegible] اور وہ باتیں جن کی وجہ سے ان [illegible]

[illegible]

[illegible] ان کا پڑھنے والے [illegible] کی شان میں [illegible]

[illegible] کی تعریف اور [illegible] طریقے پر [illegible] کرتا ہے۔

[illegible] کے اور ایک [illegible] کے درمیان [illegible] اور

[illegible] ہوئے ہیں ابن عریف سالم [illegible] بیان سے کہ

ابن حزم کی زبان اور [illegible] بن یوسف کی تلوار ایک تھی

[illegible] کی تعریف میں یا [illegible] میں کبھی [illegible]

امام عبدالوہاب شعرانی ابن حزم کے متعلق فرماتے ہیں۔

والیحذر کل الحذر من مطالعة کتب ابن حزم
الظاهری الا بعد التضلع من علوم الشریعة لا
سیما ما فیها مما یتعلق باصول الدین وقواعد
العقائد والمعانی والعتائق لانه لم تکن ید فی
هذه العلوم وانما اقتحما بالفهم فلم یحسن
کلامه فیها

[illegible] الف [illegible] نمبر ۳۳۰

ترجمہ!

ابن حزم ظاہری کی کتابوں کے مطالعہ سے مکمل طور پر
کلی احتراز کرنا چاہیے البتہ جب علوم شریعت میں

کمال حاصل ہو جائے حاصل امور پر علوم شریعت کی ان

یا ثبوت ہیں ان کا حق اصول دین حق محمد صلی اور

حقائق سے بے بہرہ کیوں کہ ان کو ان علوم میں پوری

دستگاہ حاصل نہ تھی ان کو اس نے محض اپنی سمجھ سے نکالا

ہے اسی وجہ سے ان میں اس سے اچھا کلام نہیں ہوا

مؤلفہ امام عبد الوہاب شعرانی

ابن حزم کے عقیدہ کی آخری کڑی بھی ملاحظہ فرمالیں

خدا کا بیٹا

ابن حزم کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے اگر

قدرت نہ ہو تو عاجز ہوگا

(کتاب الصوح صفحہ نمبر ۳۷)

انه تعالیٰ قادر ان یتخذ ولدا لو لم یقدر

لکان عاجزا

* الفصل بین الملل والنحل *

امام مالک کاذب

صدق رسول الله و کاذب مالک اول من قاس

ابلیس

(ذہبیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲)

ابن حزم ابن خلدون کی نظر میں

اب آخر میں ان اصحاب سے جن میں سے ہی ایک کی زبان سے دوسرے کا تعارف ملا ہے تک تحریر میں ابن خلدون نے لکھا ہے خارجیوں کا بھی ذکر ہوا

ان میں سے فقہ میں ہر ایک کی کتابیں اور مذہب و فریب راستے ہیں آج ظاہریہ کا مذہب بھی مٹ مٹا گیا ہے کیونکہ اس کے امام ختم ہو گئے اور جو یہ مذہب اختیار کرتا ہے اس پر جمود کی وجہ سے لعن طعن پڑتی ہے اب یہ مذہب کتابوں میں ہے کہیں اور نہیں بہت سے طلبہ جو ان کے مذہب کا مطالعہ کرتا چاہتے ہیں اور ان کی کتابوں سے آگہی حاصل اور مذہب سیکھنا چاہتے ہیں وہ اچھا وقت ضائع کرتے ہیں اور ان میں سے جمہور کی مخالفت اور ان کے مذہب سے انکار بھی لازم آتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ وہ اس مذہب کی وجہ سے بدعتیوں میں شمار کر لئے جائیں۔ کیونکہ وہ اساتذہ کی نگرانی کے بغیر کتابوں سے علم نقل کر رہے ہیں۔

ابن حزم نے ایسا ہی کیا تھا مگر اکثر حفظ حدیث میں ان کا بہت ہی اونچا مقام ہے۔ یہ ظاہریہ مذہب کی طرف لوٹ گئے اور اس میں ہوشیار اور ماہر ہو گئے گو اپنے زعم میں ان کے اقوال میں اجتہاد کی درجہ حاصل کر لیا اور امام داؤد کی مخالفت بھی کی اور بہت سے مسلمان اماموں پر بھی لے دے کی علماء کو ان کا یہ رویہ ناپسند ہوا اور انہوں نے اس مذہب کی پوری تفصیل سے تردید کی اور

ہے اہل بیان کی اور ان کی کتابوں کا بائیکاٹ کر دیا اور بازاروں میں ان کی خرید و

فروخت بند کر دی، بلکہ کبھی کبھی انہیں پھانسی بھی دیا جاتا۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۹۸﴾

بہر حال ابو محمود عباسی کا پیدا کردہ اور غیر شیعہ مورخ یزیدی بھی ہے

اور بخاری بھی اور بقول جمہور علمائے امت باطنی بھی ہے اور دشمن علی بھی۔

حوالے کا ناجائز ہونا ہی نہیں بلکہ جمہور آئمہ اسلام کا گستاخ بھی

بلکہ اس کی کتابوں کی تعلیمات کا اکثر حصہ باطل عقائد پر مبنی ہے اور ان کی

تصنیفات جلا دینے کے قابل ہیں اور بقول علمائے امت اس نے انساب

وغیرہ علوم پر بھی کام کیا ہے مگر وہ اس معاملہ میں جاہل بھی ہے اور کاذب بھی،

خاص طور پر داؤدیوں اور نسب کے معاملے میں وہ شدید غلطیوں کا ارتکاب کرتا

ہے ان حالات میں اگر اس کی کتاب تبصرۃ الانساب خارقی عباسی کے معیار

پر پوری اترتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

بلکہ ابن حزم کے نزدیک تو بنو ہاشم اور خاندان علی کرم اللہ وجہہ

الکریم مع حضرت علی کے مجموعہ اغلاط اور بنو امیہ کا ہر فرد فرشتہ ہے۔

ان حالات میں ان کی تصنیفات کے خود ساختہ بیانات پر کس طرح

اعتماد کیا جا سکتا ہے جبکہ علمائے سلف ان کے مطالعہ سے بھی منع کرتے ہیں۔

قارئین کرام ہمارے اس موقف کی یقیناً حمایت کریں گے کہ اس

قسم کے علم سے خارقی اور اس کی تحریروں کو زیر بحث لا کر اوراق سیاہ کرنا

سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہیں ہے۔

اسلئے ہم خلافت معاویہ و یزید کی ان تمام تحریروں کو باطل قرار دیتے ہیں جو اس نے خلافت و انتساب کے غلط رنگ مصنف ابن حزم کے حوالے سے پیش کی ہیں البتہ ہم دیگر کتب انساب و تواریخ سے اس کی خود ساختہ عبارتوں کی تردید ضرور کریں گے۔

اب اس کے بعد ہم محمود عباسی کے نزدیک ثقہ اور غیر شیعہ دوسرے مصنف ابن تیمیہ کے بارے میں بھی بالوضاحت تحاریر ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا ثقہ اور غیر شیعہ مصنف

ابن تیمیہ

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بتا چکے ہیں کہ محمود عباسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر خانوادہ رسول کی توہین و اہانت کرنے کے لئے جس شخص کا سہارا لیا ہے وہ ابن تیمیہ ہے اس کی کتاب منہاج السنہ پر ہی اپنی کتاب کا دارومدار رکھا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بھی تفصیل سے بتا دیا جائے کہ اس کے عقائد و نظریات کیا ہیں۔ اور جمہور علمائے امت کے نزدیک اس کی تعلیمات کا کیا مقام ہے۔

چنانچہ ہم سابقہ ترتیب کے مطابق پہلے اس کے خاص عقیدت مند اور معروف پیشی ابوزہرہ مصری کی چند تحریریں مختلف کتب سے پیش کریں گے

اور بعد ازاں دیگر مشاہیر اسلام کی آراء پیش خدمت کی جائیں گی

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ قارئین بھی اس کا تعین کر

سکیں اور خود کو خارجیوں کے ممکنہ فریب سے بچا سکیں۔

آپ اندازہ کریں کہ جب ایک شخص کو شیخ الاسلام، مفسر، محدث اور امام

امت کے القاب سے متعارف کرایا جائے گا تو اس کی بات میں کچھ نہ کچھ

وزن ضرور محسوس ہوگا بلکہ اس کی باتیں خلاف حقیقت بھی نظر آئیں گی تو ان

کی شوکت وجلالت کے پیش نظر اس کو آسانی سے مسترد نہ کر سکیں گے۔ اور

جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اجتماعی کذب اور کاذب اور ان کے عقائد

کا جمہور علمائے امت نے ابطال کیا ہے تو آپ اس کی خلاف بات کو خاطر میں

ہوئے قطعاً نہیں ہچکچائیں گے۔ بس اسی ایک الجھن کو دور کرنے کے لئے

ہمیں ان لوگوں کے عقائد کے مکروہ چہروں کو بے نقاب کرنے کی شدت سے

ضرورت محسوس ہوئی اور آپ بھی ملاحظہ کر رہے ہیں ان جہلاء کے بھکڑوں کو کھل ہی لیں

گے بالآخر خشک بحث سے مجھے خود بھی شدید کوفت ہوتی ہے۔

بہر حال آپ ابوزہرہ مصری کی ابن تیمیہ کے متعلق حقیقت افروز

تحریریں ملاحظہ کریں گے لیکن اس سے پہلے ہم آپ کو ابوزہرہ کا تعارف کرانا

بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس کی بات میں وزن پیدا ہو سکے۔ اور یہ تعارف

بھی خارجیوں وہابیوں کی طرف سے ہی پیش کریں گے۔

ابوزہرہ کی کتاب "حیات ابن تیمیہ" کا مقدمہ محمد وہابی عطاء اللہ

حنیف جھوجیانی اس کتاب کے پہلے صفحات پر رقم طراز ہے۔

وھابی ابو زھرہ کے حضور میں

شیخ ابو زہرہ کی اس کتاب کا اپنا خاص مقام ہے۔ اس کی بڑی

خصوصیات سے ایک یہ ہے کہ دور حاضر کی مقتضیات کے مطابق مخصوص

اغراض سے پھیلائے ہوئے اس مغالطے کا کامیاب جواب ہے کہ اسلامی

ملکوں میں دستور اسلامی کے نفاذ میں مانع صرف یہ امر ہے کہ اسلامی فقہ کی

پیدا شدہ ضروریات کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ اس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے

کہ شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) کی دعوت توحید و سنت کو سمجھنے کے لئے اس سے

بہتر سوانح آج تک نہیں لکھی گئی۔

محترم شیخ ابو زہرہ مصر کے مشہور اہل قلم، وسیع المطالعہ، تنقید ذہن

سے آزاد، فقیہ اور امام غزالی کے طرز متکلم اسلام ہیں۔ وہ گو خالص مسلک

اہل حدیث سے براہ راست زیادہ واقف نہیں مگر اہل حدیث ہی کی طرح

تقلیدی جمود کے مخالف اور سارے شعبہ ہائے زندگی میں احیاء و نفاذ اسلام

کے متمنی اور داعی ہیں۔ (حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۹)

آپ مصر و شام کے ان علماء سے ہیں جو وہاں کے دشمنان حدیث

تجدد اور دوسرے فرقہ کی سرگرمیوں کے خلاف مصروف جدوجہد عمل ہیں۔

(حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰)

استاد ابوزہرہ فواد یونیورسٹی قاہرہ میں لا کالج کے طلبائے درجہ عالیہ

کے مخصص فقہ کو اسلامی قانون پڑھاتے ہیں۔ فقیہ ابن تیمیہ سے شدید تاثر

بلکہ عقیدت کے باعث ان کی تصویر پیش کرنے میں مصنف کافی حد

تک کامیاب رہے ہیں۔

(حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۲)

آدھا جعفری آدھا وھابی

رئیس احمد جعفری ندوی لکھتے ہیں یہ کتاب یہ کتاب شیخ ابوزہرہ کی

مایہ ناز کتاب کا ترجمہ ہے مصر کے دار العلم میں ابوزہرہ مرتبہ و خاص پر فائز

ہیں۔ ابوزہرہ نے متعدد موضوعات پر گراں مایہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی ہر

کتاب تحقیق و تفحص، حسن تالیف اور حسن بیان و عبارت کی روانی و شگفتگی،

معلومات کی وسعت اور تحقیق و تدقیق کا شاہکار ہے

وہ متعدد العلوم کے حامل ہیں ادب و محاضرات تاریخ و سوانح تصوف و

فلسفہ فقہ و کلام ہر موضوع پر ماہرانہ اور مجتہدانہ نظر رکھتے ہیں تفسیر و حدیث

سے بھی بقدر ضرورت واقفیت ہے انہوں نے متعدد نامور و نامور علماء رجال کے

حالات و سوانح کافی تحقیق و تدقیق کے ساتھ قلم بند کئے ہیں۔

اور جہاں موزوں خاندان کا وش سے ان کے احوال و سوانح مرتب کئے

ہیں وہاں ایک دیدہ ور کی حیثیت سے ان کے فلسفہ۔ ان کی دعوت اور ان کے

یام، ان کے عمل اور ان کے کردار اور صفات کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے اور بے
لاگ نقاد کی حیثیت سے جلال و عظمت کے تمام آداب و رسوم کو ملحوظ خاطر رکھنے
کے باوجود بڑی صفائی سے سچ بولنے کا حق بھی ادا کیا ہے۔

ان کی مدح گستری قصیدہ کا رنگ اختیار نہیں کرتی۔ ان کی سچ
فروگیری بھی نہیں۔ پختہ رائے میں ان کی غیر جانبداری سلیم الفکری، نظر کی
وسعت اور مطالعہ کی قدر و قیمت ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ سے نمایاں
ہے۔

ان کی تحریر ایک آئینہ ہے۔ صاف و شفاف، بے رنگ، بے داغ
جس میں تصویر کے تمام خد و خال واضح اور نمایاں طور پر نظر آتے ہیں خوبی کا
کوئی گوشہ نظر سے اوجھل نہیں ہوتا کوتاہی کا ہر پہلو سامنے آجاتا ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۴۸﴾

دائیوں اور عدویوں کے اس واضح ترین تعارف کے بعد پہلے ہم
قاضی ابوزہرہ مصری کی چند کتابوں میں سے ابن تیمیہ کا تعارف پیش کرتے
ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ابن تیمیہ جب اپنے ایک عقیدت مند کی
نظر میں اس قدر خوف ناک عقائد اور نظریات کا والی ہے تو عام منصف مزاج
علماء و محققین کی نگاہوں میں اس کا کیا مقام ہوگا

چنانچہ ہم ابوزہرہ مصری کے بعد دیگر ان مشاہیر اسلام کی بھی چند
تحریریں پیش کریں گے جن کی جلالت علمی مسلم ہے تاکہ تمام تر حسن ظن

ابن حزم اور ابن تیمیہ کا تعلق

ابن تیمیہ ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں صدی کے اوائل میں

آئے اور اسی دعوت کا آغاز کیا جسے ابن حزم جیسا نابغہ روزگار اپنے

عصر و عہد میں شروع کر چکا تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۱۳﴾

تصنیفی شاگرد

جب ابن تیمیہ کی خصوصی دعوت یہ تھی کہ صالحین کو وسیلہ بنانا جائز

نہیں تو خوب جان لینا چاہیے کہ اس کا اولین داعی ابن حزم تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۱۳﴾

ابن حزم پہلا شخص تھا جس نے صوفیاء کو اپنی کڑی تحقیق کا نشانہ بنایا

اور ابن تیمیہ آیا تو اس نے ابن حزم سے بھی سخت تنقید کی

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۱۸﴾

بظاہر ان ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ابن حزم کی تصانیف کے

واسطے سے ان کا شاگرد تھا۔ ﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۱۹﴾

عقیدہ تجسیم خداوندی

فاضل محقق رقمطراز ہیں۔ ابن تیمیہ کی تعریحات کا یہ

خلاصہ یہ کہ کتاب وسنت میں ذات باری تعالیٰ سے متعلق جو کلمات مذکور ہے

مثلاً فوق تحت، استوی العرش یا اس کا چہرہ اور ہاتھ خدا کی محبت اور بغض

اسے یا تاویل جس کا قرین مان لیا جائے۔ ہم ان سے اجتناب جس سے

کہ حنابلہ نے چوتھی صدی ہجری میں ابوبکر بن خزیمہ کا انکار کیا تھا اور

انہیں سلف کی جانب منسوب کیا تو علماء ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے

اور کہا کہ اس سے خدا کی تجسیم وتشبیہ لازم ہے۔

﴿المذاہب الاسلامیہ صفحہ نمبر ۲۶۳﴾

جمہور اہل اسلام کا مخالف

ابن تیمیہ روضہ نبوی کی زیارت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ از راہ

تبرک روضہ نبوی کی زیارت جائز نہیں مسئلہ زیر نظر میں ابن تیمیہ کا موقف

جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے بلکہ ان کے نظریات کے خلاف ایک

زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

قبور صلحا اور ان کی مشت وزیارت کے مسئلہ میں ہم ان کے شدید

مخالف ہیں۔ ابن تیمیہ نے جس اساس پر تبرکاً روضہ نبوی کی زیارت کو ممنوع

قرار دیا ہے۔ وہ صنم پرستی کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خوف بے محل ہے

اس لئے کہ زیارت صحیح توحید کے بالکل منافی نہیں ہے۔

﴿المذاہب الاسلامیہ صفحہ نمبر ۲۸۳﴾

ابو زہرہ کی پریشانی

تحریر: تقی الدین ہلالی تحریر کے مسئلہ میں ابن تیمیہ کے مسلک کے

بارے میں [illegible] لکھتے ہیں۔

ابن تیمیہ کے اصل الفاظ ہم نے پیش کر دیئے اور ہم یہ کہنے پر

اپنے تئیں مجبور پاتے ہیں کہ ہمارا معبود اللہ کے آسمان کے اوپر ہونے، انکی

طرف اشارہ حسیہ کرنے، اس کے عرش پر مستوی ماننے اور جسمیت سے

تحریر مطلق اور حوادث سے عدم مشابہت کے مابین تطبیق دینے سے قاصر

ہے۔ تحریر ہے کہ امام صاحب ان لوگوں پر سخت برہمی کا اظہار فرماتے

ہیں جو ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں۔ لیکن اس برہمی اور سخت گفتاری اور

انکار شدید کے باوجود قدیم جہت کے سلسلہ میں تمام اسناد وارد کو مجازی قرار

دیتے ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۱۳۔۳۱۴﴾

روضۂ رسولؐ سے عداوت

غرض ابن تیمیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ صالحین اور انبیاء کی قبروں کی

زیارت کو جائز نہیں سمجھتے اور نبوی حکم سے قربت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

بھی مستحسن نہیں کرتے بلکہ اسے عموم میں داخل کرتے ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۲﴾

ابن تیمیہ کے اس مسلک کی جمہور معاصرین کی طرف سے سخت

مخالفت ہوئی بلکہ جمہور کے بہت بڑے گروہ کی طرف سے آج تک یہ مخالفت

سلسلہ جاری ہے۔ ﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۴﴾

جہاں تک عموماً زیارت قبور صالحین کا تعلق ہے تو ہمارا میلان امام

صاحب کی رائے کی طرف ہے لیکن جہاں تک زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا تعلق ہے ہمیں اس کی رائے سے پورا پورا اختلاف ہے۔ کیونکہ قبر

نبی کی زیارت حقیقت و وحدانیت کا شعور پیدا کرتی ہے۔ اور آل کے معنی ہی

اقتدا میں کا جذبہ ابھارتی ہے کیونکہ رسول سے جو تعلق ہمیں وراثت ہوتی ہے وہ ایمان

کی تکمیل و ہدایت پر ہوتی ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۷﴾

ہم اس معاملہ میں ابن تیمیہ کے مخالف ہیں کہ وہ حصول برکت کے لئے

زیارت قبر رسول اور وہاں دعا و مناجات کا مخالف ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۱۰﴾

حکومت کی سرپرستی

حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا

ہے۔ شیخ تقی الدین (امام ابن تیمیہ) سے فقہا کی ایک جماعت جلا ہوئی تھی

اس لئے حکومت کی پشت پناہی میں وہ وقار و اجلال کے حامل تھے۔

(حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰۰ بحوالہ البدایہ والنہایہ ۱۴ ص ۳۷)

امام صاحب نے صوفیا کی جماعت سے بھی ٹکر لی تھی وہ امام صوفیہ اور فلسفی اکبر محی الدین عربی پر بھی اعلانیہ تنقید کرتے تھے۔ اور حکام وقت کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ ان شعبدہ گروں کے مکر و فریب کو توڑ

دیں۔

یہ لوگ جب السلطنت کے پاس فریاد کناں پہنچے اور استدعا کی کہ امام صاحب کو ان پر تختہ چینی سے روک دیا جائے۔

جب السلطنت نے امام صاحب سے پوچھ گچھ کی۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کی یہ استدعا قبول نہیں کی جا سکتی۔

(حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰۱)

بد زبان، بد اخلاق

اس جگہ ہم اس بات کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ امام صاحب اپنے اخلاق اور اپنی زبان کے اختیار سے ذرا گرم مزاج تھے کبھی کبھی ان کی زبان پر سخت اور درشت الفاظ جاری ہو جاتے۔

(حیات ابن تیمیہ ۱۰۲)

نامحمود صفت

ان میں ایک صفت ایسی تھی جسے غیر محمود کہا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے

قول یعنی گفتگو کے دوران درشت لہجہ پھر یہ تحریری طبع بعض دفعہ بات کو دلیل و

حجت سے ٹال کر مخاصمت کی منزل میں پہنچا دیتی ہے۔

اسی طرح اپنے اکثر مخالفین کو امام صاحب بدعتی قرار دیتے ہیں۔

جھگڑالو

اصل بات یہ ہے کہ اس شدت و حدت کا سبب جدل ہے اس لئے

کہ ہر مجادل آسانی سے مناظرانہ بن جاتا ہے اور غزالی یعنی حرب و پیکار اور

مقابلہ میں لہجہ سخت ہو جاتا ہے۔

حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۹۲

امام ذہبی کا خیال ہے کہ یہی درشت گوئی امام صاحب کے دشمنوں

اور مخالفوں میں اضافے کا سبب بنی۔

صفحہ نمبر ۱۳۹

خارجیوں کا ہمنوا

بنا بریں معلوم ہوتا ہے کہ ان فرقوں کا ذرا تفصیل سے ذکر کیا جائے

جن سے امام صاحب کو برسر پیکار رہنا پڑا۔ اس سلسلہ میں ہم خوارج کا ذکر

نہیں کریں گے کیونکہ ان سے امام صاحب کی کوئی آویزش نہیں ہوئی بلکہ

ان کے بعض نظریات سے بھی امام صاحب نے بحث کی ہے۔

حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۲۵۹

ابن تیمیہ کا اصل مقصد چونکہ ہر حال میں جمہور اہل سنت کے خلاف

کی مخالفت تھا اس لئے وہ خارجی نظریات رکھنے کے باوجود اپنی متعصبانہ ہٹ دھرمی

کے لئے شیعوں کے فقہی مسائل پر بھی اپنے فتوی کی بنیاد رکھ لیتا اس لئے

تو بقول عباسی یہ بھی نصف شیعہ اور نصف خارجی ہو سکتا ہے مگر عباسی کی نظر میں یہ

صرف اس کے غیر شیعہ ہے کہ اہل بیت رسول کے معاملہ میں اس کی

فکر بیت میں کوئی بھول پیدا نہیں ہوتی۔ بہر حال ابو زہرہ لکھتے ہیں پھر وہ علم

کے اس درجہ پر فائز ہوئے کہ بعض مسائل میں جملہ مذاہب اربعہ کی مخالفت

پر مجبور ہو گئے اور دوسرے مذاہب کی حتی کہ شیعہ مذہب تک کی بعض رائے

قبول کر لیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۳۵﴾

محقق ابو زہرہ مصری کے ان چند حوالوں کے بعد ہم دیگر محققین اور

مشاہیر اسلام کے ابن تیمیہ کے مسلک کے بارے میں چند وضاحتی نوٹ نقل

کرتے ہیں

ابن تیمیہ ابن حجر مکی کی نظر میں

دلیل اور گمراہ کنندہ

ابن تیمیہ عبد خذله الله واضله واعماه

واصمه واذله وبذلک صرح لائمة الذین

بینوا فساد احواله وکذب اقواله ومن اراد

ذالک فعلیہ بسطالہ کلام الامام المجتہد
المتفق علی امامۃ وجلالۃ وبلوغہ مرتبۃ
الاجتہاد ابی الحسن سبکی وولدہ التاج
والشیخ امام المعتزبن جماعۃ واھل عصرھم
وغیرھم من الشافعیۃ المالیکۃ والحنفیۃ ولم
یتصر اعتراضہ علی المتاخری العصر فیہ بل
الاعتراض علی مثل عمر بن الخطاب وعلی
ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کما یاتی
والحاصل ان لا یقام الکلامہ وزن بل عد می فی
کل عصر ویعتقد فیہ ان مبتدع ضال ومضل
جاھل غال ما سلہ بعدلہ وجارنا سی مثل
طریقۃ وعقیدۃ وفعلہ آمین

﴿فتاویٰ حدیثیہ صلبوعہ مصر صفحہ نمبر ۹۹﴾

ترجمہ ﴿مولفہ امام ابن حجر مکی﴾

ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا کیا۔ اندھا کیا اور
بہرہ کیا اور ذلیل کیا وہ ایسا رذیل شخص تھا کہ ان کے
مفسدات اور جھوٹے اقوال کے متعلق علمائے دین نے
سراحتاً بیان کیا ہے اس کے متعلق مزید معلومات
حاصل کرتا ہوں تو امام ابوالحسن سبکی جن کی امامت
وجلالت پر سب کا اتفاق ہے اور جو مقام اجتہاد پر فائز

تھے اور ان کے بیٹے تاج الدین سبکی اور امام الحرمین
جماعت اور ان کے ہم عصر علمائے کرام اور ان کے
علاوہ دیگر علمائے کرام شافعیہ مالکیہ حنفیہ وغیرہ کے
کلام کا مطالعہ کریں ابن تیمیہ نے یہی نہیں کہ صرف
قیاسے متاخرین پر اعتراض کیے بلکہ اس نے حضرت عمر
فاروق اعظم اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ
عنہما کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے جس کا بیان آگے آئے
گا۔ الغرض اس کے کلام کو کہیں قیام نہیں اس نے سخن
ہائی قیاس آرائیوں اور تکلف بندیوں سے کام لیا ہے
جس کا کوئی سر ہے اور نہ ہی وزن ہے اس کے متعلق
یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ بعض عقلوں کے جاری کرنے
والا جاہل اور غالی ہے اس کے عقائد اور طریقے اور
افعال جو ہم میں سے جاری کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنی
رحمت سے دور کرے (آمین)

ابن تیمیہ کی بھیانک تصویر

اب ہم قارئین کرام کے سامنے ابن تیمیہ کی وہ تصویر لاتے ہیں جو مشاہیر اسلام نے اس کے عقائد کے بارے کھینچی ہے۔ ملاحظہ ہو

مضمون درج ذیل ایک طویل مکتوب سے اخذ کیا گیا ہے جو مشہور محدث اور ناقد شیخ محمد زاہد کوثری نے ذخائر القصر کے حوالے "السیف الصیقل" میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے عبدالنافع بن عراق کی تبدیلی مسلک کا سبب بیان کرتے ہوئے ابن تیمیہ کے متعلق جو تحریر کیا ہے اس کا اردو ترجمہ فوائد جامع سے نقل کیا جاتا ہے۔

لکھا ہے کہ:۔

حافظ صلاح الدین علائی نے ان اصولی و فروعی مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں ابن تیمیہ نے اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے اندر اس نے اجماع کے خلاف کیا ہے بعض وہ ہیں جن میں مذہب راجح کے خلاف کیا ہے ان میں سے ہی طلاق یمین یعنی وہ طلاق جو قسم کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اس کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جاتی ہے۔ اس کے واقع ہونے کے بعد وہ واقع نہیں ہوتی بلکہ قسم کھا لینے والے پر قسم کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے اس مسئلہ میں فقہائے امت میں سے کبھی کوئی فقیہ کفارہ کا قائل نہیں ہوا۔

اور اسی طرح طلاق اس طہر میں واقع نہیں ہوتی حالانکہ وہ اس سے پہلے اس مسئلہ میں مسلمانوں کا اجماع اس کے خلاف نقل کر چکا ہے نیز یہ بھی کہ جس نے اس کی مخالفت کی اس نے کفر کا کام کیا۔ پھر اس مسئلہ کے خلاف فتویٰ دیا اور بڑی مخلوقت کو اس مسئلہ میں پھنسا دیا۔

اور یہ بھی کہ اگر نماز کو قصداً چھوڑا جائے تو اس کی قضا جائز نہیں

اور یہ بھی کہ اگر حائضہ طواف کعبہ کرے تو اس پر کفارہ واجب نہیں

طواف اس کے لئے مباح اور درست ہے۔

اور یہ بھی کہ ٹیکس لینا اس سے حلال ہے جس نے زمین کو جاگیر میں

دیا ہو۔

اور اگر تاجروں سے ٹیکس لئے جائیں تو زکوٰۃ کے عوض میں ان کی

طرف سے کافی ہیں اگرچہ وہ زکوٰۃ کے نام سے نہ لئے ہوں اور نہ زکوٰۃ کے

دستور کے مطابق لئے ہوں۔

اور یہ بھی کہ بہنے والی چیزیں چوہیا جیسے جانور کے مرنے سے

ناپاک نہیں ہوتیں۔

اور یہ بھی کہ جنبی کو رات میں نوافل ختم سے پڑھنے چاہئیں اور ان

نوافل کو فجر کے غسل تک موخر نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ وہ شہر میں ہو۔

اور یہ بھی کہ جس نے امیر کے لئے بچھونا بچھایا اور سفر کے اندر رات

میں جنبی ہو گیا اور اس کو یہ ڈر ہے کہ اگر وہ فجر کو غسل کرے گا تو اس کا استاد یا

افسر وغیرہ اس کو ختم کرے گا تو وہ فجر کی نماز تیمم سے پڑھ لے خواہ وہ غسل پر

قادر ہو۔

اس قسم کے فروعی مسائل کو بیان کرنے کے بعد آگے چل کر لکھا ہے

کہ ابن تیمیہ جن اصولی مسائل پر اکیلا ہے وہ حسن و قبح کا مسئلہ ہے جس کے

معتزلہ قائل ہیں تو یہ بھی ہو گیا اس کی حمایت اور پر کتاب لکھی اور اس کو اللہ کا دین قرار دے دیا اور ہر اس بات کو جو اس پر مبنی ہو اس کو لازم قرار دے دیا جیسا کہ اعمال میں موازنہ کرتا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ جس وقت اس نے عقل کا حکم مانا عقل سلیم کو حکم مان لیتا اپنی عقل کو جس کی خرابی سے ظاہر ہے حکم نہ بناتا جس سے اس نے ذات خداوندی اور صفات الٰہیہ میں کلام کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالاتر ہے جو جاہل اس کے متعلق کہتے ہیں۔

اب آپ چند عبارات اسی مکتوب کی موقعین ملاحظہ فرمائیں۔

خدا تعالیٰ حادث اور ہاتھ پاؤں کا محتاج ہے

واما مقالة في اصول الدين فمنها ان الله سبحانه محل للحوادث وانه مركب مفتقر الى اليد اليمين والوجه والساق وغيرها افتقار الكل الى الجزء

ترجمہ

اور مگر اس کے (ابن تیمیہ کے) اصول دین میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی ذات حوادث کے لئے محل ہے اور اللہ تعالیٰ مرکب ہے اس کو ہاتھ آنکھ چہرہ پنڈلی کی اسی طرح محتاجی ہے جس طرح کل کو جزو کی طرف

احتیاج ہوتی ہے۔

قرآن حادث و مخلوق ہے

وان القرآن محدث فی ذاتہ تعالیٰ وانا لعالم
قدیم بالنوع ولم یزل مع اللہ مخلوق دائما
فجعلہ موجبا بالذات لا فاعلا بالاختیار

ترجمہ

اور یہ کہ قرآن ذاتِ حادث اور عالم قدیم بالنوع ہے
مخلوق ہو کر خدا کے ساتھ اس کا تعلق دائمی ہے چنانچہ
ابن تیمیہ نے اس کو موجب بالذات مانا ہے فاعل
بالاختیار نہیں۔

خدا کا جسم اور نقل مکانی

ومنھا قولہ بالجسمیۃ والجھۃ والانتقال
وصرح بعض تصانیفہ بان اللہ یقدر العرش
لا اکبر ولا اصغر

ترجمہ

اور انہی میں سے اس کا اللہ تعالیٰ کے لئے جسم و جہت
اور انتقال مکانی کا قائل ہونا ہے اور اس نے اپنی بعض
تصانیف میں بالصراحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی قدر

ہے جس قدر عرش ہے وہ عرش سے نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔

خدا کا علم محدود ہے

وصف جزا فی ان علم الله لا یتعلق بما لا
یتناهی کعلیم اهل الجنة وانه لا یحیط بغیر
المتناهی

ترجمہ

اور ابن تیمیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ کا علم لامتناہی امور سے تعلق نہیں رکھتا جیسا
کہ جنتیوں کی کچھ نعمتیں ہیں اور یہ کہ وہ لامتناہی کو محیط
نہیں

انبیاء معصوم نہیں

ومنها ان الانبیاء غیر معصومین وان
نبینا علیه وعلیهم الصلوٰة والسلام لیس له
جاه ولا یتوسل به أحد الا وان یکون مضطلا
وصف فی ذالک عدة اوراق

ترجمہ

اور ان ہی باتوں میں سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام
معصوم نہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
لئے بزرگی اور بڑائی نہیں جو کوئی آپؐ سے وسیلہ

پکڑے وہ خطا کار ہے اور اس موضوع پر کئی اوراق کا

رسالہ لکھا ہے

گنبد خضریٰ کی زیارت گناہ ہے

وان شاء السفر لزیارۃ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصیۃ لا تقصر فیھا الصلوٰۃ وبالغ فی ذالک ولم یقل بہ احد من المسلمین قبلہ۔

ترجمہ

اور یہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا معصیت ہے اس میں نماز قصر نہیں کی جا سکتی اور اس میں بڑا ہی غلو کیا ہے حالانکہ مسلمانوں میں کوئی بھی اس سے پہلے اس کا قائل نہیں ہوا۔

دوزخیوں کا عذاب

وان عذاب اھل النار منقطع ولا یتابد لوجز اللتی السبکی فی الرد علیہ مطبوعہ)

ومن افراد ہ ایضاً التوراۃ والانجیل لم یبدل الفاظھما بل ھی باقیۃ علی ما انزلت وانما وقع التحریف فی تاویلھا زلہ فیہ مصنف

آخر ما رأيت واستغفر الله من كتابه مثل هز
فضلاً عن ارتكاده (انتهى ما نقله ابن مفرلون
عن الصلاح العلائي)

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۳۹ تا ۲۵۱﴾

﴿بحوالہ السیف الصقیل فی الرد علی ابن زفیل ص ۱۲۳ تا ۱۲۴﴾

ترجمہ!

اور یہ کہ اہل جہنم کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ نہیں بلکہ منقطع ہو
جائیگا (امام سبکی نے اس کی رد میں ایک رسالہ لکھا
ہے جو مطبوعہ ہے) اور اس کی (جمہور اہل اسلام)
سے علیحدگی ایک یہ بھی ہے۔ کہ تورات وانجیل کے
الفاظ میں تبدیلی اور تحریف نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ اسی
صورت میں موجود ہیں جس پر وہ نازل ہوئی تھیں۔ اور
تحریف صرف ان کی تاویل میں ہوئی ہے اور اس
موضوع پر اس کی ایک تصنیف ہے جو میں نے دیکھی
ہے۔ میں تو اس قسم کی باتوں کے لکھنے پر بھی اللہ سے
استغفار کرتا ہوں چہ جائیکہ ان پہ اعتقاد رکھنا۔ یہاں
وہ مسائل جنہیں ابن مفلون نے صلاح الدین علائی
سے نقل کیا ہے ختم ہو گئی۔

یہ بھی دیکھیں

علامہ صلاح الدین علائی کی اس طویل عبارت کے بعد ابن تیمیہ کے تفردات جو ابن رجب نے بیان کئے ہیں ان کا اردو ترجمہ یہ ہے

ضرورت کی صورت میں موزوں پر مسح کرنے کی کوئی مدت نہیں غیر معذور کو وقت کے فوت ہونے نماز جمعہ یا عیدین کے وقت نکل جانے کا ڈر ہو تو وضو کے بجائے تیمم کرنا درست ہے اور یہ کہ نہ تو حیض کی کوئی کم سے کم مدت ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ اور نہ ہی من یاس کی کوئی مدت ہے باکرہ کے لئے اس تجاوز نہیں چاہے وہ بوڑھی ہو سجدۂ تلاوت کے لئے وضو شرط نہیں بلا تحلل کے گھوڑ دوڑ میں شرط لگانا جائز ہے۔ آخر تک ہے۔

فلکم لله من شواذ ابن تیمیه وقد ذکر ابن حجر الهیثمی فی فتاویالحدیثیة کثیرا من شواذ ابن تیمیه

یعنی اب اندازہ کریں کہ ابن تیمیہ کے کتنے تفردات ہیں اور اس کے بہت سے تفردات کو امام ابن حجر نے فتاوی حدیثیہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

بے جا حمایت

اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے

کافی رقم خرچ کر کے محمود آلوسی بغدادی کے بڑے بیٹے اور نائب خلف بنے نعمان
آلوسی نے ایک کتاب ابن تیمیہ کی صفائی پیش کرنے کے لئے لکھوائی لیکن
اس رسوائے زمانہ کتاب کو علماء نے اس کے منہ پر دے مارا کیونکہ وہ پوری کی
باوجود بھی کو سچ نہ بنا سکا۔
چنانچہ لکھا ہے۔

وقد حاول الشیخ نعمان الالوسی باشارہ
صدیق حسن خان الذی کان لہ بہ صلۃ مادیۃ
متینۃ الرد علی جلاء العینین مترخیا ان یبرئتہ
ساحۃ ابن تیمیۃ من غالب تلک الشواذ لکن
سقط فی یدہ حیث فضحت ھذہ الرحلۃ من الد
عایۃ لابن تیمیہ بطبع کتب لہ

ترجمہ

شیخ نعمان آلوسی نے نواب صدیق کے ایماء پر مالی امداد
حاصل کر کے جلاء العینین میں ابن حجر کی کے رد کا
ارادہ کیا اور ابن تیمیہ کے دامن کو اکثر شواذ و تفردات
سے پاک کرنے کی کوشش میں بڑا زور لگایا مگر اسے
ندامت اٹھانا پڑی کیونکہ ابن تیمیہ کی حمایتوں نے اس
کی بے جا حمایت کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ کیونکہ جن
باتوں کی اس نے تردید کی تھی ابن تیمیہ کی حمایت میں

اس کی تصریح موجود تھی آخر پہ لکھا ہے اللہ تعالےٰ
دولت کے لالچ کو ختم کرے جو بھی اس کے پیچھے پڑے
گیا اسے ذلالت ہی نصیب ہوئی۔ لکن قاتل اللہ
الشہادۃ ما دخلت فی شئی الا افسدتہ)

﴿السیف الصقیل فی الرد علی ابن زفیل مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۳﴾

درج ذیل تاثرات بھی ابن تیمیہ کے خاص معتقدین کے ہیں
حیات ابن قیم مطبوعہ مصر میں جامعہ قاہرہ مصر کے اساتذہ عبدالعظیم وغیرہ
باوجود ابن تیمیہ کے گروپ کے افراد ہونے کے اس کی طبعی حدت و حدت

اور اصل مسائل سے بے خبری کے متعلق جو تصویر کشی کرتے ہیں اس کا نمونہ
کتاب کے ترجمہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

تکفیر بازی

ابن تیمیہ کی مخالفت اپنی انتہا کو اس وقت پہنچی جبکہ ۷۲۶ھ میں
آپ نے یہ اعلان کیا کہ مزارات کی زیارت کرنا اور اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار
کرنا حرام ہے ابن تیمیہ اس مخالفانہ تحریک کے پہلے پہلے راہنما تھے جس
کے ذریعے روحانی اور اہل ذوق حضرات کے خلاف اعتراضات اور تکفیر کے
تیر برسائے گئے ان کے بعد صوفیاء کے جو مخالف افراد آئے وہ سب ابن
تیمیہ کی راہ پر گامزن رہے۔ ﴿حیات ابن قیم صفحہ نمبر ۲۵۵﴾

جوش و خروش

ابن تیمیہ کی بے باکی کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ اپنے حریفوں کے ساتھ کس قدر ہمت اور دلیری سے بحث کرتے ہوں گے اور ان پر کس قدر جذبات اختیار کرتے ہوں گے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے حریف پر کفر کا الزام لگانے سے بھی نہیں چوکتے ابن تیمیہ کی طبیعت میں جوش و خروش تھا اور ابن قیم کی طبیعت میں سکون و اعتدال تھا۔

﴿حیات ابن قیم صفحہ نمبر ۴۵۵﴾

تاریخ و رجال کے مشہور ماہر علامہ ذہبی ابن تیمیہ کے منہاج و مسلک سے شدید ترین متاثر ہیں اور انہوں نے ابن تیمیہ کے جو قصائد لکھے ہیں ان کے لئے متعدد صفحات درکار ہیں با ایں ہمہ قصیدہ گوئی کرتے کرتے وہ بھی لکھتے ہیں۔

اذا لا اعتقد فیہ عصمۃ بل انا مخالف لہ فی
مسائل اصلیۃ وفرعیۃ فانہ کان مع سعۃ علمہ
وفرط شجاعتہ وسیلان ذہنہ وتعظمہ
لحرمات الدین بشر من البشر تعتریہ حدۃ فی
البحث وغضب وصدمۃ للخصوم

﴿تاریخ الکبیر تحت صفحہ نمبر ۴۹۱﴾

میں اس کو معصوم نہیں سمجھتا بلکہ میں اصولی اور فروعی
مسئلوں میں اس کا مخالف ہوں۔ وہ اپنے علم کی زیادتی
شجاعت اور تبحر ذہن اور دین کی قابل احترام
باتوں کی تعظیم کرنے کے باوجود ایک بشر تھا وہ دوران
بحث گرم ہو جاتا اور غصے میں آپے سے باہر ہو جاتا۔
آگے چل کر علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ لوگ اس کے
علم کا لوہا مانتے تھے مگر اس کے اخلاق و افعال سے
ناراض تھے۔ متن ہے

ولکنہم یعتبون علیہ اخلاقاً وافعالاً

مندرجہ بالا تحریر میں ذہبی نے ابن تیمیہ کے ساتھ اپنے اصولی اور فروعی
اختلافات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے افعال و کردار اور بد اخلاقی کا
نمونہ بھی واضح طور پر پیش کر دیا گویا کہ جو لوگ اس کی علمی قابلیت سے
شدید متاثر اور متعدد عقائد میں اس کے ہم آہنگ ہیں وہ بھی اس کی تلبیسات
اور عدالت شیخ پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

الغرض ابن تیمیہ کے متعلق ساتویں صدی سے لے کر اب تک کے
تمام علمائے امت کی تحریروں کو اگر جمع کر دیا جائے تو ہزاروں صفحات پر مشتمل
کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

قارئین پر قطعی طور پر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ابن تیمیہ ایک متشدد اور متعصب شخص ہونے کے علاوہ ابن حزم ظاہری کا روحانی شاگرد تھا

اور ابن حزم کی اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کھلا دشمنی روز روشن کی طرح عیاں ہے

ان لوگوں کا جمہور اہل اسلام سے نہ صرف یہ کہ فروعی مسائل میں ہی اختلاف ہے بلکہ اصولی مسائل میں بھی بیسیوں اختلافات ہیں۔

حتیٰ کہ یہ لوگ اللہ جل شانہٗ کی ذات اقدس کے متعلق بھی اس حد کے عقائد رکھتے ہیں جو کفر صریح تک پہنچتی ہیں۔

علاوہ ازیں خلافت کائنات فخر موجودات نور مجسم شفیع معظم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے انکار ان لوگوں کی دین اسلام سے برگشتگی کی بدترین مثال ہے

اس سے بڑھ کر اور غضب کیا ہو گا کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ کا واضح ترین انکار کرنے کے باوجود بھی بعض لوگوں کے نزدیک شیخ السلام اور محقق بے بدل کے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بہر حال جو لوگ خدا اور رسول کے بارے میں اس قدر گمراہ عقائد کا اظہار کرتے ہوں ان کے نزدیک اسلام کی دیگر بلند پایہ اور عالی مرتبت ہستیوں کا کیا مقام ہو گا۔

آئندہ اوراق میں ہم ابن تیمیہ کی تحریروں کا قرآن اور حدیث اور

اقوال آئمہ سے بھی موازنہ کریں گے اور اس کی ان تحریروں کو بھی قارئین کے سامنے لائیں گے جن سے اہل بیت رسولؐ سے عداوت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور وہ خلاف خدا اور رسول کے بھی خلاف ہیں۔ اب آپ ابن تیمیہ اور انکی اس کتاب کے بارے میں جس کو صباحی نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لئے استعمال کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ اور شاہ عبدالعزیز

كلام ابن تيميه في منهاج السنة وغيره من الكتاب موحش جدا الى بعض المواضع لا سيما الى تفريط حق اهل بيت وفى منع زيارة النبى عليه السلام فى انكار التوسل والتعلق والاستمداد وتحقير الصوفية وامثال ذالك وهذه المواضع منقولة موجودة عندى وقد تصدى لرد كلامه فى زمانه جمها بذه علماء الشام والمغرب واليمن ثم ان ابن القيم تلميذه الرشيد قد بالغ فى توجيه كلامه لكن لم يقبله العلماء حتى ان المخدوم معين الدين السندى فى عمر سيدى الوالد طال رسالته فى رده واذا كان كلامه مردود عند علماء اهل السنة فاى طمن يلتهتم فى ذالك فقط

﴿فتاویٰ عزیزیہ مطبع مجتبائی ۸۱۔۲ مولفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی﴾

ترجمہ:۔

ابن تیمیہ کے کلام سے جو منہاج السنہ وغیرہ کتابوں

میں پایا جاتا ہے نہایت وحشت ہوتی ہے۔ خصوصاً

ان باتوں سے تو انسان متوحش ہو جاتا ہے جو اس نے

اہل بیت کی تفریط کے طور پر لکھی ہیں یعنی اہل بیت

کی تنقیص کی ہے نیز اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی زیارت سے منع کیا ہے اور غوث قطب

ابدال وغیرہ کا بھی انکار کیا ہے۔

صوفیاء کرام کی تحقیر کے سلسلہ میں اس نے بہت کچھ

لکھا ہے اسی طرح اس کی بہت سی باتیں ہیں، علمائے

شام، مصر اور مغرب نے ابن تیمیہ کا رد اس کے زمانے

میں ہی لکھ دیا تھا۔

پھر اس کے بعد اس کے شاگرد ابن تیمیہ کے کلام کی توجیہات و

تاویلات بیان کی ہیں مگر علمائے اہل سنت نے ان تاویلات کو قبول نہیں کیا

حتیٰ کہ ہمارے مخدوم معین الدین سندھی نے بھی ہمارے والد صاحب کے

زمانہ میں ابن تیمیہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا۔

علمائے اہل سنت کے نزدیک ابن تیمیہ کا کلام باطل ہے۔

آخر پر ابن تیمیہ کے متعلق مورخ اسلام علامہ شبلی کا ایک تاثر ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے سراج الامۃ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں درج کیا ہے چونکہ ابن تیمیہ سیدنا امام اعظم کو امام الائمہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد تسلیم نہیں کرتا اور اس ٹھوس حقیقت کا انکار صرف اس وجہ سے کرتا ہے کہ اس واقعہ میں اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف ذو حسیف کا پہلو ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ کی اس بے باکی کا جواب دیتے ہوئے علامہ شبلی رقمطراز ہیں۔

ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اور اس وجہ سے کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصر اور ہم عصر تھے۔ اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کو مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت امام جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے۔

﴿سیرت نعمان صفحہ نمبر ۹۰ ۔ مولفہ مورخ اسلام علامہ شبلی﴾

ابن تیمیہ کی جہالتوں اور خباثتوں کا باب انہی الفاظ پر بند کیا جاتا ہے قارئین خود ہی اندازہ کر لیں؟ کہ ایسے شخص کی کسی عبارت کو استدلال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ نہیں۔

ہم ابن حزم ہی کی طرح اس کی خرافات کو بھی باطل قرار دیتے

ہیں اس کا کلام خام جمہور اہل اسلام کے نزدیک ہرگز ہرگز حجت قرار نہیں پا سکتا تاہم اس کی بعض تحریروں پر آئندہ اوراق میں قرآن و حدیث کی روشنی میں تبصرہ ضرور کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ اس قدر متشدد اور متعصب شخص بھی پورے طور پر عیاری کا ساتھ نہیں دے رہا۔ خاص طور پر جو بات کے بارے میں اس کی انتہائی عنایت کرنے کے باوجود یہ متعصد باتیں اس کی کہہ گیا ہے جو عیاری کے خیالی قلعوں کو زمین بوس کر دینے کے لئے کافی ہیں۔

نصف غیر شیعہ

مؤرخ

ثقہ مؤرخ ابن خلدون

ابن خلدون کون ہیں ؟

عباسی وغیرہ کے نزدیک علامہ ابن خلدون ثقہ مؤرخ ہیں اور یہ کہ وہ مالکی اور اشعری اور شیعہ قسم کے بھی کوئی چیز نہیں ہیں۔ البتہ رشید ابن رشید کے چربہ ساز مؤلف ابن یزید کے خیال میں انہیں کبھی کبھی اہل بیت رسول سے عقیدت کا دورہ ضرور پڑتا ہے جس کی وجہ سے یہ وقتی طور پر یا تو ضعف بصارت کا شکار ہو جاتے ہیں اور یا بالکل ہی بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں پورے ثقہ اور غیر شیعہ قرار دینا مشکل ہے بلکہ یہ نصف ثقہ اور غیر شیعہ اور نصف غیر ثقہ اور غیر شیعہ ہیں۔

یعنی آدھے ثقہ غیر شیعہ مؤرخ۔

بہر حال عباسی وغیرہ انہیں ثقہ مؤرخ تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا مگر ان کے ساتھ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہو گئی۔ ادبی سرقہ بازوں کے لئے اس قسم کی اصطلاحیں تو سنتے ہی آتے ہیں کہ فلاں شعر

چور اور خلاں کہانی چور، ہے اور یہ بھی ان محکمات سے ہے کہ کوئی کسی کی پوری کی پوری کتاب چرالے اور پھر اپنے نام سے شائع کروالے جیسا کہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی متعدد تصانیف لوگوں نے اپنے نام سے متعارف کروا دیں۔

لیکن علامہ ابن خلدون کے ساتھ بالکل ہی عجیب بات ہوئی۔ انہوں نے شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد اپنی تاریخ کے لئے چھ ایسے صفحات مرتب کئے جن میں امام عالی مقام امام حسینؓ کی فضیلتوں اور یزید پلید کی شان و عظمت اور پاکیزگی و فطرت کی تصویر کشی کی گئی تھی۔ لیکن اسے عباسی کی بدقسمتی ہی کہیے کہ علامہ ابن خلدون نے مسودہ کتاب کسی رافضی کو پڑھنے کے لئے دیا اور اس نے وہی چھ کے چھ صفحات نکال لیئے تھے وہ ہاتھ کی صفائی دکھائی کہ کسی کو کان و کان خبر نہ ہوئی۔

خدا جانے ابن خلدون پر اس خطرناک چوری کا کیا ردعمل ہوا مگر عباسی کا یوں کف افسوس ملنا اور ان مسروقہ اوراق پر اظہار تاسف کرنا ہم سے دیکھا نہیں جاتا اس لئے مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ حقیقت حال واضح کرتے ہیں۔

تاریخ ابن خلدون کے چند عربی اردو ایڈیشن ہم نے بھی دیکھے ہیں جن میں سے بعض کے حاشیہ پر یزید کی ولیعہدی کے مقام پر نشاندہی کی گئی ہے کہ اس واقعہ کے چھ صفحات غائب ہو چکے ہیں۔

یہاں تک تو یہ بات درست ہے کہ ایسا واقعہ قابل عمل ہوا ضرور ہے خواہ ابن خلدون کے زمانے میں ہوا ہو یا ان کے بعد میں ہوا ہوگا کیونکہ اگر ان کی زندگی میں ہوتا تو وہ دوبارہ اس واقعہ کو قلمبند کر سکتے تھے۔

اگرچہ دور حاضر کے ایک اور خارجی نما مصنف جس کی تمام تصانیف کو پڑھنے کے بعد ان کے نظریات کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

لکھا ہے کہ یہ واقعہ ابن خلدون نے سرے سے لکھا ہی نہیں یہ پیشے ور مورخ عباد اللہ اختر لکھتا ہے۔

شہادت امام حسین کا واقعہ تمام مورخین نے لکھا ہے لیکن ابن خلدون جو ایک محقق اور مورخ ہے خاموش ہے اس نے اس واقعے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ (اے)

(خلافت اسلامیہ حصہ اول صفحہ نمبر ۱۸۱ مصنفہ عباد اللہ اختر)

عباد اللہ اختر کی اس ریسرچ کو تو ہم اس کی تاریخ سے عدم واقفیت اور حقائق سے روگردانی کا نام دیتے ہیں اور اسے مشورہ دیتے ہیں کہ بقیہ عمر کے ان آخری ایام میں اپنے نظریات کا اس طرح بیڑہ نہ غرق کرے اور مورخ بننے کے شوق سے توبہ کرے۔

البتہ خارجی عباد کا فہم غلط کرنے کے لئے اسے بتاتے ہیں کہ تاریخ ابن خلدون سے یزید کے متعلق اوراق چوری کرنے والا کوئی غالی شیعہ اور را

فضی نہیں ہو سکتا ہمارے اس دعویٰ کی ٹھوس اور مضبوط ترین شہادت موجود

ہے

اس لئے یقین رکھو کہ یہ واردات نفسیاں نے نہیں کی بلکہ یہ کسی

تمہارے باوا جان ہی نے کی ہے اور اس کی واضح ترین اور اخص اقتباس دلیل

یہ ہے کہ علامہ ابن خلدون باوجود دیگر موئیدین پر بے اعتنائی کا اظہار کرنے

کے نہ دشمن اہل بیت ہیں اور نہ ہی تمہاری طرح یزید کو معصوم فرشتہ اور مجسمہ

شرافت و پاکیزگی مانتے ہیں اور نہ ہی امام عالی مقام کی شہادت عظمیٰ کو شدید

غلطی اور ہلاکت خیز گناہ قرار دیتے ہیں وہ اپنے مشہور مقدمہ میں جس کی

بعض تحریروں سے تم لوگ بھی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو میں بالوضاحت تحریر

کرتے ہیں کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین حق پر تھے اور یزید پلید فاسق و

فاجر بھی تھا اور امام حسین کی شہادت کا ذمہ دار بھی اگرچہ تمہیں یہ سب کچھ

معلوم ہے تاہم قارئین پر حقیقت حال واضح کرنے کے لئے ضروری معلوم

ہوتا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور یزید پلید کا موازنہ کرتے

ہوئے رجو کچھ بھی ابن خلدون نے مشہور مقدمہ تاریخ میں تحریر کیا ہے من و عن

تحریر کر دیں۔

خلافت کے مستحق نظر انداز

حضرت معاویہؓ دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو مسلمانوں کے تخت پر بٹھا

چونکہ بنوامیہ کے ارباب حل وعقد کا یزید کی ولی عہدی پر اتفاق تھا۔ کیونکہ اس وقت بنوامیہ اپنے سوا کسی اور کے لئے خلافت نہیں چاہتے تھے بنوامیہ قریش تھے انہیں تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اور یہی ارباب اقتدار تھے اس لئے انہیں میں سے ولی عہد چنا گیا اور جو بظاہر خلافت کے اہل تھے انہیں نظر انداز کیا گیا تاکہ مسلمانوں کے اتفاق اتحاد میں جو شارع کے نزدیک اہم ہے خلل نہ آئے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۷﴾

عبد اللہ ابن عمر کی کنارہ کشی

اس میں (عبداللہ) ابن عمر نے اس لئے حصہ نہیں لیا کہ یہ اپنی پارسائی کی وجہ سے بڑے محتاط رہتے تھے اور جائز و ناجائز ہر ہر چیز سے کنارہ کش رہا کرتے تھے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۸﴾

یزید کا فسق و فجور اور ذوق غنا

یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں چند مسائل ایسے بھی ہیں جن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے مثلاً عہد خلافت میں یزید فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا تھا حضرت معاویہ کی شان عدالت دیکھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ آپ انتخابی عامل اور صاحب فضل تھے بلکہ یزید کو اپنی زندگی میں گانے سننے پر

برا بھلا کہتے رہتے اور اسے روکتے رہتے حالانکہ وہ سنتا دیکھتا ہوں

کے مقابلہ میں کم ہے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۳۹﴾

علامہ ابن خلدون کے اس صراحتی بیان کے بعد اب عباسی کو ان

اوراق مسروقہ کا غم بھول جانا چاہیئے جن میں اس کے زعم کے مطابق یزید لعین

کو فرشتہ ثابت کیا گیا ہوگا علامہ ابن خلدون یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو بظاہر

خلافت کے اہل تھے انہیں مصلحت کی بنا پر نظر انداز کیا گیا تھا اور حضرت عبد

اللہ ابن عمر کا یزید کی موافقت و مخالفت میں حصہ نہ لینا احتیاط کے طور پر تھا

کیونکہ وہ ہر جائز و ناجائز کام کرنے سے کنارہ کشی کئے ہوئے تھے۔ بقول

علامہ ابن خلدون حضرت عبد اللہ ابن عمر جانتے ہیں کہ کوئی کردار بھی قطعاً ادا

نہیں کیا۔ لیکن تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو جیسے ابن فاروق اعظم یزید ہی کے

ایجنٹ ہوں (معاذ اللہ) ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد

اور آپ کی گوشہ نشینی جیسی خاموش زندگی کے بارے میں آئندہ اوراق میں

بالوضاحت بیان کریں گے۔

یہاں تو صرف یہ بتانا تھا کہ ابن خلدون یزید کو فاسق و فاجر تسلیم

کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آپ نے مزید لکھا ہے

کہ

یزید کی بیعت کی حقیقت

جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام نے اس کے بارے میں مختلف رائیں قائم کی تھیں۔ کسی نے اس کی بیعت توڑ کر اس سے جنگ کا ارادہ کر لیا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیرؓ نے اور ان کے ماننے والوں نے۔ لیکن بعض یہ سوچ کر جنگ سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا۔

اور ناحق لوگوں کا کثرت سے خون ہوگا علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ بھی آسان نہیں تھا کہ اسے نبھایا جا سکے لیکن اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں عوام سے کئی گنا زیادہ لشکر لئے کھڑے تھے اور علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل و عقد اس کی حمایت کے لئے تیار تھے اور مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقت ور تھا یزید ہی کے ساتھ تھا۔ جس کے مقابلہ کی ان میں تاب ہی نہ تھی چنانچہ یہ لوگ بیعت توڑنے اور بغاوت سے رکے رہے اور اللہ سے اس کی ہدایت کی دعائیں مانگتے رہے یا پھر اس سے نجات کی۔

مسلمانوں کی جمہوریت اسی خیال کی تھی۔ دونوں ہماعتیں مجتہد تھیں اور دونوں میں سے کسی کو برا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لئے کوشاں تھے۔ ان مقاصد میں ان کی مساعی لوگوں میں مشہور و معروف ہے حق تعالیٰ ہم کو ان کی پیروی کرنے کی توفیق

عطا فرمائے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۰﴾

علامہ ابن خلدون کی اس صراحت کے بعد تاریخ کے لئے یہ تحقیق کرنا ہرگز مشکل نہیں کہ تاریخ ابن خلدون سے جو اوراق اڑائے گئے ہیں ان میں خوارج کے موقف کی ہرگز تائید موجود نہیں تھی بلکہ صاف ظاہر ہے کہ ان میں خوارج کی شدید ترین تکذیب و تردید بھی کی گئی ہوگی اور جڑ سے پیڑ کی بھی پوری پوری خبر لی گئی ہوگی۔

اس لئے ان صفحات کا چور سوائے خارجیوں کے اور کوئی نہیں ہو سکتا

ہم چاہتے ہیں کہ خوارج کے بارے میں آخری کیل ٹھونک دی جائے چنانچہ مقدمہ ابن خلدون ہی سے اس مسئلہ پر واضح ترین عبارات ملاحظہ ہوں۔

شہادت حسینؑ کا ذمہ دار یزید ہے

یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا اسی طرح آپ کی شہادت بھی اجتہاد سے واقع ہوئی ہے۔

حاشا و کلا یہ بات نہیں ہے آپ کی شہادت کی ذمہ داری محض یزید اور اس کے ساتھیوں پر ہے

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۱۹۶﴾

یزید فاسق تھا امام حسینؓ حق پر تھے

یہ کہنے چھپنی بھی نہ کی جائے کہ یزید فاسق تھا اور صحابہ نے اس کی بغاوت جائز نہیں سمجھی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک اس کے افعال صحیح تھے۔ کیونکہ فاسق کے مسنون افعال ہی صحیح ہوتے ہیں۔ صحابہ کے نزدیک باغیوں سے جنگ کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ ان سے امام عادل کے ساتھ مل کر جنگ کی جائے یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اس لئے امام حسینؓ کی یزید سے جنگ اور یزید کی امام حسینؓ سے جنگ جائز نہ تھی بلکہ اس کے یہ لڑنا اس کے فسق میں اضافہ کا باعث ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کے مقدر میں شہادت تھی جس کا انہیں ثواب ملا کیونکہ آپ حق پر تھے اور اجتہاد کی روشنی میں لڑے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶﴾

یزید کا فسق متعین ہے

یزید کی فاسقانہ زندگی اس کے فسق کو متعین کر دیتی ہے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶﴾

حسینؓ سے بڑھ کر کوئی امام عادل نہ تھا

اس سلسلہ میں ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب العواصم من القواصم

میں جو لکھا ہے کہ حسین اسلامی شریعت کی رو سے قتل ہوئے سراسر غلط ہے ابن عربی نے یہ غلطی اس لئے ہوئی کہ وہ جنگ کے لئے امام عادل کی شرط بھول گئے۔ بھلا اس زمانے میں ہوا پرستوں سے لڑنے کے لئے امانت و عدالت میں امام موصوف سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا ہے لہٰذا ان کی شہادت ہوئی ہے نہ کہ بغاوت کی راہ سے قتل ہوا۔

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۱۹۰﴾

امام حسین مجتہدوں کے امام تھے

دیگر صحابہ کرام جو حجاز میں اور شام و عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے ماننے والے اس پر متفق تھے کہ یزید سے اگرچہ وہ فاسق ہے جنگ ناجائز ہے۔ کیونکہ جنگ باعث فتنہ و خونریزی ثابت ہوگی۔ چنانچہ وہ جنگ سے باز رہے انہوں نے اس سلسلہ میں نہ امام حسینؓ کی موافقت کا اظہار کیا اور نہ مخالفت کا اور نہ انہیں خطا کار و گنہ گار گردانا کیونکہ امام حسینؓ نہ صرف مجتہد بلکہ مجتہدوں کے امام نمونہ تھے۔ یہ خیال کر کے گمراہ نہ ہو جانا چاہئے کہ ان صحابہ نے امام حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا اور ان کی مدد نہیں کی اس لئے یہ گنہگار ہیں کیونکہ صحابہ کی کثرت یزید ہی کے ساتھ تھی اور وہ یزید کی بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ خود امام حسینؓ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کبھی بھی انہیں صحابہ کرام کو بطور شہادت پیش کیا کرتے تھے

اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے فضل و استحقاق کے بارے میں جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، زید بن ارقم، سہل بن سعد وغیرہ سے پوچھ لو۔ آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے پر ان پر کوئی سختی نہیں کی اور نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ اجتہاد میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے اور میرے اجتہاد کا تقاضا جنگ ہے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۳۶، جلد نمبر ۲﴾

ابن خلدون کی ان واضح ترین تصریحات اور حقیقت نگاری کی تصویر کشی کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عباسی وغیرہ کی وہ تحریریں بھی بطور نمونہ درج کر دی جائیں جن میں علامہ ابن خلدون کے متعلق مختلف تاثرات پیش کئے گئے ہیں۔

مقدمہ ابن خلدون ہی کی چند تحریریں پیش کرنے کے بعد خاور بھی مصنف ابن خلدون پر بحث لکھتا ہے۔

ایک رائے

"بصیرت فارمین"

علامہ موصوف کی تحریر کو بار بار پڑھیں اور اس پر خوب اچھی طرح غور فرمائیں۔ علامہ صاحب نے تاریخ کو غلط رنگ میں پیش کرنے والوں کی نشاندہی کرکے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جو تاریخ آج ہمارے پاس

ہے وہ زیادہ تر غلط اور بے بنیاد ہے اور ان میں من گھڑت قصوں سے متاثر ہو کر اکثر مسلمان حقیقت سے دور جا چکے ہیں اور بعض بزرگوں کی غلط عقیدت و محبت میں انصاف اور دیانت سے ہٹ کر غلط باتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔

(تاریخ ابن رشید صفحہ نمبر ۷ ۲)

دوسرا رخ

علامہ ابن خلدون کے حقیقت نگار قلم کے چند اقتباسات جو ہم نے کتاب کے شروع میں درج کئے ہیں۔ علامہ موصوف کے ان اقتباسات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل فقرے مقدمہ ابن خلدون میں کسی اور نے بڑھا دیئے ہیں اور نہیں تو اہل بصیرت حضرات کو ہر حالت میں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ خود علامہ موصوف بھی ہمان حق کرتے کرتے اندھی عقیدت اور کوئی پروپیگنڈے کا شکار ہو کر رہ گئے۔

دیگر اہل صحت اور خود ابن صحت

(تاریخ ابن رشید صفحہ نمبر ۱۹۷)

یہ ہیں علامہ ابن خلدون کے متعلق دوسرے مورخین کی جاہل اور نقال عوائف ابن یزید بت خارجی کے اب ذرا آپ پڑھے لکھے اور دھوکا باز خارجی عباسی کی قلابازیاں ملاحظہ فرمائیں۔ جو اس نے علامہ ابن خلدون

کے باوجود تشکیک کرنے کے مسلک میں شامل ہیں۔

منفرد مؤرخ

جنہی روایتوں اور مبالغات کو جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں مسترد
درایت سے جانچنے کی کوشش سوائے علامہ ابن خلدون کے کسی اور مؤرخ
نے نہیں کی خصوصاً دور امیوی کے بعض مشہور واقعات۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۵۲﴾

پھر لکھتا ہے۔

البتہ ایک مفکر و مدبر علامہ ابن خلدون کی ہے جنہوں نے اپنے شہرہ
آفاق مقدمہ تاریخ میں بعض مشہور روایات کو نقد و نظر کے معیار پر رکھنے کی
کوشش کی۔

﴿خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۵۲﴾

شائد غلط نہ ہو؟

علامہ موصوف نے ولایت عہد کی بحث میں امیر یزید کی ولیعہدی
کے متعلق جو بیان کیا ہے وہ اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہے۔ اس کے
پیش نظر راقم الحروف استنباط شائد غلط نہ ہو تنہا وہی ایک مورخ ایسے ہیں
جنہوں نے دیگر واقعی روایات کی طرح سانحہ کربلا کی موضوعات کو تاریخی
معیار پر جانچنے کی کوشش کی تھی جس کی پاداش میں ان کی کتاب کے تمام

سخنوں میں تین ورق یعنی چھ صفحے جو اس حادثہ کے بارے میں تھے آج تک
کسی بشر کو چار دانگ عالم میں دستیاب نہ ہو سکے۔

(خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۵۸)

تین ورق گم نہ ہوتے تو
ابن خلدون شیعہ ہوتے

صرف دو غلط بیانیوں کی ان مختصر عبارات سے ہی قارئین کو ٹھیک طور پر
اندازہ ہو گیا ہوگا کہ در حقیقت ان کے معیار پر نہ کوئی معتبر ہے اور نہ محدث
اور نہ کوئی مورخ ہے اور نہ فقیہ اگر کسی مورخ یا محدث کی عبارت کو توڑ مروڑ کر
گرفت سے کام چل جاتا ہے تو اس کی عظمت و جلالت اور دیانت و
امانت کی قصیدہ گوئی شروع کر دیتے ہیں اور اگر ان کی مطلب براری کسی بھی
صورت نہ ہو سکتی ہو تو اسے غیر ثقہ، رافضی، اور موالی وغیرہ کے القاب سے نواز دیتے ہیں اور اگر زبان و قلم سے کسی کو ثقہ تسلیم کر بھی لیں تو دینی طور پر اس کی
حقیقت پسندی کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔

جیسا کہ علامہ ابن خلدون کے بارے میں آپ ان کے تاثرات
پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی جان چکے ہیں کہ ان کے روایت کردہ حقائق و بیان
لینے سے پہلو تہی بھی کرتے ہیں اور ان روایات کی موجودگی میں جو انہوں
نے اپنے مقدمہ میں دیئے یہ خود بھی تاریخ کی صحیح ترین کتاب مانتے ہیں یہ

جیسے صفحات کی تلاش میں سرگرداں ہیں جن میں قطعی طور پر ان کی تائید ہو

یا قطعاً ہونا بھی ناممکن ہے۔

بلکہ اطمینان اسے اگر وہ اوراق ان کی کتاب میں موجود ہوتے تو

انہیں پڑھ کر یہ لوگ ابن خلدون کو غالی شیعہ کے نام سے موسوم کرتے

بہرحال اس قسم کی بہت سی باتیں انشاء اللہ آئندہ اوراق میں بیان ہوں گی

اور اہم مقدمہ ابن خلدون کے علاوہ تاریخ ابن خلدون سے بھی

واقعات شہادت اور واقعات حرہ میں یزید پلید کا صلوٰۃ ہونا اور ابن خلدون

کا طبری کی روایات محققانہ جانچ تول کے بعد قبول کرنا اور یزید کو فاسق و فاجر

ظالم اور مستحق لعنت وغیرہ کہنا بالوضاحت ثابت کریں گے۔

اب آپ ابن کثیر کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

۲/۱ غیر شیعہ ثقہ

اور

۲/۱ غیر ثقہ شیعہ

موازنہ

ابن کثیر

ابن کثیر کون ہیں ؟

مورخین کے تعارف کے سلسلہ کی ایک کڑی حافظ ابن کثیر

ہیں۔ یہ محمود عباسی خارجی نے ابن تیمیہ کے بعد سب سے زیادہ حوالے انہی

کی کتاب البدایہ والنہایہ کے دیئے ہیں۔ بلکہ واقعات شہادت کا سارا دارو

مدار اسی کتاب پر رکھا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عبارت نقل کرتے وقت حسب عادت انتہائی

چابکدستی سے کام نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا تمام

عبارتوں کے سیاق و سباق کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اور محض اسی قدر

ٹکڑے نقل کرنے پر اکتفا کر رہا جن سے یا تو مدعا بڑے پلید بیان کی

جا سکے۔ یا امام حسینؓ اور اہلبیت کرام کی مذمت و اہانت ثابت ہو سکے۔

البتہ بعض عبارات ایسی بھی ہیں جن کی نشاندہی یا تو دوسرے

مصنفین نے کر رکھی ہے اور یا وہ اس طریقہ سے اپنے مضمون کے ساتھ

مربوط ہیں کہ انہیں قطع و برید کیا ہی نہ جا سکے۔

اس قسم کی عبارتیں جب نامحمود عباسی کے سامنے آتی ہیں تو وہ حیران

و پریشان ہو کے لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ابن کثیر کا دامن بھی رافضیت سے

پاک نہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ وضاحت کریں کہ عباسی باوجود ابن کثیر کی

کثیر روایات نقل کرنے کے اس سے بڑھ کر کیا ہے۔ یہ بتانا مگر ضروری
سمجھتے ہیں کہ ابن کثیر ہے کون؟ کہ جس کی روایات کو یہ خارجی مسلسل نقل
بھی کرتے جاتے ہیں اور اس کی ثقاہت پر بھی انہیں اعتراض ہے۔

تو اس سلسلہ میں اگر ہم چاہیں تو سینکڑوں کتابوں کے حوالے جات
نقل کر کے بھی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ابن کثیر ان لوگوں کے گھر کا آدمی ہے
اور ان کے امام و مولیٰ ابن تیمیہ کا ردحانی و جسمانی شاگرد رشید ہے۔

لیکن خوالت کا خوف ہمہ وقت دامنگیر رہتا ہے حالانکہ بغیر یہ سب
کچھ قارئین کے علم میں لائے نہ تو واقعات کی کڑیاں ملائی جا سکتی ہیں اور نہ
ہی حقیقت حال واضح ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم نے قارئین کا وقت بچاتے
ہوئے ابن کثیر کے تعارف اور اس کے ابن تیمیہ سے تعلق کے بارے
تھوڑا ہی آسان راستہ اختیار کیا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ وہابی فارجیوں کی وہ تحقیق پیش کرنے پر ہی اکتفا کر
لیا گیا ہے جو انہوں نے خود ابن تیمیہ اور ابن کثیر کے تعلق اور ان
دونوں کے ہم عقیدہ اور ہم آہنگ ہونے کے بارے میں کی ہے۔

جو کچھ حیات ابن تیمیہ کے آخر پر کتاب کے محقق خارجی وہابی کا
بیان ہے پیش کیا جاتا ہے۔

ابن کثیر اور ابن تیمیہ کا تعلق خارجیوں کی نظر میں

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن ابی حفص عمر بن کثیر القرشی

الشافعی ابن کثیر کی کنیت سے شہرت رکھتے ہیں۔

۷۰۱ھ میں بصریٰ شام کے علاقے کے ایک گاؤں مجدل میں پیدا ہوئے اور ۷۰۳ھ میں والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔

۷۰۷ھ میں بڑے بھائی کمال الدین عبدالوہاب کے پاس دمشق چلے گئے۔ تعلیم و تربیت یہیں حاصل ہوئی پھر دمشق کے ہی ہو رہے۔

تعلیم کی ابتداء عبدالوہاب سے ہی کی جو سرپرست اور مربی بھی تھے۔ بعد وہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق تفسیر و حدیث فقہ و اصول فقہ، ادب و لغت، عربیت اور کلام وغیرہ سارے علوم پر یکساں دسترس کے حامل بنے۔

تفسیر، حدیث، فقہ اور رجال میں آپ کی مہارت تامہ کا بڑے بڑے ائمہ عصر نے اعتراف کیا ہے۔ زندگی تدریس و تصنیف کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ برسوں مختلف مدارس میں تعلیم کے فرائض انجام دیئے اور تفسیر، حدیث، رجال و تاریخ میں بہترین کتابیں تالیف کیں۔ جن

میں سے تفسیر ، البدایہ والنہایہ ، اختصار علوم الحدیث ،
الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول ، الاجتہاد فی طلب الجہاد
شائع ہو چکی ہیں۔ سب تالیفات قبولیت عامہ کی سند آپ کی زندگی ہی میں
حاصل کر چکی تھیں۔

اساتذہ میں سب سے زیادہ خصوصیت آپ کو حافظ ابو الحجاج مزی
سے تھی۔ دوسرے درجے پر امام ابن تیمیہ سے۔

حافظ مزی نے قابل شاگرد کو اپنی لڑکی کا رشتہ بھی دے دیا تھا۔ مزی چونکہ ابن تیمیہ کے بہت گرویدہ اور ہم مسلک تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر کا امام ابن تیمیہ سے تعلق خاطر بھی نہایت سلسلہ و مستحکم بھی قائم ہو گیا اور خوب فیض بھی حاصل کیا۔

﴿اصول الصافی﴾

حافظ ابن کثیر شافعی المذہب ہونے کے باوجود امام ابن تیمیہ کی تحقیقات عالیہ سے شدید متاثر نظر آتے ہیں۔ مسائل طلاق وغیرہ کئی مسائل میں ابن تیمیہ کے ہمنوا تھے جس کی بنا پر ان کو بھی بلاوجہ اور لوگوں کی ایذا رسانی سے دوچار ہونا پڑا۔

﴿تصنیفات﴾

چنانچہ ان کی تالیفات میں بہت سے مسائل کی وہی تحقیق ابن تیمیہ سے ہمنوائی پائی جاتی ہے۔ اور ان کے اصول تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔

تفسیر کے دیباچہ کا اکثر حصہ امام ابن تیمیہ کے مقدمہ اصول تفسیر سے ماخوذ ہے۔ جس کو ساری تفسیر میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہہ لیا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ امام ابن تیمیہ کے بیان کردہ قرآن فہمی کے ضابطہ اور صحیح اصول کے مطابق بڑی حد تک اگر کوئی پوری تفسیر لکھی گئی ہے تو وہ حافظ ابن کثیر کی تفسیر ہے۔

اس لحاظ سے ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے یہ خصوصیت ابن کثیر کے حصہ میں آئی۔ ابن کثیر کی استاذ ابن تیمیہ سے عقیدت و محبت معلوم کرنی ہو تو البدایہ والنہایہ کی ۱۳، ۱۴ جلد کا مطالعہ کیا جائے۔

۷۷۴ھ میں حافظ ابن کثیر فوت ہوئے اور حسب وصیت دمشق کے ایک قبرستان میں ابن تیمیہ کے جوار میں دفن ہوئے۔

﴿ حیات ابن تیمیہ ص ۷۷۰، ۷۷۱ ﴾

ابن کثیر نصف شیعہ اور غیر ثقہ کیوں ہے ؟

(۱) جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ابن کثیر ابن تیمیہ کا شاگرد خاص ہے۔ اور اس نے اپنی کتابوں کی بنیاد بھی ابن تیمیہ ہی کے اصولوں پر رکھی ہے۔ تو پھر وہ مبارکپوری وغیرہ کے نزدیک نصف شیعہ یا مائل بالشیعت کیوں ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ابن کثیر۔ ابن جریر کی تاریخی روایات پر اعتبار کرنے کے مجرم۔ ملوث ہے۔

ابن جریر طبری چونکہ اہل بیت پر یزید وغیرہ کے مظالم کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں اور ابن کثیر ان کو ثقہ مورخ تسلیم کرتے ہوئے ان کی روایات کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اور انہیں تاریخ و تفسیر کا امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اس لیے محمود عباسی وغیرہ ان کی بیان کردہ روایات کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

چونکہ خارجیوں کے نزدیک ابن جریر طبری شیعہ اور مانے ہوئے رافضی ہیں۔ اس لیے جو شخص بھی ان کی بیان کردہ روایات کو درست تسلیم کرے گا وہ بھی ان کی عقیدت کی حد دو سے خارج سمجھا جائے گا۔

چنانچہ باوجود یکہ عباسی خارجی نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ ابن کثیر ہی کتاب البدایہ والنہایہ سے استفادہ و استشہاد کیا ہے تاہم وہ یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ ابن کثیر روایت پرست ہے۔

وہ لکھتا ہے!

ابن کثیر عباسی کی نظر میں

وضعی روایتوں اور مبالغات کو جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں نقد و درایت سے جانچنے کی کوئی کوشش سوائے علامہ ابن خلدون کے کسی اور مورخ نے نہیں کی۔

خصوصاً ابتدائے دورِ اُموی کے بعض مشہور واقعات کے متعلق
وہ مبالغہ کے بارے میں روایت پرستی کی اُس زمانہ میں ایسی وبا پھوٹ نکلی
ہے کہ متاخرین بیشتر اپنے پیشرو مورخین سے نقل در نقل کرنے پر ہی اکتفا
کرتے رہے۔ علامہ ابن کثیر نے تو بعض ایسی روایتوں کو جنہیں وہ صحیح نہیں
سمجھتے تھے طبری سے نقل کرتے ہوئے اپنی روایت پرستانہ ذہنیت کا معترف
اعتراف کیا ہے کہ اگر ابن جریر وغیرہ جو طائفہ علماء سے ہیں ان کو بیان
نہ کرتے تو ہم بھی ترک کر دیتے۔

﴿ خلافتِ معاویہ و یزید ص ۵۷ ﴾

خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا کہیے

قارئین! اندازہ فرمائیں کہ یا تو یہ شخص فاتر العقل اور
مجنون ہے اور یا انتہائی شاطر اور چالاک۔

علامہ ابن خلدون کے بارے میں تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ تمام
مسلمان مورخین میں صرف ایک وہی مجدد مورخ ہیں جنہوں نے تاریخی
روایات کا صحیح طور پر تجزیہ کر کے تاریخ مرتب کی ہے مگر بدقسمتی سے یہ یا کی
منتخب کا چھ صفحات کا کسی نے سرقہ کر لیا۔

لیکن اس دھاندلی اور بے حیائی کا کیا کیا جائے کہ ان کی تاریخ سے
بھی زیادہ ان کے مقدمہ کو ترجیح دینے کے باوجود ان کی اس چوری بحث کو
گول کر گیا جس میں یزید پلید کو فاسق و فاجر قرار دیتے ہوئے انہوں نے

امام حسین علیہ السلام کو حق پر قرار دیا ہے اور یزید کو آپ کی اور آپ کے اہل

بیت کی شہادت کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

اور پھر بے شرمی اور بد دیانتی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی

کہ کتاب کا کثیر حصہ ابن کثیر کی کتاب سے تیار کرتا ہے اور جگہ جگہ اس کی

شہادتیں پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی روایت پر متعدد جگہ

واستثناء بھی شمار ہا ہے۔

ایں خیانت نزد آں کجا تا کجا ملکی است

ہم پوچھتے ہیں ! کہ اگر وہ چھان بین کے بغیر ہی روایات کو نقل

کرتا رہا ہے تو شہادتوں پیش کی گئی روایات کی صداقت کا اعتبار کس طرح کیا

جا سکتا ہے ؟ اور تمہیں یہ حق کیسے حاصل ہو گیا کہ مبالغہ آمیز اور بے اصل

روایات کو اپنے استدلال کے طور پر پیش کرتے پھرو۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ تمہیں اہل بیت رسول سے عناد ہے اور ہر وہ

روایت جس میں اہل بیت کی شان نمایاں ہو تم اسے جھوٹی اور دائی قرار دو

گے خواہ وہ کسی بھی کتاب میں موجود ہو۔

اور ہر وہ روایت جس میں یزید پلید کی مدح کا کوئی پہلو ہو اور خواہ وہ

کلام عبارت کو کانٹ چھانٹ کر ہی بن سکتا ہو تم اسے اٹل قرار دو گے چاہے وہ

محدثین بر اور است شیعوں کی کتاب سے ہی اڑا رہا ہو۔

بہر حال ہم تمہاری ان تمام تر بد دیانتیوں اور بے ایمانیوں کا

جو وہ فاش کر رہے ہیں اور وہ تمام عبارتیں جو ہم نے قطع برید کر کے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے پوری کی پوری نقل کر کے عوام کو بتا دیں گے کہ تمہارے دام فریب کی دھجیاں کس طرح فضائے بسیط میں اڑ رہی ہیں۔

اب ہم قارئین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ابن جریر اور ابن کثیر

قارئین ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابن کثیر اس لیے روایت پرست اور غیر ثقہ ہے کہ وہ مشہور مفسر و مورخ ابن جریر کی روایات کو قبول کرتا ہے اور یہ قرار دیتا ہے کہ اگر یہ روایات طبری جیسے امام حفاظ نے بیان کی ہوں تو ہمیں قبول کرنا چاہیے۔

گویا ابن کثیر کو ابن جریر پر اس قدر اعتماد ہے کہ اگر انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے تو درست ہی ہوگی۔

مگر حیرت تو یہ ہے کہ جب ابن حمید جیسے متعدد متعصب شخص کا شاگرد ابن کثیر اسے تسلیم کرتا ہے تاکہ وہ طبری کو رافضی اور غالی شیعہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے متعدد صفحات امام طبری کو شیعہ ثابت کرنے کے لیے سیاہ کر ڈالے ہیں۔

ابن جریر طبری غالی شیعہ ہے

ھشام اور ابن حمید کے دیگر ساتھی فریبی اور کذاب لوگوں نے

ہماری تاریخ کو مسخ کر دیا۔ اور طبری جیسے لوگوں نے اپنے آقاؤں کی بیعزتی و

پٹائی اور کچھ گران مختروں اور گذابوں کا تمام عمر مار کھا کر امت کو گمراہ کرنے

کے لیے جمع کر دیا۔

﴿مقدمہ خلافت معاویہ و یزید ص ۵۴﴾

ایک مقام پر لکھا ہے۔ شیخ مورخین طبری و تاریخ الخمیس نے عوانہ

راوی ابو مخنف کی روایت سے بیان کیا ہے۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۱۱۳﴾

طبری نے اس جیسی روایات کو ہی نہیں بلکہ اس عوانہ راوی اور مولف کا تمام تر

مواد اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۱۲۱﴾

ایک جگہ طنز و مزاح کے طور پر لکھتا ہے!

ابن جریر طبری علامہ وقت تھے لیکن روایت پرستی کی بنا پر یا اپنے خاص

مسلک کی وجہ سے ابو مخنف کی کتاب کا شاید کل مواد بغیر کسی تنقید کے نقل کر دیا ہے۔ ان

علامہ صاحب کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۱۲۳﴾

ایک اور علامہ وقت، مورخ و محدث ابن کثیر کا ارشاد بھی

ملاحظہ ہو۔ جنہوں نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ابو مخنف کی روایتیں قابل

(۱) ابن جریر طبری۔ لیکن ابن جریر جیسے ائمہ حفاظ نے چونکہ ان کو نقل کر دیا ہے اس لیے ہم بھی نقل کیے دیتے ہیں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ج ۱ ص ۱۳۳﴾

ان ریمارکس کے علاوہ محمود عباسی نے باقاعدہ طور پر ابن جریر طبری کے نام سے ایک عنوان بھی قائم کیا ہے جس میں دیگر مشہور راویوں کی عبارات کو مسخ کر کے امام ابن جریر طبری کو غالی شیعہ اور رافضی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ اور مقصد صرف یہ ہے کہ جب ابن جریر شیعہ ثابت ہو جائیں گے تو جس مورخ نے بھی ابن جریر کے حوالے سے کوئی روایت بیان کی ہو گی اسے شیعہ قرار دینا کوئی مشکل امر نہیں۔

اور اگر اس کو شیعہ قرار دیا جائے تو پھر اس کی بیان کردہ روایات کو کذب و افترا اور خرافات کا پلندہ کہہ دینا تو قطعی طور پر آسان ہے اور عوام الناس کا اس فریب میں آ جانا بھی قرین قیاس ہے۔

چنانچہ اسی اسلوب فریب پر محمود عباسی نے اپنی تصریحات کے خیالی محل تعمیر کرنے کی کوشش کی چنانچہ وہ معجم البلدان کے حوالہ سے لکھتا ہے

ابن جریر طبری علم و فضل میں یگانۂ روزگار علامہ وقت تھے مگر تھے ایک غالی رافضی خاندان کے فرد تھے۔ ان کا حقیقی چچا محمد بن عباس خود بھی بلند پایہ ادیب و شاعر تھا اپنے چچا کی طرح غالی رافضی تھا۔ باپ اس کا علاقہ طبرستان کے نزدیک ایک خوارزم کا تھا۔ اور طبرستان مورخ طبری کی

بھن جریر کے خاندان سے تھی۔

وہ اپنے خیال میں پلا بڑھا۔ آخر میں تو یہ جیسے غالی شیعہ امراء میں

سے ہو گئی تھیں۔

وہ اپنے ماموں کے رافضی مسلک ہونے کا اظہار ان اشعار میں

فخر سے بھی کرتا ہے۔

آکل میرا ماموں ہے اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں اور ہر شخص

اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور روئے زمین پر میں ہی رافضی ہوں اور

مجھ سے سوائے جریر رافضی ہے وہ دور کے رشتہ دار ہے۔

معجم البلدان یاقوت حموی ۱۲

اس کے بعد البدایہ والنہایہ سے ابن کثیر کی یہ عبارت پیش کرتا

ہے کہ ابن جریر نے بہت سے سنی علماء سے استفادہ کیا تھا۔ طلب علم

کے لیے طویل سفر بھی کیے تھے۔ قرآن مجید کی بڑی ضخیم تفسیر لکھی

اور تاریخ میں تاریخ الامم والملوک، ضخم تحریر جیسے من گھڑت قصے کے

متعلق وہ ضخیم کتابیں مرتب کر دیں۔ اور اسی طرح تہذیب الطبری کے

سلسلہ میں ایک کتاب مرتب کی۔ اور وضو میں جواز مسح قدمین کے قائل

تھے۔ اور ان کا دھونا واجب نہ جانتے تھے۔

البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶

ابن جریر کی صرف اسی قدر عبارت نقل کرنے کے بعد خاموش ہو گئے۔

تشیع

امام ذہبی ابن جریر کے بارے میں یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں تشیع بھی تھا اور حضرت علی اور ان کی اولاد سے موالات بھی مگر مضر نہیں۔

◆ میزان الاعتدال ◆

ابن احمد رجال نے ابن جریر کو شیعہ اور رافضی کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں مگر یہ ان کا محض کاذب ہے۔ اور ابن جریر تو مقتدر ائمہ اسلام میں سے تھے اور دوسرے محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر طبری ہیں جو رافضی تھے مگر ان کی

تاریخ سے تاریخ ہی کو کوئی اتنا نہیں۔

چنانچہ ابن جریر کے تذکرے میں ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کی یہ تحت لفظی ہے اور احمد بن سلیمان جیسے ہلند پایا محدث کا یہ قول ابن جریر کے بارے میں صحیح ہے کہ کان یضع للروافض یعنی ابن جریر غیر رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔

جن دونوں کتابوں کا ذکر ہو چکا ہے کہ ضم غدیر جیسے واقعی قصے پر انہوں نے جمع کیے یہ سب موضوعات ہیں اور غیبی پراپیگنڈے۔

◆ وفات ◆

خلاصہ اقوال آخر ان وضعی احادیث کا دو جلدوں میں جمع کرنا کس بات کی دلیل ہے۔

ہے کہتا کہ فیہ تشیع وموالاۃ لاتضر یعنی ان میں شیعیت بھی تھی اور موالات بھی مگر مضر نہیں۔ بے معنی سی بات ہے۔

ان کی تاریخ کی ورق گردانی کیجیے۔ حضرت علی، اُن کے دو صاحبزادوں اور شیعوں کے اماموں کے ساتھ شیعہ شعار کے مطابق علیہ السلام یا صلوٰۃ اللہ علیہا وغیرہ الفاظ اور عبارتیں ملیں گی۔ بر خلاف اس کے بعض صحابہ اور خلفائے راشدین کے ناموں پر لعن تک تحریر ہے۔

ان کی تاریخ کی جلد نمبر ۱۳ کے سرورق پر عبارت ہے۔

من تاریخ الصحابۃ والتابعین مصنف ابی جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری

اس کے بعد صفحہ ۴۴ پر

فی وسط خلافۃ معاویۃ لعنت اللہ کی مار ہے۔

اور صفحہ ۲۹ سطر ایک پر

فی خلافۃ یزید بن معاویۃ لعنہما اللہ درج کیا ہے۔

برٹش میوزیم لندن میں مخطوطات کے مہتمم Charles Rieu نے اپنی فہرست میں ابن جریر کے اس مخطوطہ پر ریمارک دیتے ہوئے کہا ہے کہ گو سنی ابن جریر کی تالیف کو اس لیے بالطبع احسان نہیں دیکھتے کہ مورخ مذکورہ کا میلان اور رجحان شیعیت کی طرف ہے کہ شیعہ شعار کے مطابق علی و

طاہرہ اور ان کے اخلاق کے بارے میں کہتے علیہ الصلوۃ والسلام بھی لکھتے

ہیں۔ بلکہ اکثر شیعہ راویتوں کو اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔

﴿ تفسیر فرات مخطوطات عربی رقم میوزیم ص ۴۰۸ ﴾

خود ان کے معاصرین میں کتنے لوگ تھے جو ان کو مسلمان شیعہ

جانتے تھے۔ خود علامہ ابن کثیر نے جو ان کو احد ائمۃ الاسلام کہتے ہیں نے

یہ لکھا ہے کہ جب ماہ شوال ۳۱۰ھ میں بغداد میں ان کی وفات ہوئی تو حنابلہ کی

ایک جماعت نے ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اس

لیے ان کو ان کے مکان ہی میں دفن کیا گیا۔

﴿ البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶ ﴾

یہ تو ان کے معاصرین کی باتیں تھیں۔ آج بھی ان کی تالیفات کا

دقت نظر سے مطالعہ کرنے سے بخوبی واضح ہے کہ ان کا میلان اور رجحان

شیعیت کی جانب پر کس درجہ پر رہا ہے۔

ابو مخنف وغیرہ کذابوں کی وضعی روایتوں کی اپنی کتاب میں بھر مار

بھی اس کا ایک ثبوت ہے۔

پھر حضرت علی کے ساتھ جن صحابہ کا سیاسی اختلاف رہا ان کی

تنقیص میں وضعی روایتوں کو اپنی کتاب میں اکثر و بیشتر درج کیا ہے خصوصاً

حضرت معاویہ اور یزید بن معاویہ کی تنقیص بلکہ سب و شتم کی خرافات کو نقل کیا

ہے۔

﴿ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۲۶ تا ۲۳۰ ﴾

کیا ابن جریر طبری شیعہ ہیں

ہم نے قارئین سے اس معاملہ میں پہلے ہی معذرت طلب کر لی

تھی کہ یہ مضمون طویل بھی ہے اور شاید خشک بھی۔ مگر بغیر یہ سب کچھ عرض

کیے اصل حقائق آپ کے سامنے نہیں لائے جا سکتے۔

موجودہ دور کے خوارج و نواصب نے اپنے ابلیسی ذوق کی تکمیل

کے لیے اسی دشوار گزار راستے کا انتخاب کیا ہے جس پر چلنے کے لیے ہر شخص

آسانی سے آمادہ نہیں ہوتا اور وہ بغیر اس وادیٔ ذی زرع میں قدم رکھے

اسے قبول کر لیتا ہے جو اسے پیش کیا جائے۔

عباسی وغیرہ نے تاریخ کے نام پر تاریخ کا خلیہ بگاڑنے کی اس

لیے جرأت کی ہے کہ اس فن آسانی کے دور میں لوگ بغیر تحقیق کے چکر میں

پڑنے کے اس کی بات مان لینے ہی میں عافیت سمجھیں گے۔ اور پھر وہ کافی

حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گیا اور جن لوگوں کو وہ گمراہ کرنا چاہتا تھا وہ

آسانی سے اس کے دام فریب میں آ گئے۔

وہ کون لوگ تھے جنھیں یہ گمراہ کرنا چاہتا تھا ان کی نشاندہی ابتدا ہم

کئی مقامات پر کر چکے ہیں۔ اور تفصیلاً ان کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا۔

ہم قارئین کو یہ بھی بتا چکے ہیں کہ کسی بھی مورخ کو جس حیثیت سے

پیش کیا جائے اس کی بیان کردہ روایات کے اثرات ایسے ہی ذہن پر مرتب ہوں گے۔

ابن جریر طبری اگر شیعہ ہیں تو ان کی کسی بھی بات کو اہل سنت کے نزدیک دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہی حالت ہمارے نزدیک خارجیوں کی بیان کردہ روایات کی ہے۔

مسلک اہلسنت کے مطابق رافضی اور خارجی واقعات بیان کرنے میں مخلص نہیں ہیں اور محض اپنے اپنے ذہنوں کی ترجمانی کے پیش نظر واقعات کو خلط ملط کرنے کے جرم میں ملوث ہیں۔ اس لیے یہ ہمارے لیے

حجت قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

ایک ضروری بات

ایک بات خاص طور پر ہم قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ واقعات شہادت حسین بیان کرنے کے لیے ہرگز یہ ضروری نہیں کہ تاریخ طبری کا ہی سہارا لیا جائے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر تاریخ طبری کو قطعی طور پر بھی نظر انداز کر دیا جائے جب بھی اس عظیم سانحہ کی حقیقت بیان کرنے کے لیے لاتعداد دیگر کتب کتابیں موجود ہیں۔ نامحمود عباسی نے محض حقائق چھپانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے ہیں کہ واقعہ شہادت بیان کرنے والا مورخ ابن جریر طبری

ہے اور وہ غالی شیعہ ہے۔ اور اس انکشاف کو وہ غار جیت کی فتح مبین سمجھ بیٹھا ہے حالانکہ یہ سب کچھ ایک ایسا فراڈ ہے جس کی حیثیت تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے۔ کیونکہ علامہ ابن جریر طبری اہلسنت کے نزدیک قطعی طور پر سنی بلکہ امام المفسرین ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ابن جریر طبری کے متعلق ائمہ اہل سنت کی کتابوں سے چند اقتباسات پیش کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عباسی کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کر دیا جائے۔

دھوکا نمبر ایک

عباسی نے معجم البلدان کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام ابن جریر طبری کا ایک بھانجا تھا جو شیعہ بھی تھا اور شاعر بھی تھا۔

اس نے اپنے شعروں میں لکھا ہے کہ میں اصلی رافضی ہوں۔ کیونکہ میری ماں اصلی شیعہ خاندان کی ہیں۔ چنانچہ ان اشعار کی رو سے ابن جریر طبری شیعہ ثابت ہوتے ہیں۔

معجم البلدان کی تاریخی اور شرعی حیثیت تو بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اگر بفرض محال امام ابن جریر کے بھانجے نے یہ اشعار کہے بھی ہوں اور امام ابن جریر کا پورا خاندان شیعہ بھی ہو تو یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ آپ بھی شیعہ ہی تھے۔

کیا کسی نالی رافضی خاندان میں کسی سنی کا پیدا ہو جانا ناممکنات

سے ہے؟

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کون شیعہ ہے جو خود کو رافضی کہنا

باعث فخر و مباہات سمجھے۔ گلہ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امام ابن جریر

طبری کی تفسیر و تاریخ کا ایک ایک لفظ مذہب اہل سنت کا آئینہ دار ہے۔

ان حالات میں یہ باور کرانا کہ فلاں شخص چونکہ شیعہ ہے اس لیے

اس کا ماموں بھی یقیناً شیعہ ہے پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے۔

دھوکا نمبر دو

ابن کثیر کا یہ لکھنا کہ امام ابن جریر نے تفسیر ابن جریر اور تاریخ الامم

والملوک بھی لکھی ہیں اور خم غدیر اور حدیث الطیر پر دو من گھڑت

کتابیں بھی تصنیف کر دی ہیں۔

یہ تو الٹا ابن کثیر کو ہی مشکوک کر رہا ہے نہ کہ امام ابن جریر کو؟

جبکہ ابن کثیر کو یہ معلوم ہے کہ ابن جریر من گھڑت واقعات لکھنے

سے پہلے ایسے شخص کی بیان کردہ روایات پر اپنی کتابوں کی بنیاد رکھنے کی ابن

کثیر کو کیوں ضرورت پیش آئی۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ابن کثیر امام ابن جریر کے بارے طور پر

مداح ہیں۔ کیا عجائبی کی یہ بے ایمانی اور بددیانتی نہیں کہ ابن جریر کی تعریف

وتوصیف میں لکھی ہوئی یعنی کثیر کی جملہ دو عبارتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے

صرف ایک مہمل لکھنے پر اکتفاء کیا ہے۔ اور اس ایک جملہ کو بھی قطع و برید کر کے

لکھا ہے۔

حالانکہ یہ اُن پر ایک تہمت تھی جس کا ابن کثیر نے رد کیا ہے۔

دھوکا نمبر تین

سب سے زبردست چالاکی مبارکی نے علامہ ذہبی کی تحریر میں دکھائی

ہے۔ یعنی انتہائی مختصر عبارت نقل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ امام ابن جریر کا

میلان تشیع کی طرف ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے موالات بھی

ہے مگر مضر نہیں۔

اور پھر ذہبی کے اس خیال کی خود ہی تردید کر دی اور تحکم سے کام

لیتے ہوئے اپنی رائے مخصوص دی کہ مضر کیوں نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جب علامہ ذہبی کی رائے سے کہیں اتفاق ہی نہیں

تو پھر اس کی عبارت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اور پھر اس مقام پر تو تلبیس شاطرانہ کمال دکھایا ہے۔ کہ ذہبی نے کہا ہے کہ

ابن جریر نظری رافضی نہیں۔ اور ان کی طرف رافضی ہونے کا گمان غلط اور

جھوٹ ہے۔ وہ کوئی اور ابن جریر ہے جو رافضی ہے۔ مگر اس کی تاریخ وغیرہ

یہ کوئی کتاب نہیں۔

(رض) عباسی کی چالاکی دیکھیے کہ شیعی کی اس بات کا تو انکار کر دیا کہ ابن جریر طبری شیعہ نہیں اور دوسری بات کو اچھالنے کے لیے ایک نیا شوشہ چھوڑ دیا۔ یعنی ان ابن جریر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ابن جریر نام کا ہے۔ جو رافضی ہے مگر اس کی تاریخ کے فن پر کوئی کتاب نہیں۔

اور پھر بڑے دھڑلے سے برطانیہ کے چاپ گھر میں رکھی ہوئی تاریخ طبری کی تیرھویں جلد کی نشاندہی کر دی۔ جس میں حضرت امیر معاویہ لعنت اللہ علیہ لکھا ہوا ہے۔ معوذ باللہ۔

اور اس تیرھویں جلد پر مؤلف کا نام ابن جریر طبری لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس حصے میں صحابہ اور تابعین کے حالات ہیں۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ کے متعلق اس قسم کے الفاظ سوائے شیعوں کے کوئی نہیں لکھ سکتا اس لیے امام ابن جریر غالی رافضی ہیں اور اگر یہ بات فی الحقیقت ہو جو عباسی نے لکھی ہے۔ تو پھر کون ایسا ذی شعور سنی ہے جو ابن جریر طبری کو رافضی نہیں کہے گا؟

مگر عباسی کی خرافات میں ذرہ بھر بھی سچائی نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے ہرگز ایسی کوئی کتاب اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی جس میں یہ عبارت موجود ہے۔

بقول اس کے بھی صرف یہ واہمت ہے کہ اس نے برٹش میوزیم میں

رکھے ہوئے عربی مخطوطات کی فہرست کا بھی ضمیمہ پڑھا ہے۔ جس میں
مُرتب نے تاریخ طبری کی تیرھویں جلد کا مختصر تعارف کروایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تاریخ طبری کی اگر کوئی تیرھویں جلد اس دنیا
میں موجود ہے تو اس کی گیارھویں اور بارھویں جلدیں کہاں چلی گئیں۔

ہم اس بات سے قطع نظر کرتے ہیں کہ وہ دو جلدیں کہاں ہیں۔
ہمیں صرف یہ بتا دیا جائے کہ تاریخ طبری کی ترتیب کے مطابق صحابہ کرام
اور تابعین عظام کے حالات و واقعات تیرھویں جلد میں کیسے چلے گئے۔ جبکہ
یہ تمام واقعات چھٹی جلد سے پہلے پہلے اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔

حیرت ہے کہ جن واقعات کو بیان کرنے کے بعد امام ابن جریر مزید
چار جلدیں بنو عباس وغیرہ خلفاء کے متعلق لکھ جاتے ہیں۔ انہیں واقعات
کو ادھر تو چھ سات جلدوں کی چھلانگ لگا کر تیرھویں جلد میں جا کر لکھنا
شروع کر دیتے ہیں۔

عباسی کی یہ عداوت ہے کہ محض اہل اسلام کو بدظن کرنے کے لیے یہ
اسلام کی ایک مختصر راستی پر بہتان تراشی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور
حقیقت صرف یہ ہے کہ امام ابن جریر سواد اعظم اہل سنت کے بہت جلیل
اور جلیل عظیم ہیں۔ اور دین متین کی ترقی اور ترویج کے لیے ان کی محنت
شاقہ سے معرض وجود میں آنے والی ان کی تفسیر اور تاریخ ان کے ایسے
عظیم کارنامے ہیں جنہیں ہر زمانے میں خراج عقیدت پیش کیا جائے گا۔

آپ نے تاریخ طبری میں کم از کم تین ہزار مرتبہ امیر معاویہ کا نام لکھا ہے مگر کہیں ایک ایسا مقام بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا جہاں انہوں نے نام کے ساتھ علیہ السلام وغیرہ لکھا ہو۔ یہ محض اور محض عباسی کی کذب بیانی ہے اور افترا پردازی ہے کہ امام ابن جریر نے ایسا ایسا لکھا ہے۔

دھوکا نمبر چار

علاوہ ازیں عباسی نے ابن کثیر کا جو جملہ قطع و برید کر کے لکھا ہے اگر اسے صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو اس ساری عبارت میں کون سا ایسا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ ابن جریر شیعہ تھے۔ کیا اس لئے کہ انہوں نے غدیر خم اور حدیث الطیر پر کتابیں لکھی ہیں اس مقام پر خارجی عباسی نے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہے ہیں۔

ایک تو یہ خم غدیر اور حدیث الطیر کو من گھڑت قرار دے دیا جائے اور دوسرے امام ابن جریر کو رافضی بنا دیا جائے حالانکہ یہ دونوں واقعات حدیث کی تمام بڑی معتبر کتب میں موجود ہیں اور علامہ ابن کثیر نے بھی ان کو من گھڑت نہیں لکھا۔ بلکہ یہ وضاحت کی ہے کہ امام ابن جریر کی طرف حوالہ دینے جو یہ کتابیں منسوب کی جاتی ہیں ان میں غیر مستند روایات درج کی ہوئی ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کتابیں کسی دوسرے ابن جریر کی ہیں۔ جو شیعہ ہے اور اہل بیت سے روایت بیان کرتا ہے۔

اور پھر ابن کثیر نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ آپ نے وضو کرتے وقت پاؤں دھونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

دھوکا نمبر پانچ

امام ابن جریر کے متعلق ابن کثیر کا یہ قول کہ آپ کے ساتھ اس دور کے حنابلہ وغیرہ کو اس قدر اختلاف تھا کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اور وہ اپنے گھر میں ہی مدفون ہوئے۔

عباسی کی بدولت کی مذہبی تعصب پر مبنی تصویر ہے کیونکہ علامہ ابن کثیر کی جس عبارت کو حذف کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ پر جس قدر بھی اتہام لگائے گئے وہ ان سے بری تھے چنانچہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

ودفن فی داره لان بعض الحنابله ورعاعهم منعوا من دفنه نهارا ولنسبوه الی الرفض والجهلة من رماه بالالحاد وحاشاه من ذالک کله

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶﴾

ترجمہ:

ان کو ان کے گھر میں ہی دفن کیا گیا کیونکہ حنابلہ میں سے بعض گمراہ خصلتوں نے آپ کو دن کے وقت دفن نہ کرنے دیا اور آپ کو رافضی کہتے اور بعض جہلاء

نے آپ کو مجدد بھی کہا ہے اور آپ ان تمام تعریفوں سے

پاک تھے۔

اس سے پہلے علامہ ابن کثیر امام ابن جریر کے حضور یوں خراج

عقیدت پیش کرتے ہیں:

كان من أكابر ائمة العلماء ويحكم بقوله ويرجع

الى معرفته وفضله

(البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۵)

یعنی امام ابن جریر اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ

کے قول پر فیصلہ دیا جاتا ہے۔ اور آپ کے فضل و

معرفت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ابن کثیر قطعی طور پر امام ابن جریر کی

شان جلالت کے معترف ہیں۔ اور خود ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود

وہابی کی بلیک لسٹ میں اس لیے آتے ہیں کہ وہ ابن جریر کی روایات کو

قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابن جریر طبری کی عظمت و جلالت کو چیلنج

کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شپرہ چشم طلوع آفتاب کا انکار کر دے۔

اب ہم آخر پر امام ابن جریر طبری کے متعلق چند علمائے اہلسنت کی

آراء پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں اُن کے واضح ترین اعتراف کے لیے سینکڑوں صفحات بھی کم

ہیں۔

الاتقان

امام جلال الدین سیوطی علوم القرآن پر اپنی عظیم کتاب الاتقان

میں امام ابن جریر کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں!

تفسیر ابن جریر طبری، وھو من اجل

التفاسیر واعظمھا قدراً

(الاتقان فی علوم القرآن جلد ۲ ص ۱۷۸)

یعنی تفسیر ابن جریر طبری اپنی قدر و منزلت کے اعتبار

سے تمام کتب تفاسیر سے بڑھ کر ہے۔

میزان الاعتدال

علامہ ذہبی کی جو عبارت عباسی نے پیش کی ہے اس میں بھی امام

ابن جریر کی ثقاہت اور رافضیت سے براءت کا واضح ثبوت موجود ہے۔ وہ

انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ اُن پر رافضی ہونے کا گمان ظنِ کاذب

ہے۔

تنبیہ درج ذیل مختصر عبارت میں علامہ ذہبی نے آپ کی ثقاہت

پر مہر ثبت کر دی ہے۔ لکھا ہے!

محمد بن جریر بن یزید الطبری الامام الجلیل

المفسر ابو جعفر ثقہ الصادق

(میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۴۹۸)

یعنی محمد بن جریر بن یزید طبری طبیل القدر امام، مفسر

قرآن ابوجعفر ثقہ اور سچے تھے۔

کشف الظنون

صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ امام ابن جریر کے متعلق اپنے

ارشاد فرماتے ہیں:

فانه يتعرض لترجيه الاقوال وترجيح

بعضها على بعض والاعراب والاستنباط

فهو لذلك على تفاسير الاقدمين

كشف الظنون

یعنی وہ (امام ابن جریر) اقوال کی توجیہ سے تعرض

کرتے ہیں، بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں اور

بحث کرتے ہیں۔ اور استنباط مسائل سے کرتے

ہیں۔ لہٰذا وہ ان وجوہات کی بناء پر متقدمین کی تمام

تفسیروں سے اعلیٰ و فائق ہیں۔

لسان المیزان

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی فقہ اور رجال کی مشہور زمانہ

کتاب لسان المیزان میں امام ابن جریر کو یوں خراج عقیدت پیش کرتے

ہیں۔

محمد بن جریر بن یزید الطبری الامام الجلیل

المفسر ابو جعفر اقذع احمد بن علی

السلیمانی الحافظ ، فقال کان یضع

للروافض کنا قال السلیمانی وھذا رجم بالظن

الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام

(لسان المیزان جلد ۵ ص ۱۰۰)

ترجمہ:

محمد بن جریر بن یزید طبری جلیل القدر امام اور مفسر ہیں

آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ حافظ احمد بن علی سلیمانی

نے آپ کے بارے میں یہ گواہی دی ہے اور کہا ہے کہ

آپ رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔

جیسا کہ کہا سلیمانی نے اور یہ ان کے متعلق ظن کاذب ہے۔

بلکہ امام ابن جریر کبیر ائمہ اسلام سے ہیں۔

فوائد الجامعہ

شارح مسلم شریف امام نووی تفسیر ابن جریر کا تعارف ان الفاظ

سے کروا رہے ہیں۔

قال النووی اجمعت الامة علی انه لم یصنف
مثل تفسیر الطبری وعن ابی حامد اسفرائنی
انه قال لو سافر رجل الی الصین حتی یحصل
تفسیر ابن جریر لم یکن ذالک کثیراً

﴿فوائد الجامعہ ص ۸۷﴾

ترجمہ!

نووی فرماتے ہیں کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تفسیر
طبری کی طرح کوئی تفسیر بھی نہیں لکھی گئی۔ ابو حامد
اسفرائنی سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص تفسیر طبری کے
حصول کے لیے چین تک سفر کرے تو یہ بھی کچھ
زیادہ نہیں۔

مختصر یہ کہ امام ابن جریر طبری اہل سنت کے ثقہ امام، جلیل القدر
مفسر و مورخ اور ارفع و اعلیٰ شان کے مالک ہیں۔ اور ان پر رافضیت وغیرہ
کے اتہامات محض متشددین خوارج وغیرہ کے لگائے ہوئے ہیں یا پھر کسی
دوسرے ابن جریر رافضی کی کتابوں کی علامہ فہمی کی وجہ سے ہے۔ جس کے
متعلق علامہ موصوف نے پوری پوری وضاحت کر دی ہے۔

ان وضاحتوں کے بعد قارئین اچھی طرح جان گئے ہوں گے کہ
عباسی وغیرہ نے محض فارسیت کی نشوونما کے لیے اسلام کی معتمد شخصیتوں کو
ہدف طعن بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا

طبری ۔ ابو جعفر محمد بن جریر مورخ و مفسر شافعی فقہ کے ۔۔۔ ملتے

جریر کی تالیف تاریخ الامم والملوک دنیا کی مستند ترین تواریخ میں

ہوتی ہے۔ ان کی ضخیم تفسیر قرآن جامع البیان فی تفسیر القرآن کے

نام سے مشہور و مقبول ہوئی۔

(انسائیکلوپیڈیا ص ۱۳۳)

امام ابن جریر کی صاف و شفاف تصویر

امام الائمہ سیدنا امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جواب

تک لکھا گیا ہے وہ ہر صورت اُن کے تعارف کے لیے کافی معلوم ہوتا ہے

تاہم قارئین کو پورے طور پر مطمئن کرنے کے لیے ہم امام ابن جریر کا مختصر

تعارف پیش کرتے ہیں۔

اگرچہ ہم یہ تعارف تاریخ بغداد و غیرہ و تاریخ کی مختصر اور مستند

کتابوں سے پیش کر سکتے ہیں مگر طوالت کی وجہ سے صرف علامہ ابن کثیر اور

علامہ ذہبی کی ہی وہ پوری پوری عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس

علامہ ابن کثیر نے بڑے ہی شاطرانہ انداز سے عبارت کے بعض ٹکڑے نقل

کر کے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

لہٰذا ہم پہلے علامہ ابن کثیر کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں

امام ابن جریر کو خراج عقیدت بھی پیش کیا گیا ہے اور آپ پر بہتان تراشی

کرنے والوں کی تردید و تکذیب بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

خوبصورت شخصیت، بے مثال کتابیں

محمد بن جریر طبری بن یزید بن کثیر بن غالب امام ابو جعفر

طبری۔ آپ کا سال ولادت ۲۲۴ھ ہے۔

آپ کی آنکھیں گندم گوں اور چہرہ وضیح تھا۔ آپ طویل قامت اور

فصیح اللسان تھے۔ آپ نے راویوں کے ہم عصر سے روایات بیان کی

ہیں۔ اور حصول حدیث کے لیے آفاقی سفر کیے ہیں۔

آپ نے تاریخ و تفسیر میں ایسی کتب تصنیف فرمائیں جن کی مثال

نہیں ملتی۔ اصولی اور فروعی مسائل پر آپ کی دیگر تصانیف بھی نفع بخش ہیں۔

آپ کی تصنیف تہذیب الآثار اگر پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی تو سب

کتابوں سے بے نیاز کر دیتی۔ اور ہر مسئلے کے لیے کافی ہوتی۔ آپ نے مکمل

چالیس بڑی تالیف و تصنیف کا کام کیا۔ اور اس عرصہ میں آپ ہر روز چالیس

اوراق تصنیف کیا کرتے۔

عربی متن ملاحظہ فرمائیں!

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن

غالب الامام ابو جعفر طبری و کان مولدہ فی

سنۃ اربع وعشرین و مائتین و کان اسمرا نحیف

سليم الوجه سديد القامة فصيح اللسان ،
روى الكثير الجم الغفير ، ورحل الآفاق في
طلب الحديث وصنف التاريخ الحافل ، وله
التفسير الكامل الذي لا يوجد له نظير وغير
هما من المصنفات النافعة في الاصول
والفروع ، ومن احسن ذلك تهذيب الآثار ولو
كمل لما احتج معه الى شئ ولكان فيه
الكفاية لكنه لم يتمه وقد روى مكث اربعين
سنة يكتب في كل يوم اربعين ورقة

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۵﴾

اپنے دور کا سب سے عظیم عالم

علامہ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے فرمایا کہ مجھ تک علامہ ابی حامد اسفرائنی کا یہ قول پہنچا ہے کہ اگر تفسیر ابن جریر کے حصول کے لئے چین تک کا بھی سفر کسی کو درپیش آجائے تو یہ بھی مہنگا سودا نہیں۔

اور خطیب بغدادی نے یہ بھی کہا کہ امام الائمہ ابی بکر ابن خزیمہ نے تفسیر ابن جریر کا اول سے آخر تک سات مرتبہ مطالعہ کیا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر ابن جریر سے بڑا بھی کوئی عالم ہے۔ اور بیشک حنابلہ نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اور محمد نے ایک شخص کو کہا کہ بغداد میں پھر کر مشائخ سے حدیثیں نقل کرو۔ پھر حنابلہ نے اسے ابن جریر سے سماع نہ کرنے دیا اور

۹۰ ہر ایک کو آپ کے پاس جمع ہونے سے منع کرتے۔

امام ابن خزیمہ نے اس شخص کو فرمایا اگر تو ابن جریر سے حدیث نقل کرتا تو یہ تجھ کے لئے اس سے بہتر ہوتا جو یہ نے سب کچھ نقل کیا ہے۔

قال الخطیب وبلغنی عن الشیخ ابی حامد بن ابی طاهر الفقیه الاسترانی انه قال، لو سافر رجل الی الصین حتی یظفر فی کتاب تفسیر ابن جریر الطبری لم یکن ذالک کثیراً، او کما قال وروی الخطیب عن امام الائمة ابی بکر ابن خزیمة انه طالع تفسیر محمد بن جریر فی ستین من اوله الی آخره، ثم قال انما اعلم علی الیم الارض اعلم من ابن جریر ولقد ظلمته الحنابلة، وقال محمد رجل رحل الی بغداد یکتب الحدیث عن الشائخ، ولم یتفق له سماع من ابن جریر لأن الحنابلة کانوا یمنعون ان یجتمع به احد، فقال ابن خزیمة لو کتبت عنه لکان خیراً لک من کل من کتبت عنه

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۵﴾

جامع العلوم

اس کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے بیان کیا

ہے کہ ابن جریر نے بغداد کو مسکن بنایا اور پھر آپ کے زندگی کے آخری سانس تک بغداد ہی میں اقامت پذیر رہے۔

اور آپ اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ کے قول پر حکم دیا جاتا ہے اور آپ کے فضل و معرفت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ آپ نے ان علوم کو جمع کیا تو آپ کے ہم عصر علماء میں سے کوئی بھی اس کام میں آپ کا شریک کار نہیں تھا۔

آپ کتاب اللہ کے حافظ اور تمام قراتوں کے واقف اور معانی کو جاننے والے تھے۔

آپ فقیہ فی الاحکام اور سنن و طرائق صحیح و سقیم اور ناسخ و منسوخ کے عالم تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے بعد آنے والوں کے اقوال کو پہچانتے تھے۔ ایام الناس اور ان لوگوں کے اخبار و آثار کی معرفت رکھتے تھے۔ اور اس موضوع پر آپ کی مشہور کتاب **تاریخ الأمم والملوک** ہے۔ اور آپ کی کتاب جو تفسیر قرآن کے متعلق ہے۔ اس جیسی کوئی کتاب بھی کسی اور نے نہیں لکھی۔

اور آپ کی کتاب **تہذیب الآثار** ویسی بھی اس کے اپنے سوا اور کوئی نہیں جو اصول فقہ اور فروعی مسائل پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کاش وہ مکمل ہو جاتی۔

قال الخطیب البغدادی استوطن ابن جریر

بغداد واقام بها الى حين وفاته وكان من اكابر
الائمة واعلماء ويحكم بقوله ويرجع الى معرفته
وفضله ، وكان قد جمع من العلوم مالم
يشاركه فيه احد من اهل عصره ۔

وكان حافظ لكتاب الله معارفا بالقراءات
ات كلها ، بصيراً بالمعاني فقيهاً في الاحكام
عالما بالسنن وطرقها وصحيحها سقيمها
وناسخها ومنسوخها ۔

عارفا باقوال الصحابة والتابعين ومن
بعدهم ، عارفا بايام الناس واخبارهم وله
التاريخ المشهور في تاريخ الامم والملوك
وكتاب في التفسير لم يصنف اح مثله ۔
وكتاب سماه تهذيب الآثار لم ارسواه في معناه
الا انه لم يتمه وله في اصول الفقه و فروعه
كتب كثيرة واختيارات و تخريجات و مسائل حفظت
عنه ۔

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت﴾

مینارۂ نور

اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں :

زہد و عبادت اور تقویٰ و ورع کے متعلق آپ تک کسی ملامت کرنے
والے کی ملامت نہیں پہنچ سکتی ۔ یعنی آپ ہر بہتان کی زد سے باہر ہیں ۔

آپ حسن صورت و معرفت تامہ اور احسن صفات کے ساتھ ہر قرأت کو ادا فرماتے ۔ اور آپ صالحین کبار میں سے تھے۔ اور طولون کے زمانہ میں مصر میں جمع ہونے والے ائمہ محدثین میں ایک تھے۔ جو کہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ امام الائمہ اور محمد بن نصر المروزی اور محمد بن ہرون رویانی اور یہ محمد بن جریر طبری جیسا کہ ہم نے محمد بن نصر مروزی کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی دوران میں خلیفہ معتضد نے ارادہ کیا کہ ایسی شرطوں پر ایک کتاب لکھی جائے جو تمام علماء کے درمیان متفق علیہ ہو تو ان کو کہا گیا کہ اس کام کی طاقت سوائے ابن جریر طبری کے کسی اور کو نہیں۔

تو جب آپ کے سپرد کرنے پر یہ کام سرانجام ہو گیا۔ یعنی ایسی شرطوں پر کتاب لکھی گئی جس میں کسی کو اختلاف نہیں تھا۔ تو خلیفہ نے استدعا کی کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمایئے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا ! ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔

خلیفہ نے عرض کی کہ آپ لازمی طور پر کسی نہ کسی چیز کے متعلق ارشاد فرمائیں جس کی آپ کو ضرورت ہو۔

تو آپ نے فرمایا کہ ہماری صرف یہی خواہش ہے کہ جمعہ کے روز ہمارے خاص کمرے میں داخل ہو کر لوگ سوال کرنے سے رُکے رہیں۔

خلیفہ نے حکم نافذ کر دیا۔

اور آپ اپنی ذات پر اپنے باپ کے گاؤں کے ترکہ سے اتنا خرچ کرتے تھے۔

قلت فكان من العبادة والزهادة والورع والقيام في الحق لا تأخذه فيه لومة لائم وكان حسن الصورت بالقرآت مع المعرفة التامة بالقرآت على احسن الصفات وكان من كبار الصالحين ۔

وهو احد السعدين الذى اجتمعوا فى مصر فى ايم ابن طولون وهم محمد بن اسحق بن خزيمة امام الائمة ۔ ومحمد بن نصر المروزى و محمد بن هارون الرويانى ۔ ومحمد بن جرير الطبرى هذا ،

وقد ذكرنا هم فى ترجمة محمد بن نصر المروزى و كان الذى قام فصلى هو محمد بن اسحق بن خزيمة ، وقيل محمد بن نصر فرزق فهم الله وقد اراد الخليفة المقتدر فى بعض الا يام ان يكتب كتاب وقف تكون شروطه متقنا عليها بين العلماء فقيل له لا يقدر على استعضا ذالك الا محمد بن جرير الطبرى فطلب منه ذالك فكتب له

فاستدعاه الخليفه اليه وقرب منزلة عنده و قال له سل حاجتك ،

فقال لا حاجة لی ۔

فقال لا بد ان للسائل حاجة أو شيئا

فقال اسأل من امير المومنين ان يقدم امره

الى شرطة حتى يمنعوا السؤال يوم الجمعة ان

يد خلوا الى مقصورة الجامع فأمر الخليفة

بذالك وكان ينفق على نفسه من مغل قرية

تركها له ابوه بطبرستان ومن ثمره

اذا عسرت لم يعلم رفيقي و استغنى فيستغني

صديقي

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶﴾

دشمن کون ؟

آپ کا وصال بوقت مغرب اتوار کے روز جبکہ شوال المکرم کے دو دن باقی تھے ۲۱۰ھ میں ہوا۔ اور آپ کو آپ کے گھر ہی میں دفن کیا گیا۔ کیونکہ بعض بدطینت حنابلہ آپ کو دن کے وقت دفن کرنے سے منع کرتے تھے اور آپ پر رافضی ہونے کی تہمت لگاتے تھے اور جہلاء آپ کو بدھتی کہتے تھے۔ حالانکہ آپ ان تمام بہتانوں سے بری تھے۔ اور ائمہ اسلام میں سے ایک تھے۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے عامل بھی تھے اور عالم بھی اور آپ کے مخالفین حنابلہ ابی بکر بن داود اور ظاہریہ کے مقلد تھے۔

اور وہ جہاں کہیں بھی گفتگو کرتے آپ کو رفض و اقامم وغیرہ سے متہم کرتے۔

اور جب آپکا وصال ہو گیا تو بغداد کے چاروں طرف سے لوگوں نے آپ کے گھر پر جمع ہو کر نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کو دفن کیا۔ اور لوگ آپ کے مزار کی تبدیلی کے لیے انتظار کرتے رہے۔ اور مہینوں آپ پر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

وقد كانت وفاته وقت المغرب عشية
يوم الاحد لليومين بقيا من شوال من سنة عشر
وثلاثمائة ودفن في داره لان بعض عوام
الحنابلة ورعاعهم منعوا من دفنه نهاراً وتحيروه
الى الرفض ومن الجهلة ورماه بالالحاد ،
وحاشاه من ذالك كله بل كان احد
ائمة الاسلام علما وعملا بكتاب الله وسنة
رسوله ، وانما تقلد وذالك عن ابي بكر محمد
بن داؤد المتره الظاهري ، حيث كان يتكلم
فيه ويرميه بالعظائم وبالرفض ولما توفي
اجتمع الناس في سائر اقطار بغداد وصلوا
عليه بداره ودفن بها ومكث الناس يترددون
الى قبره شهوراً يصلون عليه

﴿البدایہ النہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۷﴾

کس کی کتابیں؟

اور اُن سے منسوب وہ کتابیں جن میں سے دو ضخیم جلدوں میں

احادیث خم غدیر اور ایک کتاب حدیث الطیر کے متعلق منسوب کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ وضو کرتے وقت پاؤں پر مسح کے قائل تھے۔ اور پاؤں کو دھونا

ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس واقعہ کو شہرت دیتے تھے۔

حالانکہ علماء کا بیان ہے کہ ابن جریر دو ہیں اور یہ دوسرے ابن جریر

جو کہ شیعہ ہے کی کتابیں ہیں۔ اور ابو جعفر ابن جریر اس قسم کی صفات

(رفض) سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ اور ان کی تفسیر میں قابل اعتماد کلام

ہے کہ پاؤں کو دھونا واجب ہے۔ اور تفسیر سے دلیل ہے مسح کی بھی نہیں فہم

بہت سے لوگوں کو ان کی مراد اور فہم سے مراد ہے کہ وہ نقل کرتے ہیں کہ

اور مسح واجب ہیں اور اس پر دلیل ہے۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

وقد رأيت له كتابا جمع فيه احاديث

غدير خم في مجلدين ضخيمين و كتابا جمع

فيه طريق حديث الطير و نسب ذلك و الله كان

يقول بجواز مسح النعلين في الوضوء و انه لا

يوجب غسلهما و قد اشتهر عنه هذا فمن

العلماء من يزعم ان ابن جرير اثنان احدهما

شيعي و اليه ينسب ذلك و يزعمون ان ابا جعفر

هذا عن هذه الصفات و الذي دل عليه كلامه

فی التفسیر انه یوجب غسل القدمین ویوجب
مع الغسل ولکنهما ولکنه عبر عن ذلک
بالمسح، فلم یفهم کثیر من الناس مراده،
ومن فهم مراده نقلوا عنه انه یوجب الغسل
والمسح وهو الذلک۔ واللہ اعلم

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۷﴾

یہ تھی البدایہ والنہایہ کی تمام تر عبارت جو علامہ ابن کثیر نے امام ابن جریر کے تعارف کے طور پر تحریر کی ہے۔ ہم نے صرف اس عبارت کے آخر پر تحریر کردہ اشعار کو جن میں امام ابن جریر کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے محض طوالت کی وجہ سے قلم انداز کر دیا ہے۔ باقی پوری عبارت کا کوئی حصہ ادھر ادھر نہیں کیا گیا۔

ان روشن حقائق کی موجودگی میں عباسی کی تمام تر شاطرانہ چالیں یقیناً قارئین پر واضح ہو چکی ہوں گی۔ کہ یہ بددیانت شخص حقائق کو مسخ کرنے کے لیے کس کس طریقہ سے اپنے پلے گھڑتا ہے۔

ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ اگر عبارت کو اس طریقہ سے پڑھنا شروع کر دو تو قرآن مجید کی آیات کو بھی ہر قسم کی مطلب براری کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال حقیقت حقیقت ہے اور فسانہ فسانہ۔

اب آپ امام ابن جریر کے متعلق امام ذہبی کی پوری عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں۔

محمد بن جریر بن یزید طبری امام ابو جعفر صوحب روشن تصانیف رافضی

صادق (حضرت علی سے) سوالات و تشیع رکھتے تھے۔ مگر معتزلی نہیں۔

احمد بن علی سلیمانی نے یہ افترا کیا ہے کہ آپ رافضیوں کے لیے

حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ جیسا کہ کہا سلیمانی نے اور یہ عیب لگانا غلط

کذب (جھوٹا گمان) ہے۔ بلکہ آپ لائق اعتماد کبار ائمہ سے ہیں۔ اور ان

کی عزت و ناموس پر حملہ آور ہونا غلطی ہے۔ نیز جھوٹ اور دیوانگی سے

اہمیت دینا ناجائز ہے۔

پس اگر علماء کے کلام کو پیش نظر رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ

آپ بہت بڑے امام ہیں۔ اور شاذ سلیمانی کا گمان محمد بن جریر بن رستم ابو

جعفر طبری رافضی کی کتاب کے متعلق ہے جس میں اہل بیت سے روایات

بیان کی گئی ہیں۔ اور عبدالعزیز کتانی نے اسے رافضی کہا ہے۔

محمد بن جرير بن يزيد الطبري الامام
ابو جعفر صاحب التصانيف باهره تلله ، صادق
فيه تشيع و موالاة لا تضر ، اقذع احمد بن
علي السليماني الحافظ قال كان يضع
الروافض كذا قال السليماني و هذا رجم بالظن
الكاذب ، بل ابن جرير من كبائر ائمة الاسلام
للمعتمدين وما تشهي عصمة من الخطاء ولا
يحل ان ترمية بالباطل والهوى فان كلام

العلماء بعضهم في بعض ينبغي ان تيأتى فيه
ولا سيما في امام كبير فللعلامة السليماني اراد
الآلوسي محمد بن جرير بن رستم ابو
جعفر الطبري رافضي له تاليف منها كتاب
الدرولة عن اهل البيت رساه بالرفض عبد
العزيز الكناني

﴿ميزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۵ مطبوعہ مصر﴾

آشکارہ حقیقت

قارئین محترم خود پر جان چکے ہیں کہ تحقیق کے نام پر
ناصبیت کے زہر یلے انجکشن دینے والے اور یزیدیت کے مکروہ چہروں پر
الفاظ کے خول چڑھا کر آنے والے نام نہاد محققین خارجیت کے جراثیم
پھیلانے کے لیے کیسی کیسی شعبدہ بازیاں دکھا کر قوم کو گمراہ کرتے ہیں۔
مگر ان کی شعبدہ بازیاں زیادہ دیر تک عوام کو دھوکا میں نہیں رکھ سکتیں
اس لیے کہ
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری
امام عالی مقام سیدنا امام حسین کی شہادت عظمیٰ اور بے مثال قربانی
کو شہادت کے درجہ سے بھی گرا دینے کے لیے ان لوگوں نے تاریخ کے وہ
بے جوڑ حوالہ دیئے ہے۔ ان لوگوں سے پہلے کبھی نہیں کی گئی۔

کسی بھی محقق نے کبھی ایسی جرأت نہیں کی کہ محض اپنے نظریات و جذبات کی تسکین کے لیے دوسروں کی عبارت کو یوں قطع برید کر کے استدلال قائم کرے۔

امام طبری کو رافضی وغیرہ بنانے کے لیے جس استدلال کا عباسی نے سہارا لیا تھا اس کی بنیاد بھی حقیقت ہے۔ وہ ہم ظاہر کر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں ہم قارئین کو یہ بھی یقین دلاتے ہیں کہ جن مورخین کو عباسی نے مرتے مرتے ثقہ تسلیم کیا ہے۔ وہ امام طبری ہی کی روایت کے سہارے پر اپنی کتابوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون جیسے ناقدین بھی امام طبری ہی کے خوشہ چین ہیں۔ اور یہ سراسر زیادتی اور ناانصافی پن ہے کہ چونکہ انہوں نے بعض روایات ابو مخنف سے روایت کی ہیں اس لیے وہ شیعہ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ناقدین رجال کی نظر میں ابو مخنف ماکل بالشیعت ہے۔ اور اگر یہ بات درست ہوتی تو امام بخاری سب سے بڑے شیعہ قرار پاتے کیونکہ ان کی مشہور زمانہ کتاب بخاری شریف کے راویان میں رافضی بھی ہیں اور خارجی بھی۔ بلکہ تمام مجروح طبقات کا کوئی نہ کوئی راوی ضرور ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ایک زبردست فراڈ اور صریح کذب ہے کہ امام طبری نے واقعات شہادت بیان کرنے کے لیے صرف ابو مخنف کا ہی سہارا لیا ہے۔ کیونکہ آپ نے متعدد ایسے راویوں سے بھی روایات بیان کی

ہیں جو عراق سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہی آپ نے ابو حنیفہ

سے بھی نقل کی ہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ پوری سندوں کے ساتھ متعدد راویوں

سے ایک ہی قسم کی روایات نقل کر دیتے ہیں تاکہ روایت کو قبول کرنے والا

خود فیصلہ کرلے۔ کہ راوی کی حیثیت کیا ہے۔

اور اس بات کا اعتراف متعدد وہابیہ کو بھی ہے۔ مثلاً ابو بکر ابن

العربی کی کتاب العواصم من القواصم کا محشی محب الدین خطیب بھی یہ

اعتراف کرتا ہے کہ امام صاحب نے راویوں کے نام لکھ کر قارئین کے لیے

آسانی پیدا کر دی ہے۔ کہ کونسی روایت مقبول ہے اور کونسی روایت کمزور

ہے۔

بہر حال ہم اس مسئلہ کو زیادہ طویل نہیں کرتے۔ امام ابن جریر الطبری

اہل سنت میں سے ہیں۔ کبھی کسی صحیح العقیدہ شخص نے آپ پر رافضی وغیرہ

ہونے کا گمان نہیں کیا۔ جب کہ داؤد ظاہری کے ماننے والے متشددین حنابلہ

ہی نے اس قسم کی کذب سرائیاں کی تھیں۔ جنہیں علمائے امت نے بھیڑ قرار دیا ہے۔

لہ جمالا نکہ ابو حنیف سے بخاری شریف میں بھی روایات لی گئی ہیں

ان لوگوں کو حنابلہ کہنا بھی تغلبی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ ان کی صرف

نسبت امام احمد بن حنبل سے تھی۔ لیکن وہ امام احمد بن حنبل کے بھی وکار فیصل

تھے کیونکہ وہ ابن حزم کے ہمپلہ و ہمراہ ظاہری کے مقلد تھے اور وہ ظاہری وہ شخص ہے جس کے متعلق ہم سابقہ اوراق میں بتا آئے ہیں کہ وہ ظاہری فرقہ کا موجد تھا اور اس کا طریقہ استدلال وہی تھا جو خارجیوں کا ہے۔

وہ ایسا بدنصیب تھا کہ امام احمد بن حنبل نے اُسے اس لیے شرف ملاقات نہ بخشا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہتا تھا۔ اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ ایسے شخص کی تقلید کرنے والوں کو حنابلہ کہنا کتنا عجیب سا لگتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی فرقہ ظاہریہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان میں اور خارجیوں میں خاص طور پر اشتراک و اقرار تھا اس لیے اُن کا

امام ابن جریر کو رافضی کہنا تعجب انگیز نہیں۔

مگر عباسی کا ایسے لوگوں کو دلیل کے طور پر پیش کرنا یقیناً اس کی حماقت مآبی کی واضح دلیل ہے۔ جن لوگوں کی رائے کو اہل سنت نے باطل قرار دیا ہو اہل سنت ہی کا لبادہ اوڑھ کر ان کی گواہی پیش کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

بہر حال حقیقت آشکار ہے اور واضح الفاظ میں امام ابن جریر اور علامہ ابن کثیر کے تعارف کو ختم کیا جاتا ہے۔

ہم نے بتایا تھا کہ امام ابن جریر طبری ثقہ اور صادق ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن کثیر ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ بلکہ عباسی کے ایک اور معتمد ابوبکر ابن عربی نے لکھا ہے کہ

تاریخ کی دنیا میں اگر کوئی قابل اعتماد کتاب ہے تو وہ امام ابن جریر کی کتاب تاریخ طبری ہے۔ حوالہ ابو بکر ابن عربی کے تعارف میں آئے گا۔

نصف شیعہ اور غیر ثقہ ابو بکر ابن العربی

ابو بکر ابن العربی یہ بزرگ اگرچہ اپنے وقت کے مشہور علامہ اور صاحب تصانیف ہیں۔ تاہم ان کی کتاب العواصم من القواصم نہایت ہی شر انگیز اور فتنہ خیز تصنیف ہے۔ اور عباسی کے بہت زیادہ کھل کھیلنے کا مدار اسی کتاب پر ہے۔

لیکن اسے عباسی کی بدقسمتی ہی سمجھیے کہ وہ ابن العربی کے نظریات پر اپنی کتاب کی اساس رکھنے کے باوجود بھی ان سے منظمس نہیں اور ان کو ثقہ تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی ثقاہت کو چیلنج کر رہا ہے۔

اس لیے لامحالہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ عباسی کے نزدیک اس قدر متشدد و متعصب شخص بھی نصف شیعہ اور نصف ثقہ ہے۔

علامہ ابن کثیر کے تعارف میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ عباسی نے امام ابن جریر طبری کو غالی رافضی اور غیر ثقہ ثابت کرنے کے لیے کس کس طریقہ سے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ اور ان کی مشہور تصنیف تاریخ طبری کو کس کس انداز سے جھوٹ کا پلندہ و بنا دینے کی کوشش کی ہے۔

حالانکہ اس کے معتمد ترین مولف ابن عربی امام ابن جریر طبری کو

اجمالی تذکرہ موزخ تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ ترغیب دیتے ہیں کہ سوائے تاریخ طبری کے کسی دوسری تاریخ پر اعتماد نہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی اسی رسوائے زمانہ کتاب العواصم من القواصم میں تحریر کرتے ہیں!

ولا تقبلوا رواية الا عن ائمة الحديث ولا

تسمعوا السوزخ كلاما الا لطبري

(العواصم من القواصم ص ۲۴۸)

یعنی تم ائمہ حدیث کی روایت کے علاوہ اور کسی

کی بات قبول نہ کرو اور سوائے طبری کے تاریخ میں

کسی کا 15 صفحہ قابل اعتماد نہیں۔

این تحقیق را از کجا است تا کجا

عباسی کہتا ہے کہ کتاب الامامت والسیاست امام ابن قتیبہ دینوری کی تالیف نہیں۔ بلکہ یہ کسی شیعہ نے تالیف کر کے ان کے نام سے منسوب کر دی ہے۔ اور یہ بات وہ ابوبکر ابن العربی کی کتاب العواصم من القواصم کے محقق محب الدین خطیب کی حوالی میں حذف و بالا پنی کتاب خلافت معاویہ

میں دہراتا ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے!

امام ابن قتیبہ کی طرف جو کتاب الامامت والسیاست منسوب ہے یعنی الامامت

والسیاست اس میں بھی یہ تفصیل ملتی ہے۔

(خلافت معاویہ ص ۴۰)

علامہ ابن عربی امام ابن قتیبہ کی نہایت حقارت سے تردید کرتے ہیں اور یہ تردید محض اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انہوں نے الامامت و السیاست جیسی کتاب جس میں یزیدیت کا بھٹ بٹھا دیا ہے۔ کیوں تصنیف

کی۔

چنانچہ وہ اسلام کے اس جلیل کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں۔

ومن اشد شئی علی الناس جاهل عاقل او
مبتدع محتال، فاما الجاهل فهوا ابن قتيبة،
ولم ينظر للصحابة اسما فی کتاب الامامة
والسیاسة

﴿ العواصم من القواصم ص ۲۴۸ ﴾

اور لوگوں کو سخت نقصان پہنچانے والا جاہل

عقلمند ہے یا بدعتی حیلہ ساز۔

جاہل تو ابن قتیبہ ہے۔ جس نے اپنی کتاب الامامت والسیاست

میں صحابہ کرام کا کوئی احترام ملحوظ نہیں رکھا۔

امام ابن قتیبہ کے متعلق اس قسم کے ریمارکس ابن عربی نے اپنی اس

کتاب میں صفحہ وار دیئے ہیں جن کی تفصیل ضروری نہیں۔ لہذا اب آپ

ابن عربی اور عباسی کا ایک اور سخت اختلاف ملاحظہ فرمائیں۔

یزید کی خلافت حقہ کے اثبات اور اس کی ولیعہدی کے جواز میں

مورخ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر اس خلاف حقیقت بات کو منوانے کی کوشش کی ہے۔ کہ خلافت کو اپنے گھر میں رکھنے اور ولی عہد بنانے کی ابتداء امیر معاویہ کی بجائے حضرت علی نے کی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے حضرت علی کے بیٹے حضرت حسن ولی عہد ہوئے۔ حوالہ آگے آئے گا۔

حالانکہ اس کے برعکس اس کے پیشرو ابوبکر ابن العربی اس مقام پر جو لکھتے ہیں وہ یہ ہے۔

لما نزل الرافضة انه عهد الى الحسن
فيالطل ما احد الى عهد ولكن البيعة لمحسن
منعقدة وهو احق من معاوية من كثير من غيره

وكان خروج لمثل فاخرج اليه ابوه من دعا
الفيئة الباغية الى الانقياد للحق والاخول
في الطاعة

(مواصم من القواصم ص ۱۱۸)

ترجمہ:

رافضیوں کا یہ قول باطل ہے کہ حضرت علی نے حسن کو ولی عہد بنایا تھا۔ آپ نے کسی کو نامزد نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔ حضرت حسن امیر معاویہ اور بہت سے لوگوں سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ آپ کا لشکر کشی کرنا بالکل اپنے باپ کی طرح ہے۔ کہ وہ باغیوں کو حق کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دیتا چاہتے تھے۔

قارئین انداز و فرمائیں کہ عباسی کے گرو گھنٹال ابوبکر ابن عربی کیسے

آپ کے حضرت حسن کی ولی عہدی کا باطل عقیدہ اور افضیوں کا ایجاد کردہ اور

خلاف واقعہ ہے۔

حضرت حسنؓ کی باقاعدہ طور پر مسلمانوں نے بیعت خلافت کی اور

آپ امیر معاویہ وغیرہ تمام لوگوں سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ اس کے

برعکس عباسی یہ بڑبانکے رہا ہے کہ اگر امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنایا تو

اس کی ابتداء حضرت علی کر چکے تھے۔

اور انہوں نے حضرت حسنؓ کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کیا تھا۔ کیا

ان تضادات کی موجودگی میں یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ عباسی ابن عربی کو لائق

اعتماد سمجھتا ہے۔

حالانکہ ابن عربی سے زیادہ حمایت یزید وغیرہ میں دنیا کی شاید ہی

کوئی کتاب ہو۔

یہ رسوائے عالم کتاب جمہور اہل اسلام کے نظریات کے قطعی طور پر

مخالف ہے۔ اور اس کا ہر باب جوانمیہ کی بے جا حمایت کا شاہکار ہے۔

خاص طور پر یزید پلید کی منقبت و ستائش میں زمین و آسمان کے جو

قلابے اس کتاب میں ملائے گئے ہیں۔ ان کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

اور پھر امام حسین کی شہادت کو نلاور رنگ میں پیش کرنا انتہائی غلط

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی کے دوسرے تصنف معتمد علماء مسلمین خلدون اس پر

سخت جرح کی ہے اور ابن عربی کی اس تحقیق کو مخل نظر بتایا ہے۔ جس کا
اظہار ہم سابق اوراق میں کر آئے ہیں۔ اور یہاں بھی حدیث قائم کر رہے
ہیں۔ تاکہ اچھی طرح واضح ہو جائے کہ عباسی کے معتقدین کا آپس میں کیا

ملاں ہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں!

اس سلسلہ میں ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب العواصم من القواصم
میں جو یہ لکھا ہے کہ حسین اسلامی شریعت کی رو سے قتل ہوئے سراسر غلط

ابن عربی سے یہ غلطی اس لیے ہوئی کہ وہ امام عادل کی شرط بھول
گئے۔ بھلا اس زمانے میں ہوا و ہوس سے لڑنے کے لیے امامت و عدالت
میں امام حسین سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان کی شمار ہوگی
ہے۔ بغاوت کی رو سے قتل نہیں ہوا۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم ص ۳۶﴾

بہر حال! چاہا یہ تھا کہ ابن عربی کے باطل اور غلط نظریات بھی
عباسی کے بلیسی ذوق کی تسکین کے لیے کافی نہیں اور وہ ان سے بھی بڑھ چڑھ
کر اضافے کر جاتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے حقائق کو مسخ کرنا چاہتا ہے۔

آسکرو اوراق میں ہم انشاء اللہ العزیز ابو بکر ابن العربی کی محققہ و
تحریروں کو بھی زیر بحث لائیں گے اور بتائیں گے کہ انہوں نے کس کس

طریقہ سے اخلاق باطل اور ابطال حق کیا ہے۔ اور علمائے کرام نے اس کی تحریروں کی تکذیب کرتے ہوئے کیسے کیسے گرفت کی ہے۔

آخر پر علامہ ابن کثیر کی تحریر ملاحظہ ہو۔

ابو بکر بن العربی شارح الترمذی کان فقیہا عالما وزاھدا وعابدا وسمع الحدیث بعد اشتغالہ فی الفقہ وصحب الغزالی واخذ عنہ وکان یتھمہ برأی الفلاسفۃ ویقول دخل فی اجوافھم فلم یخرج منھم

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۲، ص ۲۲۹﴾

ترجمہ:

ابوبکر ابن عربی شارح ترمذی فقیہ و عالم اور عابد و زاہد تھے۔ مشغول فقہ کے بعد سماع حدیث کیا۔ غزالی کے ساتھی رہے اور ان سے دلیل لیتے تھے۔ اور فلسفیوں کے اعتقاد سے متہم ہوئے۔ اور کہتے فلسفیوں کے اندر ایسے گھسے کہ باہر نہ نکل سکے۔

بلاذری

ناصحہ عباسی نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر بلاذری کے حوالے دیئے ہیں۔

بلاذری کو کبھی اتنی بڑی چیز نہیں سمجھا گیا کہ اس کے تعارف میں متعدد صفحات سیاہ کئے جائیں۔

یہ ایک عام سا مورخ ہے اور اکابرین امت میں اس کا شمار ہے اور نہ کوئی مقام۔ بلکہ یہ شخص کرائے کا آدمی تھا۔ بنو عباس کے خلیفہ متوکل کا درباری تھا۔ اور متوکل جو خاندان علی کا زبردست دشمن تھا۔ حتی کہ اس نے امام عالی مقام کے مزار اقدس پر ہل چلوا دیئے۔ جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کریں گے۔

بہر حال بلاذری کا ذکر بحیثیت مورخ کتابوں میں مذکور ضرور ہے۔

چنانچہ اس کا ایک جملہ احمد اللہ اختر اس کا تعارف یوں پیش کرتا ہے۔

احمد بن یحییٰ البلاذری مورخ ایرانی نژاد تھا۔ خلفائے عباسیہ متوکل اور مستعین کے عہد میں دربار خلافت میں بار یابی حاصل کی۔ خلیفہ المعتز باللہ کے بیٹے عبداللہ کا اتالیق مقرر ہوا۔ انہیں دنوں اس نے فتوح البلدان تصنیف

اس نے واقدی کی کتاب المغازی اور ابوالحسن مدائنی سے استفادہ

کیا۔ مدائن پایہ تخت ساسانی شاہان ایرانی میں متولد ہوا۔

﴿خلافت اسلامیہ حصہ اوّل ص ۶ مطبوعہ ادارہ ثقافت لاہور﴾

مشہور سیرت نگار علامہ شبلی اپنی کتاب الفاروق میں احمد بن یحییٰ

بلاذری کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ عباسی خلیفہ متوکل کا درباری تھا۔

ابن کثیر اور بلاذری

علامہ ابن کثیر البلاذری کا جو تعارف پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

البلاذری ، المورخ و اسمہ احمد ویقال ابوبکر
البغدادی البلاذری صاحب التاریخ المنسوب
علیہ قال ابن عساکر کان ادیبا ظہرت لہ
کتب جھاد و مدح المامون بمدائح و مجالس
المتوکل و تولی ایا المعتمد وحمل لہ مرس و
وسواس فیآخر عمرہ

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۶۵﴾

ترجمہ:

بلاذری مورخ ہے۔ اور اس کا نام احمد ہے۔ اور ابوبکر بغدادی

البلاذری بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی طرف صاحب تاریخ ہونا منسوب ہے۔

ابن عساکر فرماتے ہیں ! کہ وہ ادیب تھا جیسا کہ اس کی کتابوں

سے ظاہر ہے۔ وہ خلیفہ مامون کی مدح و ستائش کرتا تھا۔ اور متوکل کا ہم جلیس

اور معتصم کے دور میں فوت ہوا۔ آخر عمر میں وہ پاگل پن اور وسوسوں کا شکار ہو گیا تھا۔

قارئین اندازہ کریں کہ ایک پاگل اور وسوسوں کی عبارتیں استشہاد کے طور پر پیش کرنے والا پاگل نہیں تو اور کیا ہے۔

متوکل کون ہے؟

۲۳۶ھ میں متوکل نے حضرت امام حسین اور ان کے آس پاس کی قبروں کو کھدوایا اور وہاں کاشتکاری کروائی۔ نیز زیارت قبور سے لوگوں کو منع کیا۔

اہل بیت سے ظاہر اور خفی کی وجہ سے متوکل کو لوگ برا بھلا کہنے لگے۔

مزاروں کی بے حرمتی سے عوام بہت رنجیدہ ہوئے۔ اہل بغداد نے مسجدوں کی دیواروں پر متوکل کے نام گالیاں لکھیں۔ اور شعراء نے اس کی مذمت میں بکثرت ہجویات لکھے تھے۔

۲۴۷ھ میں متوکل نے اپنے لڑکوں کے استاد علامہ یعقوب بن سکیت کو قتل کروا دیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ متوکل نے ایک دن اپنے لڑکے معتز اور مرید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں اچھے ہیں یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

علامہ یعقوب نے کہا ! ان سے تو حضرت علی کا غلام قنبر ہی اچھا

تھا۔ یہ سن کر متوکل نے اپنے ترکی ملازمین کو حکم دیا کہ یعقوب کو خوب پکڑو

یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ متوکل نے علامہ یعقوب کی زبان کھنچوا کر مار

ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ متوکل ناصبی تھا۔

﴿تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۷۶﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں کہ متوکل

عباسی اور اس کا وزیر علی بن جہم ناصبی تھا اور ناصبی حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم اور ان کی ذریت طاہرہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔

متوکل عباسی اور وزیر او علی ابن
جہم نواصب است نواصب محض عداوت
امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ
الکریم و ذریت طاہرہ او را شعار خود دارند

﴿فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۱۰۷﴾

ہم زیادہ نہیں کرائیں گے۔ کیونکہ اس کا آقا

امت متوکل عباسی ہے اور وہ اپنے لوگوں کے اعتماد کی اس لیے گردن مار دی

ہے کہ انہوں نے اس کے لوگوں کو جناب حسین علیہ السلام سے اچھا نہیں کہا

ان حالات میں بلاذری اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
اولاد علی کے متعلق کیا کچھ لکھ کر انعام حاصل کر سکتا تھا۔
اس کے متعلق فیصلہ قارئین خود کریں۔

بلاذری کا ایرانی نژاد ہونا تو اس بات کا غماز ہے کہ اسے شیعہ ہونا
چاہیے تھا مگر بدا ہو ہوس و لالچ کا وہ ملوتو کیا کرتا اہل بیت کے معاملہ میں
انتہائی سرد مہری کرنے لگا۔

حالانکہ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اہل بیت و اقدی کا شاگرد تھا جن کو
خارجی اور ہم خیال محدثین عموماً رافضی کہہ دیتے ہیں۔

مگر عباسی کی ڈھٹائی ہے کہ استاد کی روایات کو لائق اعتماد سمجھنے سے
پہلو تہی کرتا ہے۔ اور شاگرد کی کتابوں کو حرز جاں بنا رکھا ہے۔

ابن جریر کو ان کے بھانجے کے حوالے سے شیعہ قرار دینے والا قاطر
اعجل انسان شاگرد کو استاد کے حوالے سے رافضی کیوں نہیں کہتا۔

بہر حال خلیفہ متوکل ناصبی تھا اور اپنے حاشیہ برداروں کو بڑے
بڑے انعامات سے بھی نوازا کرتا تھا۔ اس کا مال کھا کر بلاذری حرام نہیں کر
سکتا تھا۔ ہم ہم بلاذری کی مختلف عبارتوں کو زیر بحث لا کر قارئین کو
بتائیں گے کہ عباسی نے اتنے بڑے ہموا کی عبارتوں میں بھی ہندو بنیوں کی
طرح ڈنڈی مارنے کے کیسے کیسے کرتب دکھائے ہیں۔ اور انہیں الفاظ پر اس
طویل مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

کیا یہ
خلافت راشدہ
تھے؟

خلیفۂ راشد یا گمراہ آمر

قارئین باب اول میں عباسی اور اس کے چیلوں چاٹوں کی جعلی

اسکی تحریریں پڑھ چکے ہیں جن میں بڑی طمطراق اور پورے زور و شور سے

یزید پلید کے دور حکومت کو خلافت راشدہ ثابت کرنے کی کوشش کی

ہے اور یزید پلید کو خلیفۂ راشد ثابت کرنے کے لیے اپنی چونچ کو زور لگایا

ہے۔

جبکہ یہاں تک بچا لاکی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ یزید کا دور

دور فاروقی ہے اور اس کے لیے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ یزید نے ایک

دفعہ اپنے باپ کو کہا تھا کہ میں اپنی حکومت کے دوران فاروق اعظم رضی اللہ

عنہ کی تقلید کروں گا۔ جس کے جواب میں اس کے باپ نے کہا تھا کہ

میں تو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز خلافت پر بھی عمل نہیں کر سکا اور تم

دور فاروقی کی بات کرتے ہو۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ یزید نے چونکہ یہ کہا تھا کہ

میں سنت فاروق پر عمل کروں گا لہذا اس کا دور دور فاروقی ہے۔ یہ صرف

خارجیوں کا ہی حصہ ہے۔

اس کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ آج کا کوئی شخص یہ اعلان کر دے کہ

میں بڑا ہو کر امام مہدی بنوں گا اور جب وہ بڑا ہو جائے تو اس کے اعلان کے

مطابق آسے امام مہدی ماننا پڑے گا۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ یزید کے دورِ آمریت میں دورِ فاروقی کی کونسی جھلک نمایاں تھی۔ اور یزید میں ایسی کونسی خصلت تھی جو فاروقِ اعظم کے خصائل سے مشابہ تھی۔

(۱) سب سے بڑی حیرت کی بات تو یہ ہے کہ امیر معاویہ تو خود اعتراف کرتے ہیں کہ میں تو دورِ عثمان کی بھی یاد تازہ نہیں کر سکا اور تم تقلیدِ فاروقی کے خواب دیکھ رہے ہو؟

مگر دیکھا جائے تو لوگوں کو یہ باور کرانے کوشش میں مصروف ہیں کہ یزید خلیفہ راشد تھا۔ اور اس کی خلافت خلافت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور پائیدار تھی۔ اور دورِ یزید دورِ فاروقِ اعظم سے مشابہ تھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

حواریانِ یزید کا یہ صرف ایک تخیل ہے۔ ورنہ حقیقت سے تو اس کا خاصے کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور قطعی طور پر یہاں یہ مثال صادق آتی ہے

کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

فیصلہ کن باب

اس فیصلہ کن باب میں یزید کے متعلق ابتدائی تفصیل میں جاتا

ہے گا اس لیے کہ حوار یا لا یزید نے تحقیق و تاریخ کے نام پر بہت بڑا الجھاؤ کر

دیا ہے۔ اور اس کی نقاب کشائی اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ ان کی ایک ایک

بات کو لیا جائے اور ایک ایک نظریہ کو سامنے لا کر وضاحت کی جائے۔

جیسا کہ ہمارے قارئین اچھی طرح جان چکے ہیں۔ کہ صدیوں

بعد یزید کی کلمل کھلا حمایت اور قصیدہ خوانی کا جنون سب سے پہلے ہمارے

ملک میں ناصبی جماعت کو ہوا ہے۔ اور اس نے اپنی راہ سے ہٹانے کے لیے

بنیاد جن لوگوں کے افکار و آراء پر رکھی ہے ان میں سر فہرست ابن تیمیہ کا نام

ہے۔

اگرچہ اس نے کچھ مواد بلاذری جیسے محتوط الحواس اور ناصبیت زدہ

مورخ اور ابوبکر ابن العربی جیسے فلسفی سے بھی حاصل کیا ہے۔

ہم نے ابتداء میں ہی قارئین پر یہ حقیقت واضح کر دی تھی تاکہ

باوجود اس کے مذکورہ بالا مجرموں نے اہانت اہل بیت اور عداوت یزید میں

پورا پورا زور قلم صرف کر دیا ہے۔

مگر ہماری نے جگہ جگہ پر ان کے بھی کان کھینچنے کی کوشش کی

ہے۔ اور ان متشدد ذہنیت کی عبارتوں میں بھی مفید طور پر تنقید کرتے رہے

پلیدگو خلیفہ راشد صحابہ کا امام اور خیر القرون کے نزدیک میں پیش کیا ہے۔

اور اپنے طور پر وہ اس فرض سے بھی سبکدوش ہو چکا ہے کہ اب جدید

کو معاروق جدلی ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کو خلیفہ راشد تسلیم کرنے میں کسی

کو بھی تامل نہیں ہوگا۔

حالانکہ ایسا تصور صرف اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب ان تمام

کتابوں کا وجود دنیا سے ختم کر دیا جاتا جن کی عبارات کو قلم زد کر کے یہ

مضروضہ قائم کیا گیا ہے۔

عباسی وغیرہ کو چاہیے تھا کہ اپنی بات منوانے سے پہلے اپنے ان

ممدوحین کی تصانیف کا ایک ایک صفحہ بغرض آتش کر دیتے جن کے حافظہ

ضرورت کے مطابق نقل کر کے باقی کتاب کو نظر انداز کرنے کی جرأت

پیدا کی گئی ہے

چونکہ ان لوگوں سے یہ بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے کہ ان سے وہ

ذخیرہ کتب ضائع نہ ہو سکا اور ایک اہل حقیقت فرضی افسانے کا روپ نہ

دھار سکی۔

گواہی ابن تیمیہ کی

چنانچہ ہم سب سے پہلے عباسی وغیرہ کے امام اول ابن تیمیہ کی

اسی کتاب منہاج السنہ سے چند اقتباسات پیش کریں گے۔ جس پر عباسی

نے اپنی کتاب کا وارد بدا در کھا ہے۔

او قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ ابن تیمیہ اہل بیت رسول سے

شدید عداوت اور یزید پلید کی واضح حمایت کے باوجود تو یزید کو خلیفہ

راشد تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی صالح اور صحابی تسلیم کرتا ہے۔

بلکہ وہ ایسا گمان رکھنے والوں کو متعصب اور خارج از اہلسنت قرار

دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

یزید خلیفۂ راشد نہیں

یزید کے متعلق طرفین کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ

ایک گروہ یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ وہ صحابہ میں سے ہے اور خلفائے

راشدین و مہدیین سے ہے یہ انبیاء سے ہے اور یہ تمام باطل ہیں۔

اور دوسرا گروہ اسے کافر و منافق اور مدینہ منورہ کے اور اس کے

اقارب اور بنو ہاشم کو کافر سمجھتا ہے۔ اور یہ دونوں قول قبیح باطل ہیں۔ متن

ملاحظہ ہو!

الناس فی یزید طرفان و وسط قوم

یعتقدون انه من الصحابة او من خلفائے

الراشدین المهدیین او من الانبیاء و هذا کله

باطل

و قوم یعتقدون کا انه کافر، منافق فی

الباطن وانه كان له قصد في اخذ ثار كفار
اقاربه من اهل المدينة وبني هاشم وكلا
القولين باطل

﴿منہاج السنہ جلد دوم ص ۲۴۷﴾

حجاج بن یوسف سے کم ظالم

اور یزید پر لعنت کرنے کے متعلق لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کا قول جیسا کہ اس کی مثل بادشاہ، خلیفوں اور دوسروں پر لعنت ہے۔ اور یزید اُن سے بہتر ہے۔

اور مختار ثقفی امیر عراق سے لکھا ہے۔ کہ اس نے بظاہر قاتلان حسین سے انتقام لیا اور کہتا تھا کہ میرے پاس جبریل آتے ہیں اور یزید بہتر ہے۔

حجاج بن یوسف سے۔ کیونکہ بالاتفاق حجاج بن یوسف یزید سے ظالم تھا۔

ان القول فی لعنه یزید کالقول فی لعنه
امثاله من الملوک الخلفاء وغیرهم ویزید
خیر من غیره خیر من المختار ابی عبید
الثقفی امیر العراق الذی اظهر الانتقام من
قتلة الحسین فان هذا ری ان جبریل یاتیه و
خیر من الحجاج بن یوسف فانه اظلم من یزید

باتفاق الناس

﴿مناہج السنہ جلد دوم ص ۱۵۱﴾

امامتِ یزید کے قائل مُسلمان نہیں

یزید کی امامت کے بارے میں ابن تیمیہ یوں رقم طراز ہے کہ !

بعض متعصب حد سے بڑھ جاتے ہیں اور یزید بن معاویہ کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ امام ہے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خلفائے راشدین و مہدیین میں سے ہے۔ جیسا کہ ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور مسلمانوں میں سے کسی ایک عالم کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے اور یہ عقیدہ بعض جاہلوں کا عقیدہ ہے اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ "یزید صحابہ اور خلفائے راشدین اور نبیوں میں سے تھا"

مگر اہل علم میں سے ان جہلاء کا کسی نے بھی ساتھ نہیں دیا۔ متن یہ ہے۔

وتمادى بعضهم في التعصب حتى
اعتقد امامة يزيد بن معاوية فان اراد بذالك
أنه اعتقد من الخلفاء الراشدين والائمة
المهتدين كابي بكر و عمر و عثمان و علي
فهذا لم يعتقد احد من العلماء المسلمين

ولن اعتقد مثل هذا بعض الجهال كما
يحكى عن بعض الجهال مثالا كرادر نحو
هم انه يعتقد ان يزيد من الصحابه وعن
بعضهم من الانبياء و بعضهم يعتقد انه
من الخلفاء الراشدين والمهدين فهولاء
بعضهم يعتقد ليس من اهل العلم الذين
يحكى قولهم وهم مع هذا الجهل

﴿منہاج السنہ جلد دوم ص ۲۳۸﴾

امام احمد بن حنبل سے فراڈ

امام احمد بن حنبل سے جو فراڈ کیا ہے وہ پیش کرنے سے پہلے نامحمود صاحب کی کتاب خلافتِ معاویہ و یزید کا ایک ورق ہدیہ قارئین کرویٹا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس لیے کہ اس موقعہ پر اس کا بیان کرویٹا نہایت اہم معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح و سقیم روشنی میں آجائیں گے۔

چنانچہ وہ ورق درج ذیل ہے۔

امیر یزید کو حکومت و سیاسی امور میں ہی حضرت فاروقؓ اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے تھے۔

زندگی حد درجہ سادہ تھی۔ عام باشندوں کی طرح ان کا لباس
سادہ ہوتا۔ حکومت کے مکمل طراق اور زرک تمبنشاہی سے سخت منتفر تھے۔
لاکھوں روپیہ وظائف واعدایا دوسروں کو فراخ دلی سے دیتے مگر اپنی
ذات پر معمولی خرچ کرتے۔

زہاد و عباد اُمت کی مجالس میں شریک ہوتے۔ حضرت ابودرداء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے زاہد صحابی سے بہت مانوس تھے۔ انہیں کو
صاحبزادی کے نکاح کا پیام بھی دیا تھا۔

وہ یزید کو بہت پسند کرتے تھے۔ مگر اپنی بچی ایسے گھرانے میں
بیاہنے کو تیار نہ تھے۔ جہاں کام کاج کے لیے خادمہ موجود ہو۔ پھر
انہوں نے اپنی بیٹی یزید ہی کے ایک ہم جلیس کے عقد میں دے
دی۔ امیر یزید کے یہ ہم جلیس ضعفاء المسلمین یعنی غریب مسلمانوں
میں سے تھے۔ اور انہوں نے امیر یزید سے اجازت بھی لی تھی۔ کہ
آپ کو تو انکار ہو گیا۔ اب میں بیاہ دوں

﴿کتاب الزہد الامام احمد بن حنبل ص ۱۴۳﴾

مندرجہ بالا تحریر کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ۶۴ پر درج
ہے۔ اس سے پہلے یزید اور اس کے باپ کا وہ مقالہ البدایہ والنہایہ کے
حوالہ سے درج ہے۔ جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یزید نے کہا تھا کہ میں
[illegible] ظلم کی [illegible] جلاؤں گا۔ اس عبارت کو تو ہم آئندہ

اوراق میں زیر بحث لائیں گے۔ مگر یہاں تو اس عبارت کی نقل پر عباسی کی شاطرانہ کی داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ جو اس نے کتاب الزہد کے حوالے سے پیش کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب الزھد کے نام سے ایک مشہور کتاب موجود ہے۔ اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کے متعلق روایات جمع کی گئی ہیں۔

مگر اس مقدس طائفہ میں یزید پلید کا ذکر آجانا بھی ایسے ہی ہے جیسے آفتاب نے بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا شروع کر دیا ہو۔

اس لیے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تو وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے یزید پلید کے تمام کرتوتوں کا مکمل طور پر جائزہ لینے کے بعد یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا کہ یزید کے فلاں فلاں افعال کفریہ ہیں۔ اور اس پر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لعنت کی ہے۔ کیونکہ ان ہی افعال کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے لعنت فرمائی ہے۔

اور یہ کس قدر تحیر کی بات ہے۔ کہ وہی امام احمد بن حنبل یزید ملعون کا ذکر زہاد و عباد صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین میں کرتے ہیں۔

یہ عباسی کی شاطرانہ ذہنیت کی انتہا ہے۔ کہ پہلے البدایہ والنہایہ سے ایک مقالمہ درج کر دیا۔ کہ یزید نے سیرت فاروقی پر عمل کرنے کا دعویٰ کیا تھا

اور پھر ایک ایسی عبارت پیش کر دی جس سے ثابت ہو جائے کہ وہ عابد و زاہد صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور طرز معاشرت اور طرز حکومت کو پورے طور پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق اپنا رکھا تھا۔

کمال تو یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو باریک اور قیمتی لباس پہننے کی وجہ سے جناب فاروق اعظم اُن کو عرب کا کسریٰ کہا کرتے تھے۔ مگر یزید پلید جو تاز و نعم میں پل کر جوان ہوا وہ سادہ لباس پہنتا تھا۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یزید پلید اور سیدنا فاروق اعظم کی طرز معاشرت کا ایک جیسا ہونا ایک انہونی بات ہے۔ اور اس انہونی بات کو حقیقت بنا کر پیش کرنا عباسی جیسے مطلق العنان محقق کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

دراصل عباسی نے اس قول پر عمل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے کہ جھوٹ اس قدر تیزی اور اعتماد سے بولو کہ لوگ اُسے سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب الزہد میں یزید پلید کا ذکر نہ کبھی تھا اور نہ اب ہے۔

حالانکہ دوسرے صفحے پر ہی ابوبکر ابن عربی کے حوالے سے عباسی

نے یزید کا مزید قصیدہ بھی بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن عربی مکہ کے زمانہ
میں یہ عبارت اس کتاب میں موجود تھی مگر اب نہیں ہے۔
حالانکہ یہ سارے کا سارا شاخسانہ ایک کھلا افتراء اور کذب صریح
ہے۔

ابو درداء صحابی اور یزید

عباسی نے کتاب الزہد کے حوالے سے بتایا ہے کہ ابو درداء صحابی
رسول یزید سے بڑے مانوس تھے۔ اور یزید نے اُن سے لڑکی کا رشتہ مانگا تو
اُنہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تمہارے گھر میں خادمہ موجود ہے۔ اس
لیے یہ رشتہ تجھے نہیں دوں گا۔ اور پھر یزید ہی کے ایک ہم جلیس اور غریب
مسلمان سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔
مگر قارئین یہ بیان کریں گے کہ جب سیدنا حضرت
ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت یزید پلید یا تو پیدا ہونے کی
تیاری کر رہا تھا یا بمشکل تمام پیدا ہو کر اپنی ماں کے پستانوں سے چمٹا ہوا تھا۔
اس حالت میں شادیوں کے پیغام دینے والے عباسی جیسے شاطر ہی کو
زیب دیتا ہے۔
سیدنا ابو درداء ایک نامور روزگار زہاد صحابہ میں سے تھے۔ آپ سے بیشمار
روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آپ بلاشبہ بہت بڑے عالم و

فاضل تھے۔ اور آپ کا وصال مبارک بھی دمشق میں ہی ہوا۔ مگر آپ کا
وصال خلافت حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ۳۱ھ یا ۳۲ھ ہو گیا تھا۔
جب کہ ابھی زمانہ یزید پلید کی شیر خوارگی کا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

وممات ابو درداء سنة اثنتين وثلاثين
بدمشق وقيل سنة احدى وثلاثين وباقي ذكره
في الكنى باكثر هذا

﴿الاستیعاب جلد سوم ص ۱۸﴾

اور ابو درداؓ ۳۲ ہجری میں اور بقول بعض ۳۱ ہجری دمشق میں

فوت ہوئے۔ اور اپنی اسی کنیت سے ہی اکثر یاد کیے جاتے ہیں۔
الاستیعاب میں ہی دوسری روایت ہے کہ آپ حضرت عثمانؓ کی شہادت
سے دو سال قبل فوت ہوئے۔

فمات قبل قتل عثمان رضی الله عنه
بسنتين

﴿الاستیعاب جلد سوم ص ۱۷﴾

تجرید بخاری میں اسماء رجال کے باب میں ہے ابو درداؓ ان کی
کنیت ہی زیادہ تر مشہور ہے۔ ورداء آپ کی بیٹی کا نام تھا۔ یہ بڑے دانا اور
عالم اور لائق حکیم تھے۔ شام کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ لیکن دمشق میں
۳۲ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ ﴿تجرید البخاری صفحہ ۱۱﴾

الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں علامہ حجر ابن عسقلانی بھی یہی تحر

فرماتے ہیں کہ آپ کا وصال خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوا۔

ابو درداء مشهور بكنيته مات ابو درداء

وكعب الاحبار لمستتين بقيتا من خلافة
عثمان وقال الواقدي وجماعة مات سنة اثنين
وثلاثين والاصح عند اصحاب الحديث انه
مات في خلافته عثمان

﴿الاصابہ جلد سوم ص 46﴾

اگر ہم چاہیں تو حضرت ابو درداء کی وفات مبارک کے متعلق دیگر بھی بے شمار کتب معتبرہ کے حوالے پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بے مقصد سی بات ہوگی۔ کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ آپ کی وفات ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں ہوئی۔ اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اور تقریباً یہی زمانہ یزید پلید کی شیر خوارگی کا زمانہ ہے لہٰذا یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ اس کی ملاقات حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور وہ آپ کی مجلس میں بیٹھتا تھا۔ اور یہ کہ اس نے آپ سے رشتہ مانگا تھا۔ اور آپ نے اس کے ایک مصاحب سے اپنی لڑکی کو بیاہ دیا۔

دھوکا کیسے دیا

ہم قارئین کو یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی عبارت کو نا محمود عباسی نے یزید پلید کے حق میں استعمال کرتے وقت کس بددیانتی سے کام لیتے ہوئے جرم خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ کتاب الزہد میں جس یزید کا ذکر جناب امام احمد بن حنبل نے کیا ہے۔ وہ یزید بن معاویہ نہیں بلکہ یزید بن ابوسفیان ہے۔

اور یہ یزید معاویہ کے بھائی ہیں بیٹے نہیں۔ اور یہی والئی شام تھے۔ نہایت دین دار پاکیزہ خصلت اور صالح تھے۔

ان کی وفات طاعون کی وجہ سے ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے بعد امیر معاویہ کو اپنا قائم مقام بنایا جسے عمر نے منظور کرلیا اور امیر معاویہ کو باقاعدہ طور پر عہد فاروقی میں شام کا گورنر بنادیا گیا۔

بعض خوارج نے عباسی سے پہلے بھی یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور یزید بن ابوسفیان کے تذکرے میں آنے والی عبارت کو یزید بن معاویہ کے نام منسوب کرنے کی کوشش کی جس سے قاضی ابوبکر ابن العربی جیسے فلسفی نے بھی متاثر ہوکر یزید پلید کو صالح اور متقی بنا کر رکھ دیا۔

یزید بن ابوسفیان اور اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی دور میں دمشق میں آکر رہائش پذیر ہوئے۔ بلکہ یزید بن ابوسفیان کی خیر

موجودگی میں حضرت ابودرداء قائم مقام ہوتے۔ ان دونوں حضرات کے آپس میں اسی طرح کے مراسم تھے جس طرح دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تھے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن ابوسفیان سے بھی زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ انہیں دینے سے انکار کر دیا اور برملا کہہ دیا کہ تمہارے گھر میں خادمہ کا ہونا ہماری سادگی اور تقوے کے خلاف ہے۔

(۱۹) سے پہلے کہ ہم اس امر کے دیگر شواہد پیش کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن ابوسفیان کے فوت ہونے کا زمانہ بھی بتا دیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے:

یزید بن ابوسفیان بن حرب تمام بنی ابوسفیان سے افضل تھے۔ اور ان کے بعد ان کے بھائی معاویہ حاکم ہوئے۔ اور وہ بوجہ طاعون ۱۹ھ میں فوت ہوئے۔

یزید بن ابو سفیان بن حرب بن امیة کان من افضل بنی ابی سفیان ومات یزید فاستخلف اخاہ معاویة وکان موت هولاء کلهم فی طاعون عمواس سنة ثمان عشر

(الاستیعاب جلد سوم ص ۶۱۳ الاصابہ سوم ص ۶۱۹)

گواہی اپنے باوا کی تو مانو

اب ہم عباسی کے الزام پر حق ابن تیمیہ کی چند تحریریں پیش کرتے

ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ جاہل لوگ پہلے بھی یزید بن ابوسفیان اور

یزید بن معاویہ کے نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے دھوکا دیا کرتے تھے

اور دھوکا کھایا بھی کرتے تھے۔

مگر اس سے عباسی کا دھوکا کھانا ثابت نہیں کیا جا سکے گا۔ کیونکہ

اس نے دھوکا کھایا نہیں بلکہ جان بوجھ کر دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ تحقیقی طور پر کتاب الرد کی اصل عبارت

پیش کرتا۔ کیونکہ وہ اپنا استدلال پوری کتاب میں عربی متن کے ساتھ پیش

کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عبارات کانٹ چھانٹ کر لکھی گئی

ہوں۔ بہرحال اس مسئلہ میں ابن تیمیہ سے ملاقات کریں۔

لکھا ہے کہ!

یزید بن ابوسفیان شام کو فتح کرنے والے امراء سے ایک ہیں۔ اور

بہترین صحابہ میں سے تھے۔ اور وہ صالح شخص تھے اور اپنے بھائی (امیر

معاویہ) اور اپنے باپ (ابوسفیان) سے افضل تھے۔

اور وہ یزید بن معاویہ نہیں جو امیر معاویہ کے بعد ان کا ولی عہد

ہوا۔ کیونکہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوا اور ہرگز صحابہ میں

سے نہیں تھا۔ چونکہ اس کا نام اپنے اپنے چچا کے نام پر تھا لہٰذا جاہلوں کے
ٹولے نے یہ گمان کر لیا کہ یہ یزید صحابہ سے ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ یزید کا جو چچا یزید تھا وہ صالح شخص تھا عمر
فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوا۔ متن ملاحظہ ہو۔

كان قد ولى الشام يزيد بن ابى سفيان احد الا
مراء فى فتح الشام وكان من خيار الصحابة
رجلاً صالحاً افضل من اخيه وابيه ليس هو
يزيد بن معاوية الذى تولى بعد معاوية
الخلافة فان ذاك ولا فى خلافة عثمان لم
يكن من الصحابة ولكن سمى باسم عمه فظا
نة الجهال يظنون يزيد هذا من الصحابة الخ
وعمه يزيد الرجل الصالح هو من الصحابة
تولى فى خلافة عمر

(منہاج السنہ جلد چہارم ص ۱۷۹)

پھر ابن تیمیہ نے اس امر کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ!

معاویہ کا بھائی یزید اس سے افضل ہے اور بعض جہلا کا خیال ہے کہ
یہ یزید ہے جو معاویہ کے بعد ولی عہد ہوا تھا اور جس کے زمانہ میں (امام)
حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا اور گمان کر لیا کہ یہ صحابہ سے ہے یہ واضح
جہالت ہے یہ یزید خلافت عثمان میں پیدا ہوا مگر جو اس کا چچا یزید تھا وہ صالح
شخص تھا۔

واخوه يزيد افضل منه وبعض الجهال ان يز
يد هذا هو يزيد بن معاوية من الصحابة وهذا
اجهل ظاهر فام يزيد بن معاوية ولد فى خلا
فة عثمان واما يزيد هذا عمه فرجل صالح

﴿منہاج السنہ جلد دوم ص ۶۱۷﴾

امامت یزید کی

آپ یزید کو خلیفۂ راشد اور صحابہ کرام کا امام اور رہبر کہنے والوں اور اس کی آمرانہ حکومت کو خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کرنے والوں

کے متعلق ابن تیمیہ کا ہی ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے

علمائے اہل سنت ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ یزید کی مثال خلفائے راشدین اور ائمہ ہدایت سے دی جائے جیسا کہ ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہیں بلکہ اہل سنت کا عقیدہ اس حدیث پر ہے کہ خلافت بالنبوت تیس سال کے عرصہ تک کے لئے ہے اس کے بعد ملوکیت ہے اور امامت یزید کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ جمہور مسلمانوں کا بادشاہ تھا اور ان کے زمانہ میں ان کا صاحب تلوار خلیفہ تھا اور اس کی مثال وہی ہے جو خلفائے بنو امیہ اور خلفائے بنو عباس کی ہے۔

متن ملاحظہ ہو۔

واما علماء السنة الذين لهم قول يحكى فليس

فبيهم من يعتقد أن يزيد وامثاله من الخلفاء الر
شيدين والائمة المهتدين كابي بكر وعمر و
عثمان وعلي رضي الله عنهم بل اعلم السنة
يقولون بالحديث الذي في السنن خلافة با
لنبوة ثلاثون سنة ثم تصير ملكا وان أراد
اعتقاد هم امامة يزيد انهم يعتقدون ان ملك
جمهور المسلمين وخليفتهم في زمانهم صا
حب السيف كما كان امثاله من خلفاء بني
امية وبني العباس۔

﴿منہاج السنہ جلد دوم ص ۲۳۹﴾

(ف) یہ ہے جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک ایسے شخص کے جرأت
آمیز جس نے اپنی ہزاروں صفحات کی کتاب محض شان اہل بیت میں آنے
والی روایت کو وہی اور لغو ثابت کرنے اور ہر ممکن حد تک یزید وغیرہ کی
حمایت میں تیار کر رکھی ہے۔

مگر سو جود دور کے خارجیوں نے تو اس کی بھی ناک توڑ کر رکھ دی
ہے اور ایسی ایسی تحقیقی یوتھمونیاں اور تاریخی کذب سرائیاں کی ہیں کہ ان کے
اس امام کو بھی پسینہ آ گیا جس کی تحریروں نے انھیں اس طرف متوجہ کیا کہ
خاندان مصطفیٰ سے دشمنی رکھنے کا جواز بھی موجود ہے۔

بہر حال ابن تیمیہ کا یہ بیان اس کے ہونہار روحانی شاگردوں

کے منہ پہ ایک گرما گرم چپت سے کسی طرح کم نہیں جو اپنے استاد کے بھی
گان کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ یزید خلفائے
راشدین صحابہ کا امام صحابیوں کی آنکھ کا تارا خیر القرون بھیں سنت فاروقی کا پیرو کار سادہ
زندگی بسر کرنے والا عابد و زاہد نہایت صالح اور پرہیز گار متقی محدث اور
مجاہد اعظم اتحاد خیر وہ غیرہ۔

اور اس کی خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی مثال
ہی نہیں بلکہ اس سے بدرجہا بہتر تھی۔

حالانکہ ان کا امام اول و آخر ابن تیمیہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ ماننے
کے لئے تیار نہیں کہ اس کی خلافت کی مثال حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
سے دی جائے اور اس کی خلافت کو خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کیا
جائے کیونکہ حضرت علی کی خلافت خلافت علی منہاج نبوت ہے جبکہ یزید کا
دور حکومت، عوام اور بنو عباس کی خلافت کی طرز کا ہے اور ابن تیمیہ نے یہ
بھی بتا دیا ہے کہ یزید کی خلافت کی مثال خلافت راشدہ کے ساتھ علمائے
اسلام میں سے کسی نے بھی نہیں دی اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ یزید جو اس
یزید کا چچا ہے وہ صالح اور پرہیز گار ہے وہ نہیں اور اس کے برعکس جو کچھ بھی
یزید کی شان بیان کی جاتا ہے وہ جاہلوں کے ڈھلے کی اختراع ہے۔

بلکہ ابن تیمیہ نے تو یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ یزید پر اس طرح
لعنت کی جا سکتی ہے کہ نہیں جس طرح مختار ثقفی اور حجاج بن یوسف وغیرہ

سے متعلق کہا جاتا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ وہ ان دونوں سے اچھا تھا اور حجاج بن یوسف سے کم ظالم تھا مگر تھا اسی ٹولے کا۔

مگر ہمارے دور کے ابن تیمیہ نواز اور یزید پلید کے میر منشی اس حد تک تجاوز کر چکے ہیں کہ اسی یزید پلید کو پیدائشی جنتی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امام اور امیر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا عزت ہے اور ان کی نگاہوں میں اس مقدس طائفہ کا کیا مقام ہے جسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیضان نبوت سے فیض یاب فرمایا تھا۔

جو ایک ایسے شخص کو جس کا ظلم و ستم اور فسق و فجور اظہر من الشمس ہے ان لوگوں کا امام بنانے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

بیعت خلافت اور اطاعت امیر

عباسی وغیرہ نے سینکڑوں صفحات اس مسئلہ کی وضاحت میں بھی سیاہ کر رکھے ہیں کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور اس کی اطاعت امام حسین علیہ السلام کے لئے ضروری تھی۔ اور اس کے خلاف امام حسین علیہ السلام کا خروج خلیفہ وقت سے بغاوت اور اسلام میں انتشار و افتراق کا موجب تھا۔

اور اس مفروضہ کے سہارے امام حسین علیہ السلام کی شان اقدس میں ان لوگوں نے کسی بڑی سے بڑی گستاخی سے بھی گریز نہیں کیا۔

فرم اس ضمن میں متعدد دلائل آئندہ باب تصویر حسین میں پیش کریں گے اور ثابت کریں گے کہ عباسی وغیرہ کا یہ مفروضہ کہ بیعت یزید نہ کرنے کی وجہ سے امام حسینؑ خلافت اسلامیہ کے باغی تھے غلط بھی ہے اور حقیقت کے خلاف بھی۔

اور یہاں پر بھی چند باتیں ہدیہ قارئین کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ یزید کی اطاعت کرنا ضروری تھا یا اس کے خلاف اقدام سے اسلام کی بچھڑتی ہوئی روح کو تازہ آکسیجن کرانا ضروری تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم اپنا موقف پیش کریں۔ عباسی کے چند بنیادی دلائل آپ کے سامنے دوبارہ لائے جاتے ہیں تاکہ ہر بات آسانی سے سمجھ آ جائے۔

چند نکتہ ان لوگوں کی وہ عبارتیں پیش خدمت ہیں جن کی رو سے یزید خلیفہ برحق اور امام حسین علیہ السلام باغی قرار پاتے ہیں۔۔ عباسی نے لکھا ہے!

سزا خروج کرنے والے کی

شورش فی الامر سے مملکت اسلامیہ کی بنیادیں استوار ہو گئیں۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ امیر یا اولی الامر کی اطاعت واجب کی گئی۔ فرمان ایزدی ہے

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

واولی الامر منکم

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! حکم مانو اطاعت کرو خواہ تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر کشمش جیسا ہو حاکم ہو جائے۔

صحیح مسلم میں بھی یہ فرمان نبوی موجود ہے کہ میرے خلیل نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ حکم مانو اور اطاعت کرو اگرچہ (یعنی امیر) حبشی غلام ہو جس کے سر پر بال نہ ہوں۔

حضرت ابوذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس وقت لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا جب مفسدین نے حضرت عثمان ذوالنورین کے خلاف محاذ بپا کرنے کی ابتداء کی تھی۔

شارع علیہ السلام نے امت کو فتنہ و فساد سے محفوظ اور امت مسلمہ کے اتحاد کو اختلال و انتشار سے مصون و مامون رکھنے کے لیے امیر المومنین کے خلاف خروج و مخالفت کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے تو اسے صبر سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ جو شخص بالشت بھر جماعت سے باہر ہوا

اور مرگیا جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت عرفجہؓ سے یہ قول مروی ہے کہ میں نے سے یہ قول مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عنقریب فتنے ہوں گے اور بڑے فتنے اگر کوئی اس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متحد ہو چکی ہو۔ تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو خواہ کوئی ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس بحث پر بحر مفصل قوال نقل کر کے احکام شریعت کی ان الفاظ میں وضاحت کی ہے۔

چوں بیعت برائے فتحے منعقد شود و تمام آید

مستقر گشت اگر دیگرے برائے خروج نماید و قتال کند

او را می باید کشت افضل باشد از وے یا مساوی یا

مفضول۔

(ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۲۸)

یعنی جب کسی شخص کی بیعت منعقد ہو جائے اور اس کی حکومت قائم ہو جائے پھر اگر کوئی دوسرا شخص اس پر خروج کرے اور اس سے قتال کرے تو چاہیے کہ اس دوسرے کو قتل کر دیں خواہ وہ افضل ہو مساوی یا کمتر۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر دو خلفاء کے لئے بیعت ہو جائے تو ان میں سے آخری شخص کو قتل کر دو۔

شارع علیہ السلام کے ارشادات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب کسی شخص کو امت پر اپنا حاکم اور امیر تسلیم کر لے یعنی بھاری اکثریت کا تعاون اس کو حاصل ہو جائے اس حق کی پاسداری اور اطاعت واجب ہو جاتی ہے سوائے کفر بواح (ارتداد) کے اور کسی صورت میں اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔

حضرت جنادہ بن امیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبادہ بن صامت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرما کر ہم سے جن امور پر بیعت لی اس میں امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا بھی تھا اگر چہ وہ ہمیں پسند ہوں یا ناپسند ہوں اس پر عمل ضروری ہے اور اس کے لئے ہمیں کچھ بھی قربان کرنا کیوں نہ پڑے اور یہ حکومت کے بارے میں ہر اقتدار شخص سے ہم جھگڑا نہ کریں جب تک کہ اس سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کر دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی قطعی دلیل موجود ہو۔

مسلمانان عالم کی عظیم ترین اکثریت امام اعظم ابو حنیفہ کے اجتہاد و مذہب پر قائم ہے اور اس اکثریت اور سواد اعظم کا اپنے امام کی پیروی میں ہمیشہ یہی نظریہ ہے کہ لا نری الخروج علی الائمۃ والو جار و ان ظلموا ہم حکمران وقت کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اگر چہ وہ ظلم کریں یہی اجتہاد اور مذہب تمام آخر مجتہدین کا ہے امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن

حنبل کا بھی یہی مسلک تھا جو ان بزرگوں کے عمل سے بخوبی واضح ہے اور امام ابن تیمیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا اہل سنت کے مذہب و مسلک میں یہ بات مشہور ہے کہ حاکمان وقت کے خلاف خروج کرنے اور ان کے مقابلے میں تلوار اٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ ظلم کریں۔

اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث صحیحہ مستفیضہ دلالت کرتی ہیں کیوں کے حاکمان وقت سے جنگ و جدل کرنے کا فساد وقتی اس فساد سے کہیں بڑھ کر ہے جو غیر قتال کے ان کے ظلم کی وجہ سے

پیدا ہوتا ہے۔

امام احمد حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے اور وہ امام مالک کے۔ امام احمد کے مندرجہ ذیل قول سے ان شیوخ کے مسلک کی بھی تشریح ہو جاتی ہے اور اس طرح جملہ ائمہ اہل سنت والجماعت کا مسلک واضح ہوتا ہے۔ امام محمد خلفاء کی اطاعت کے وجوب اور ان کے خلاف کروج کی ممانعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔ امام وقت اور خلیفہ قائم کی اطاعت خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا نیکوکار اور پرہیزگار واجب ہے وہ جب مسند خلافت پر اس طرح متمکن ہوا ہو کہ لوگ اس کی امامت پر جمع ہو گئے ہوں اور اس سے راضی ہوں یا بزور شمشیر وہ خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المومنین کہنے لگے ہوں کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان آئمہ خلفاء پر طعن کرے یا اس بارے میں منازعت کرے جس نے امام المسلمین کے خلاف

خروج کیا ہو جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت مانے لگے ہوں
خواہ یہ اقرار پر رضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ تو اس شخص نے مسلمانوں کی قوت
کو پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا اور
اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت
مرا۔

﴿حیات احمد بن حنبل ص ۲۳۶ "مناقب ابن الجوزی"﴾

حضرت حسین علیہ السلام کی یہ سعادت کیوں ہے کہ آپ نے رجوع
کر کے خروج من الجماعت کے شر سے اپنے آپ کو بچا لیا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۷۷ تا ۸۳﴾

اگر یہ درست ہے

یزید پلید کے اس دور کے سب سے بڑے وکیل نا محمود عباسی کی
طویل ترین عبارت قارئین کی خدمت میں من و عن پیش کر دی گئی ہے۔ تمام
تر استدلال پیش کرنے کے بعد عباسی نے یہ ایک جملہ بھی لکھ دیا ہے کہ امام
حسین علیہ السلام نے آخر پر اپنے موقف سے رجوع کر کے خود کو جماعت
سے نکل جانے کے شر سے بچا لیا۔ یہ بیان کی عظیم سعادت ہے۔

اور اس رجوع کے بارے میں اس نے یہ روایت پیش کی ہے کہ
امام حسین علیہ السلام نے یزیدی فوجوں کو کہا تھا کہ میرے ساتھ لڑائی نہ کرو

مجھے یزید کے پاس بھیج دو تاکہ میں اس کی بیعت کرلوں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۳۰۴﴾

عباسی کی اب تک پیش کی بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق

امام حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف خروج ناجائز تھا مسئلہ میں

شر انگیز اور فتنہ خیزی کے مترادف تھا اور ایسا جرم تھا جس کی سزا گردن اڑا دینا

ہے اور اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اور یہی عقیدہ ائمہ مذاہب امام اعظم امام مالک امام شافعی امام

احمد بن حنبل اور امام اعظم کے شاگرد امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے اور یہی

بات ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ نے کہی ہے مگر ہوا یہ کہ امام حسین علیہ السلام

نے بجائے تخت خلافت لینے کے جب موت کو سر پر سلام دیکھا تو امام وقت

یزید کی بیعت کیلئے اظہار رضامندی کر دیا۔

اگر عباسی نے یہی بات لوگوں کو بتانا تھی تو اس کے لیے صرف یہی

مضمون کافی تھا۔ جو ہم نے اس کی کتاب کے صرف چھ صفحات سے نقل

کیا ہے

مگر ہوا یہ کہ اس نے بجائے چھ صفحات کے چھ صد صفحات کے

قریب لکھ مارے۔

فرمایئے کہ اگر شہادت ریسرچ کے مطابق امام حسین علیہ
السلام نے اپنے باغیانہ خروج سے رجوع کر لیا تھا تو پھر اُن کی شان میں
گستاخیاں کرنے کے لیے سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش
آئی۔ یہ کہنا بھی کافی نہ تھا کہ اگر یزید فاسق و فاجر ثابت ہو جائے تو جب
بھی امام حسین علیہ السلام کو اُس کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہیے تھا۔
مگر تم نے تو یزید پلید کی شان میں وہ روایات بھی درج کر رکھی ہیں
جو جلیل القدر صحابہ کے حق میں آئی ہیں۔ اور اُن کی شان و عظمت میں وہ
قصیدے لکھے ہیں جو تم جیسوں نے کسی صحابی کے لیے بھی نہیں لکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت کو قبول کر
لینے کا شوشہ بھی تم نے محض اس لیے چھوڑا ہے کہ شہزادۂ رسول علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی عظمت اور سربلندی پر اپنا آخری کرہ وار بھی کر لو۔
ورنہ تم نے تو ہر وہ روایت جو فتنہ گروں اور باغیوں کے متعلق آئی
ہے امام عالی مقام پر چسپاں کر رکھی ہے۔ اور اس کا تم متعدد
مقامات پر اپنی کتاب میں اظہار کر چکے ہو اور پھر سادات بنو اُمیہ جیسی
رسوائے عالم کتاب جس پر تم نے فخر تقریظ ثبت کر رکھی ہے اس میں ان
تمام تر روایات کا مصداق امام حسین کو ہی ثابت کیا گیا ہے۔ جنہیں ہم باب
اوّل میں پیش کر چکے ہیں۔

بہر حال تمہاری اس بات کو بھی تمہارا عقیدہ متصور کر لیا جائے تو جب بھی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اگر بیعت نہ کرتے قبول نہ کرتے تو آپ بہت بڑے فتنہ گروں ، فسادیوں اور واجب القتل لوگوں سے ہوتے ۔ ان کی موت جاہلیت کی موت ہوتی اور ان کی سزا جہنم ہوتی ۔ معاذ اللہ

اور ہم تمہاری اطلاع کے لیے بتائے دیتے ہیں کہ شیخ ابو محمد قباء نواسہ رسول سید نا امام حسین علیہ السلام نے ہرگز ہرگز ملعون و مطرود یزید پلید لعین اللہ علیہ کی بیعت قبول کر لینے کا ارشاد نہیں فرمایا اور تم لوگ قیامت تک کسی معتبر کتاب سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آپ نے بیعت یزید کر لینے کا ارشاد فرمایا ہے۔

اس کے متعلق ہم آگے مدلل اور بڑی وضاحت سے بتائیں گے کہ یہ شوشہ تم نے کیسے اور کہاں سے حاصل کیا اور اس کی تاریخی اور شرعی حیثیت کیا ہے۔

اب جبکہ یہ قطعی طور پر آخری بات ہے کہ امام عالی مقام نے بیعت یزید قبول نہیں کی تو پھر ظاہر ہے کہ آپ ان تمام تر شرعی تعزیرات کے مستحق ہیں جو تم ایک باغی امامت کے لیے احادیث رسول اور ائمہ کے اقوال کی صورت میں پیش کر چکے ہو۔

اگر امام حسین کا خروج غیر شرعی تھا

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر تمہارے زعم میں امام عالی مقام امام حسین

علیہ السلام کا خروج غیر شرعی تھا اور مخالف رسالت کے خلاف ہے تو ان

روایات کا کیا بنے گا جن میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام

حسین کو بخشے کے جوانوں کا سردار اور اپنا پھول کہا ہے۔ اور یہ تک فرمادیا کہ

ہے کہ میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے وغیرہ وغیرہ

(۱) اگر یہ درست ہے کہ امام حسین علیہ السلام خلافت اسلامیہ کے

باغی تھے اور یزید کے خلاف خروج ناجائز تھا

تو امام اعظم نے یزید کے اسلام کے بارے میں سکوت کیوں

فرمایا ؟

امام احمد بن حنبل نے اسے کافر اور لعنتی کیوں قرار دیا ؟

امام شافعی نے امام حسین علیہ السلام اور تمام اہل بیت کے قصیدے

کیوں لکھے ؟

امام مالک نے امام حسین کی شان میں روایات کیوں بیان کیں اور

امام محمد نے اپنے استاذ گرامی کی تنقید میں یزید کے ایمان میں توقف کیوں

کیا ؟

ہم نے اگر اسلام کے اساتذہ کرام کی توہین استعمال کر لیے کاش ان کا

عقیدہ بھی لکھ دیتے۔ وہ عقیدہ جو وہ امام حسین علیہ السلام اور یزید کے بارہ
میں رکھتے ہیں۔

"مجھے آسمان اور ملک میں بتائیں گے کہ سیدنا امام اعظم نے ایسے
ہی ایک خلیفہ کے خلاف خروج کو حج کے ثواب سے افضل قرار دیا تھا اور
دیگر ائمہ کرام کی تحریروں سے امام حسین علیہ السلام اور یزید کا تعارف پیش
کریں گے۔ اور واقعہ کربلا کی شرعی حیثیت بھی پیش کریں گے۔

فالحال تم اپنے امام برحق ابن تیمیہ کی چند تحریریں ملاحظہ کرو جن سے
واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

کہ امام علیہ السلام کا یزید کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا امت کے لیے ہر
گز افتراق و انتشار نہیں اور ان میں سے کوئی ایک روایت بھی امام حسین علیہ
السلام پر چسپاں نہیں ہو سکتی جن میں امیر اور خلیفہ کے خلاف خروج کرنے
والے باغیوں کی مذمت کی گئی ہے۔

اور تمہاری اس بددیانتی سے بھی تارکین کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ تم نے
منہاج السنہ کی جس عبارت کو اپنے حق میں پیش کیا ہے اسی عبارت کا دوسرا حصہ
انداز کر گئے ہو جس میں بتایا گیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے امت میں تفرقہ
انداز نہیں کی اور ان روایات کا آپ کی ذات پر انطباق نہیں ہوتا اور تم نے اپنی
اس بے ایمانی پر پردہ ڈالنے کے لیے کتاب کا صفحہ وغیرہ بھی نہیں لکھا۔

ابن تیمیہ

بھی

شیعہ ہو گیا

بہر حال تمہاری پیش کردہ روایات نقل کرنے کے بعد تمہارا امام اول

وآخر اعتراف کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا اور

یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ ان روایات کا اطلاق امام حسین پر کرتے

ہیں وہ غلطی پر ہیں اور گمراہ ہیں اور امام حسین علیہ السلام نے ہرگز ہرگز امت

میں تفرقہ نہیں ڈالا بلکہ آپ مظلوم ہیں اور آپ کو ظلم سے شہید کیے گئے ہیں۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے

حسین (علیہ السلام) کو ظلم سے شہید کیا گیا ہے اور ان کے متعلق

لوگوں میں تین گروہ ہیں۔

ایک تو وہ جو کہتا ہے قتل حسین حق ہے اور وہ اس روایت سے احتجاج

کرتا ہے۔

کہ جب فرد واحد کو تم امیر بنالو اور پھر کوئی تمہاری جماعت میں تفرقہ

ڈالے تو اس کی گردن اڑا دو خواہ وہ کوئی بھی ہو اور اس گروہ اول کا ابطلان

ظاہر ہے

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے

اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کو ظلماً شہید کیا گیا

فقتل الحسین شهیدا مظلوما وصار الناس

فی قتلہ ثلاثۃ احزاب حزب یزید ان قتل
یعنی ویعتقدون بما فی الصحیح عن النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال من جاءکم
وامرکم علی رجل واحد یریدان یفرق بین
جماعتکم فاضربوا عنقہ بالسیف کائنا من
کان الخ لوظہرہ بطلان قول الحزب الاول
وہم اہل السنۃ والجماعۃ بزعمہ انہ قتل
مظلوما شہیدا

﴿منہاج السنہ جلد چہارم ص ۱۸۱﴾

امام حسین کا قتل جرم عظیم ہے

اور پھر ابن تیمیہ نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا بلاشبہ مظلومیت کا قتل ہے جیسے کہ دوسرے مظلوم شہید ہوئے اور قتل حسین علیہ السلام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک جرم و معصیت ہے

اور قاتلوں کی امداد کرنا اور ان کی معصیت پر خوش ہونا گناہ ہے ان کی شہادت برحق اور ان کی شان عظیم اور درجات بلند ہیں اور قتل حسین جرم عظیم ہے

اور آپ کو شہید کرنے والے اور آپ کی شہادت پر خوش ہونے والے مستحق عذاب ہیں اور امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے دنیا میں پھول ہیں۔

یزید کی ابن زیاد پر لعنت

اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب قتل حسین کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے عبید اللہ بن زیاد پر لعنت بھیجی اور کہا کہ اگر میرے اور امام حسین کے درمیان معاملہ ہوتا تو آپ کو شہید نہ کیا جاتا ان واقعات کا واضح عربی متن یہ ہے

واما مقتل الحسین رضی اللہ عنہ فلا ریب انہ
قتل مظلوما شہید کما قتل اشباعہ المظلو
مین الشہدا وقتل الحسین معصیۃ للہ
ورسولہ من قتلہ أدأ عان علی قتلہ ارضی
بذالک معصیۃ اصیب بہا المسلمون من
اھلہ وغیر اھلہ وھو حقہ شہادۃ لہ ورفع درجۃ
وعلو منزلۃ

(منہاج السنہ جلد دوم ص ۳۴۸)

عن ابی نمیم قال سمعت ابن عمر وسالہ رجل
عن المحرم یقتل الذباب وقد قتلتم ابن بنت
رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھما ریحانتی
ی من الدنیا

(منہاج السنہ جلد دوم ص ۳۴۹)

حتی قتل مظلوم شہیدا رضی اللہ عنہ وان

غير قتله لما بلغ يزيد واهله سباياهم ذالك
ويكوا على قتله وقال يزيد لعن الله ابن مر
جانه يعني عبيد الله بن زياد اما والله لو كان
بينه وبين الحسين لمه قتله

(منہاج السنہ جلد دوم ص ۲۴۹)

فلا ريب ان قتل الحسين من اعظم الذنوب
وان فاعل ذالك والراضي به والمعين عليه
مستحق لعقاب الله يستحقه امثاله

(منہاج السنہ جلد دوم ص ۲۴۹)

قاتلین حسین لعنتی ہیں

ابن تیمیہ کی ان عبارات سے قطع طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ آپ

کے قاتل پر لعنت جائز ہے۔

اور یزید نے ابن زیاد پر لعنت کی کہ اس نے یہ ظلم کیوں کیا اور آپ کے قتل پر امداد دینے والے اور آپ کی مصیبت پر خوش ہونے والے مستحق عذاب ہیں اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ آپ مظلوم اور شہید ہیں خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کو اور ان کی اہل بیت کو شہید کرنا بہت بڑا جرم ہے اور آپ کی شہادت درجات رفیعہ اور مراتب میں بلندی کا باعث ہے اور آپ کے قاتلوں پر معین کر کے لعنت جائز ہے وغیرہ

وغیرہ۔

اگر ابن تیمیہ کی یہ عبارات درست ہیں تو پھر عباسی وغیرہ میں شرم و
حیا کا کوئی شائبہ موجود ہے تو انہیں چلو بھر پانی میں ناک ڈبو کر مر جانا چاہیے تا
کہ خس کم اور جہاں پاک ہو جائے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جس ہستی کے قاتل مستحق عذاب اور لعین قرار پاتے ہیں۔ ان کو ان لوگوں میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے جنکو خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے کے جرم میں قتل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اگر یزید کی امارت منعقد علیہ ہوتی تو بقیناً امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا جائز قرار پاتا۔ مگر یہاں تو ان دریدہ ذہن نام نہاد محققین کے گروگھنٹال نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام ہرگز قتل کیے جانے مستحق نہیں تھے۔ بلکہ آپ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اور آپ کے قاتل مستحق عذاب و لعنت خداوندی ہیں۔

صباحی نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں نے پہلے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ اور پھر انہوں نے مدافعت کے طور پر قتل کر دیا اور سالار لشکر عمرو بن سعد کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ بلکہ وہ بھی یزید ہی کی طرح بڑا صالح پرہیزگار اور متقی تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی تھا۔ اور آپ کے وصال کے وقت اس کی عمر سن تمیز کی تھی جبکہ امام حسین علیہ السلام کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی۔ اور آپ کا سن ہرگز سن تمیز نہ تھا۔

تمیز یہ کہ کربلا میں جو کچھ بھی ظہور میں آیا اس کی تمام تر ذمہ داری امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں اور پسران عقیل پر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ درست ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے

ساتھیوں نے جنگ کی ابتدا کی تو پھر انہیں ابن تیمیہ مظلوم شہید کا خطاب کس طرح دے رہا ہے اور ان کے قاتلوں کو مستحق عقاب وعذاب کیوں قرار دیتا ہے۔

تم کہتے ہو عمرو بن سعد بے قصور ہے۔ اس نے مجبوراً یہ اقدام کیا وہ صحابی بھی تھا وغیرہ وغیرہ مگر تمہارے بادا یمان ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ قتل حسین کا ذمہ دار یزید نہیں بلکہ عمرو بن سعد ہے۔ اور تم ابن سعد کو صحابی زادہ ثابت کر کے ان تمام لوگوں کو شیعہ قرار دیتے ہو جو عمرو بن سعد کی داستان ظلم وستم بیان کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ نے یزید کی برأت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگوں میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رعایت کرنے اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنے کی وصیت کی تھی اور کربلا میں امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے والے لشکر کا سردار عمرو بن سعد تھا۔

وقد اتفق الناس على معاوية رضى الله تعالىٰ عنه يزيد برعاية حق الحسين وتعظيم قدره وعمرو بن سعد كان هو امير السرية التى قتلت الحسين

﴿منہاج السنہ جلد دوم ص ۲۴۶﴾

عمرو ابن سعد کی صحابیت کے بارے میں تو ہم آئندہ اوراق میں وضاحت

کریں گے تا کہ عباسی وغیرہ کو اپنے امام کی بات مان لینے میں زیادہ قائل نہ

ہو۔۔۔۔ملاحظہ ہو!

(1) حافظ عبدالغنی مقدسی نے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام

ہجرت کے چوتھے سال پیدا ہوئے۔

(2) اور حسن حسین علیہما السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال

کے وقت چھوٹے تھے مگر ان کا سن تمیز تھا اور ان سے قلیل روایات مروی ہیں

عربی متن یہ ہے،

(1)

قال الحافظ عبدالغنی المقدسی ولد الحسن سنة ثلاث من الهجرة فی نصف من شهر رمضان هذا اصح ما قیل فیه وولد الحسین لخمس خلون من شعبان سنة اربع من الهجرة

﴿منہاج الکرامہ جلد اول ص ۱۵۱﴾

(2)

واما الحسن والحسین فمات النبی صلی الله علیه وآله وسلم وهما صغیران فی سن التمیز فروایتهما عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قلیلا

﴿منہاج الکرامہ جلد اول ص ۱۳۰﴾

ان تمام تر شواہد کی موجودگی میں یہ بات مکمل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ دور کے ناہنجار جنہوں نے اگر کسی شخص کو حق کو تسلیم کیا بھی ہے تو صرف اس حد تک کہ اسے کہاں اور کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ورنہ سوا ان چند سر پھروں کے تمام دنیا یا تو رافضی اور غالی شیعہ ہے اور یا رافضیوں سے متاثر ہے۔ لے دے کے ایک ابن تیمیہ تھا۔ حالانکہ اس نے ان کی مطلب براری کے لئے اکاذیب و اباطیل کے انبار لگا رکھے ہیں۔ لیکن وہ بھی پورے کا پورا ان کے نزدیک ثقہ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آس پر بھی خود کو فوقیت دینے کے جنون میں ایسی ایسی من گھڑت اور واہیات تاویلیں پیش کرتے ہیں جو آج تک سوائے شدید خوارج اور اتحادی متعصب جاہلوں کے کسی نے پیش نہیں کیں۔

بلکہ عباسی نے تو کچھ ایسے ہولناک اضافے اپنی طرف سے بھی کئے ہیں جن کی شان تخلیقی طور پر ناپید ہے۔ اگر اسی کا تحقیق ہے تو کار طفلاں تمام خواہد شد۔

بہر حال ہم یزید کی مزعومہ خلافت راشدہ اور امام حسین علیہ السلام کے (معاذ اللہ) غیر شرعی خروج کے بارے میں دیگر مباحث سے پہلے ابن تیمیہ کی ایک فیصلہ کن عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ اس کی روحانی اولاد کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے اور راہ تحقیق کی تسہیل کے لئے اسے کسی اور موضوع سے رجوع کرنا پڑے۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے!

فیصلہ کن عبارت

ناصبیوں اک یہ زعم باطل پر مبنی ہے کہ حسین علیہ السلام کا قتل جائز تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کسی کو امیر و حاکم تسلیم کر لو تو جو کوئی تمہاری جماعت میں پھوٹ ڈالنے کا ارادہ کرے تو اس کا سر قلم کر دو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔

اور اہلسنت والجماعت اس کو غلو اور زیادتی پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل شہادت اور مظلومیت ہے اور آپ کو قتل کرنے والے ظالم ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث جن میں ہے کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے کو قتل کر دو۔ حسین علیہ السلام پر چسپاں نہیں کی جا سکتیں۔ کیونکہ آپ نے ہرگز جماعت میں تفرقہ نہیں ڈالا۔

متن ملاحظہ ہو۔

یقتل النا صبة الذین یزعمون ان الحسین کان خارجیا وانه کان یجوز قتله لقوله صلی الله علیه وآله وسلم من اتاکم وامرکم علی رجلی واحد یرید ان یفرق جماعتکم فاضربوا عنقه بالسیف کائنا من کان

رواہ مسلم

واهل السنة والجماعة يرون قتلهم هولاء
ويقولون ان الحسين قتل مظلوما شهيدا
والذين قتلوه كانوا ظالمين معتدين واحاديث
النبي صلى الله عليه وآله وسلم التي يا
مر فيها بقتل المفارق للجماعة

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۵۲۶﴾

شاہ ولی اللہ سے زیادتی

ابن تیمیہ کی ان واضح تصریحات کے بعد ہم عباسی کے دوسرے معتمد اور بزرگ شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی چند عبارات پیش خدمت کرتے ہیں کہ جنہیں عباسی نے اپنی کتاب کو ان کی کتاب ازالۃ الخفاء کی عبارتوں سے بھی مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ کتر و بیونت کرنے اور بددیانتی کا رویہ یہاں بھی تبدیل نہیں کر سکا۔ بہر حال شاہ صاحب بھی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ کا پورے طور پر متمکن رہنا اصحاب عشرہ کے زمانہ تک ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں خلیفہ خلیفہ راشد کے تمام اوصاف موجود تھے لیکن آپ سے جنگ کرنے والوں نے پوری دنیا کے اسلام میں خلافت کو متمکن نہ ہونے دیا۔

اس کے برعکس امیر معاویہ میں خلافت خاصہ کے لوازمات موجود

تھیں تھے اور نہ ہی وہ سوابق اسلامیہ رکھتے تھے۔ ممکن ان کے زمانہ میں مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے اور خلافت خاصہ راشدہ جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی ختم ہو کر رہ گئی۔

چوں معاویہ بن ابوسفیان متمکن و اتفاق ناس بروے بحصول پیوست و فرقت جماعت مسلمین از میان برخاست وے سوابق اسلامیہ نداشت ولوازم خلافت خاصہ در وے متحقق نہ بود بعد ازاں بادشاہان دیگر دور تر افتادند کما لا یخفی پس خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانقطاع خلافت خاصہ منتظمہ ہا فذہ واز میں جہت تحقق گشتہ

﴿ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۴۸۰﴾

ترجمہ:

جب معاویہ بن ابوسفیان متمکن ہوئے اور لوگوں کا اتفاق اس کو حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کی جماعت سے نا اتفاقی اٹھ گئی مگر وہ سوابق اسلامیہ نہ رکھتے تھے۔ اور خلافتِ خاصہ کے لوازم اس میں نہ پائے جاتے تھے۔ اور اس کے بعد تو دیگر بادشاہ مرکزِ حق سے بہت دور رہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت خاصہ کی جو خبر دی تھی وہ اس طرح ظاہر ہوئی۔

فتنوں کا آغاز

مندرجہ بالا عبارت سے قطعی طور پر واضح ہے کہ امیر معاویہ کی حکومت ، ملوکیت تھی خلافت راشدہ نہیں تھی۔ چہ جائیکہ یزید پلید کو خلیفہ راشد اور واجب الاتباع امام ثابت کیا جائے۔

بلکہ شاہ ولی اللہ یزید پلید کے دور حکومت کو ان فتنوں کا دور قرار دیتے ہیں جن کی خبر امام الانبیاء و مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئیوں کی صورت میں دے رکھی تھی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے بعد ان فتنوں کا آغاز ہو گیا۔

قال البغوی اراد بالفتنة الاولی مقتل
عثمان و بالثانیة الحرة

بغوی نے ان فتنوں کی شرح میں کہا کہ پہلا فتنہ قتل عثمان ہے اور دوسرا فتنہ واقعہ حرہ اور مزید لکھا ہے کہ پہلا فتنہ قتل عثمان اور دوسرا فتنہ معاویہ کی موت کے بعد شروع ہوا جو عبدالملک کی حکومت کے قائم ہونے تک رہا۔

کس کی اطاعت کی جائے

شاہ ولی اللہ کی مندرجہ بالا عبارت سے قطعی طور پر واضح ہے کہ امیر معاویہ کو بھی خلیفہ راشد تسلیم نہیں کرتے ۔ اور یزید کے دور کو تو قطعی طور پر فتنوں کا دور کہتے ہیں بلکہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد سب سے بڑا اور

دوسرا فتنہ یزید کے دور میں وقوع پذیر ہونے والا واقعہ حرہ کو قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ نے اطاعتِ امیر کرنے اور امیر کے خلاف خروج نہ کرنے کی تمام تر روایات کو خلافتِ راشدہ کے حق میں بیان کیا ہے۔ چہ جائیکہ انہیں یزید پلید کی امارت کے لیے استعمال کیا جائے۔ بلکہ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ اب غیر مستحق شخص مسلط ہو جائے تو اس کی اطاعت احکامِ شریعت میں واجب ہے نہ کہ خلاف شرع امور میں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے!

غیر مستحق خلافت چوں مسلط شود ، واجب است اطاعت

ما فیما وافق الشرع لا فیما خالف۔

﴿ازالۃ الخفاء، ص ۵۳۱﴾

بھی نہیں بلکہ شاہ ولی اللہ تو اس ضمن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استنباط کرتے ہیں جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا حاکم وقت کا حکم سننا اور اطاعت کرنا ہر مرد پر واجب ہے۔ چاہے وہ پسند کرے یا ناپسند۔ تاوقتیکہ اس کو خدا کی نافرمانی کے ساتھ حکم نہ کیا جائے۔ اور جب خدا کی نافرمانی کا حکم کیا جائے تو اس وقت نہ اس کا حکم سننا واجب ہے اور نہ اس کی اطاعت واجب ہے۔

ملاحظہ ہو حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحوالہ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قال السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما
احب و کرہ مالم یؤمر بمعصیة اذا امر
بمعصیة فلا سمع ولا طاعة ومن حدیث،
حدیث علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم قال لا طاعة فی المعصیة انما
الطاعة فی المعروف۔

﴿ازالۃ الخفاء جلد اوّل ص ۵۳۲﴾

شاہ صاحب کی مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی اطاعت واجب ہے۔ اور اُن کے حکم کو ماننا ضروری ہے۔ اور حاکم کی کس بات کو ماننا ضروری ہے اور کس سے انکار لازم ہے اور انہوں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یزید کا دور حکم رشد و ہدایت کا دور نہیں بلکہ فتنوں اور ظلم و ستم کا دور ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ عباسی وغیرہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارتوں کو بھی قطع برید کرنے میں پیچھے نہیں رہے اور ان کے ساتھ بھی زیادتیاں کرنے میں مہارت تامہ کا ثبوت دیا ہے۔

غلط حاکم سے کیا سلوک ؟

ہمکہ اسی ضمن میں شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے

کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم فرماتے ہیں تمہارے حاکم ہوں گے جن کے بعض امور تمہیں پسند ہوں گے اور بعض ناپسند۔ تو جس نے ان کاموں کو برا کہہ دیا وہ بری الذمہ ہو گیا اور جس نے دل سے برا جانا وہ بھی سلامت رہا مگر جو ان کاموں سے راضی ہوا اور پیروی کی وہ ہلاک ہوا۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا صورت میں ایسے سرداروں کو قتل کر دیں تو آپ نے فرمایا جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں قتل نہ کیا جائے۔

متن یہ ہے

من حدیث ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برئ ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع قالوا افلا نقاتلهم قال لا ما صلوا

﴿ ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۳۳۳ ﴾

اور پھر فیصلہ کن حدیث بھی بیان کر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو شخص جماعت سے جدا ہوا اور جماعت سے نکل گیا پھر وہ مر گیا تو وہ جاہلیت جیسی

موت مرا اور جو شخص میری امت پر تلوار لے کر اچھے اور برے سب کو قتل کرے لگا اور وہ نہ کسی مسلمان کے قتل سے پرہیز کرتا ہے اور نہ ذی عہد کے قتل سے تو وہ شخص میری امت سے نہیں۔

ومن حدیث ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من فارق الجماعۃ وخرج من الجماعۃ فمات فمیتۃ جاھلیۃ جاھلیت ومن خرج علی امتی یضربھا بر ھا وفا جرھا لا یحاشی من مؤمنھا لا یمانہ ولا یفی لذی عھد فلیس من امتی

(ازالۃ الخفاء، ج۲ ص ۵۳۵)

شاہ ولی اللہ اس کے بعد کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں خلیفہ کے قول پر عمل کرنا شرعی دلیل تھا۔ مگر فتنہ کے زمانہ میں یہ بات نہ رہی اور پھر یہ حدیث بیان کی کہ ایسے لوگ پیدا ہوئے جو دوسروں کے کہتے تھے وہ کرتے نہ تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن سے انہیں شریعت نے جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور پھر اس کے بعد کا درجہ ان لوگوں کا ہے جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے۔

اضافے قول خلیفہ در زمان سابق نمی شد بعد ورایام فتنہ این معنی منقطع شد۔

ثم انھا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یفعلون ما لا یؤمت مرون فمن جاھدھم بیدہ

فهو مؤمن ومن جهد بلسانه فهو مؤمن و
جاهدهم بقلبه فهو مؤمن وليس وراء ذالك
من الايمان حبة خردل (رواه مسلم)

﴿ازالۃ الخفاء اول صفحہ ۵۴۳﴾

اور پھر آگے چل کر شاہ ولی اللہ صاحب حضرت جریر صحابی کا یہ قول
نقل فرماتے ہیں کہ جب مشاورت کے بجائے تلوار سے حکومت حاصل ہو
نے لگے تو پھر خیر نہیں رہے گی۔
چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

امام احمد نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قصہ میں جب
انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تھا نقل کیا ہے کہ
انہوں نے کہا پھر میں ذوعمرو سے ملا تو انہوں نے کہا اے جریر تم
لوگ ہمیشہ خیر و فلاح کی طرف رہو گے مگر اس وقت تک جب تم ایک سردار
کے فوت ہونے پر دوسرے کو مشورہ اور انتخاب سے سردار بناتے رہے۔ اور
جب یہ حکومت تلوار کے زور سے ملنے لگی یعنی مشورہ اور انتخاب نہ رہے تو
تمہارا غصہ اور خوشی بادشاہوں کے غصے اور اور خوشی کے تابع ہو گا یعنی پھر خیر
نہیں رہے گی۔

اخرج احمد عن جرير في قصة بعث رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم زياد الى
اليمن حتى قال ثم لقيت ذا عمرو فقال لي يا

جزیرانکم لن تزالوا بخیر ما اتاکم امر[1]
تامرتم فی آخرہا اذا کانت بالسیف غصبتم
غصب الملوک ورضیتم رضی الملوک

﴿ازالۃ الخفاء جلد اول ص ۵۵۱﴾

ان تمام روایتوں کا ماحاصل سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن لوگوں کے خلاف آواز اٹھانے اور مقابلہ میں آنے سے روکا ہے یزید پلید ان کے زمرہ میں نہیں آتا۔

کیونکہ احادیث مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد نصوص سے یہ واضح ہے کہ جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اور یہ بھی ہے کہ رعیت حکام کے تعلق باتحد کی ملاقات استعمال کرو اگر یہ قوت نہیں تو ان کے خلاف زبان کی قوت استعمال کرو اور اگر یہ بھی نہیں تو ان کو دل سے برا جانو اور اگر تم تیسرے درجہ کے لوگوں میں شامل تھے تو بھی تمہارے دل میں برا بھی ایمان نہیں۔

سیدنا حسین امام بحق اور شہید بحق

قارئین کرام یہ تمام روایات ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اس کے لئے ہم نے یہ اور اسطے اسی کتاب کا انتخاب کیا ہے جس کے حوالے سے عباسی وغیرہ نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ یہ تمام تر روایات کتب احادیث میں بھی موجود ہیں اور شاہ صاحب نے بھی انہیں حدیث کی معتبر

کتابوں سے ہی نقل کیا ہے اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۵۹۰ پر لکھتے ہیں کہ

دوسرا واقعہ چند حوادث پر مشتمل ہے جن میں ایک حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہے اور پھر آپ نے وہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام عالی مقام کی شہادت کی پیشگوئی فرمائی تھی ہے اور اس کے بعد واقعہ حرہ کے متعلق حضور سرور دو عالم کی پیشگوئیاں نقل کی گئی ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جناب حسین علیہ السلام کو امام بھی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی شہادت کے بھی قائل ہیں۔

بہر حال ان روایات کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی فی الحال ہم عباسی وغیرہ کی چالاکیوں کا پردہ فاش کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی ان عبارات کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے یزید پلید کے متعلق قطعی فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کی حکومت کیسی تھی چونکہ عباسی وغیرہ نے شاہ ولی اللہ صاحب کی بیشمار عبارتوں کو قطع برید کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یزید خلیفہ برحق اور بڑا اصلاح پسند شخص تھا اور امام حسین کا اس کے خلاف خروج غیر شرعی تھا اور بغاوت کے حکم میں داخل

ہے

بہر حال شاہ صاحب یزید کے متعلق اپنی مشہور کتاب ازالۃ الخفا

خلافت کے باب میں لکھتے ہیں۔

اصلی خلافت

میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے نبوت کا اختتام ہو گیا اور وہ خلافت جس میں باہم مسلمانوں پر تلوار نہ چلی حضرت عثمان کی شہادت سے ختم ہو گئی اور اصلی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے ختم ہو گئی اور ملک عضوض یعنی گزند کا وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ خلیفہ کرتے رہے حتیٰ کہ امیر معاویہ کی حکومت قائم ہو گئی۔

﴿تحفہ اثنا عشریہ﴾

گمراہ کرنے والا

اور پھر دوسری حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں وہ زمانہ جس میں نجات تلوار سے ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا جس میں اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آئے اور مکر و فساد کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوئی اور گمراہی کی طرف بلانا اس میں سے ملک شام میں رائج تھا اور عراق میں تھا۔

وتیر وزا لکھ۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۱۲۱﴾

مصطفائی مہر

اور یہ شرح ہر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی ہے جو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جوابات میں فرمایا وہ حدیث یہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اسلام سے پہلے تاریکی پھیلی ہوئی تھی کیا بعد میں بھی ہو جائے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

میں نے کہا اس سے نجات بھی ہو گی؟

آپ نے فرمایا! ہاں دھواں ہو گا۔

عرض کیا کہ کچھ تاریکی باقی رہے گی؟

پھر فرمایا! ہاں نا خوشی سے اور نا گواری سے حکومت قائم ہو گی اور مکروفساد سے صلح ہو گی۔

میں نے عرض کیا پھر کیا ہو گا؟

پھر فرمایا لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے۔

﴿بقیہ الہاد الباری صفحہ نمبر ۲۱۷﴾

آگے چل کے شاہ ولی اللہ صاحب ایک اور حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اور آپ کا یہ فرمان کہ اگر سب ہلاک ہو جائیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کہ اس قدر فتنیں اور دشواریاں پیش آئیں گی کہ دیکھنے والے کو شک ہوگا کہ مبادا تمام امت تباہ ہو جائے اور ان کے تمام امور نابود ہو جائیں اور ستر برس ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہ کے انتقال کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد فتنہ جاہ و اضمحلال کا قائم ہو گیا۔

﴿بقیہ الہاد الباری صفحہ نمبر ۲۱۸﴾

منافق و فاسق

شاہ صاحب نے مزید لکھا ہے کہ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ عمدہ اور بزرگ زمانے کے ہر شخص کو دوسرے مقبول زمانے پر فوقیت اور فضیلت ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے جو قرون بالا تفاق عمدہ اور بزرگ تھے ان میں بعض لوگ فاسق اور منافق بھی تھے، انہیں زمانوں میں۔

﴿۱﴾ عجائب

﴿۲﴾ بزرگ

﴿۳﴾ مختار ہیں اور قریش کے نوجوان جو لوگوں کو ہلاک کرنے

والے تھے، اور ان کے علاوہ جن کی بد اعمالیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس میں شک نہیں کے قرون اول کے جمہور لوگ قرون دوم کے جمہور لوگوں سے افضل تھے۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۱۱۶﴾

اگرچہ یزید پلید کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب کی مزید بھی متعدد عبارتیں ان کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں تاہم ہمارے خیال میں جو کچھ بیان ہو چکا وہ یزیدیوں کے منہ بند کرنے کے لئے بہر حال کافی ہے۔

یزید جیسا منافق اور فاسق، جو لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کی طرف بلاتا ہو، ہر گز ہر گز ان احکام میں شامل نہیں جن کے خلاف اٹھنے والا جاہلیت کی موت مرے۔ یزید کو خلیفہ راشد کہنا منافقت محض ہے بلکہ وہ بقول شاہ ولی اللہ خود بھی گمراہ تھا اور گمراہی کی طرف لوگوں کو بلاتا تھا اور امت محمدیہ کو ہلاک کرنے والوں میں سے تھا، شاہ صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یزید کا خیر القرون میں پیدا ہونا اور حکومت کرنا اس کی فضیلت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ فضیلت اور فوقیت کا دارومدار کردار ہے اور یزید بدکردار بھی تھا اور منافق بھی، فاسق و فاجر بھی تھا اور گمراہ کنندہ بھی اس کے خلاف ہاتھ اور زبان کی طاقت استعمال کرنا لازمی تھا اور ایمان بچانے کے لئے کم از کم یہ ضروری تھا کہ دل سے ہی اس کے ساتھ اظہار نفرت کیا جائے۔

بہر حال شاہ ولی اللہ صاحب کو عقیدۂ خارجیت کی تقویت کے لئے

استعمال کرنا محض زیادتی اور بعید از حقیقت ہے۔

چونکہ شاہ صاحب یزید کو ولی سمجھتے ہیں جو وہ تھا۔

خلافت اور خروج

جہاں تک عباسی وغیرہ کے گھر کی شہادتوں کا تعلق ہے وہ تو نہایت

شرح و بسط کے ساتھ دی جا چکی ہیں اور قارئین پر واضح کیا جا چکا ہے کہ

حمایت یزید میں خارجیوں نے جو مواد بھی پیش کیا ہے وہ تمام کا تمام گوشت

سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اگرچہ ابن تیمیہ وغیرہ کے علاوہ ان لوگوں نے امام احمد بن حنبل

کے حوالے سے بھی یزید کو زاہد و عابد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر وائے

ناکامی کہ یہ فراڈ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور اب کے مکر و فریب کا بھانڈا

بیچ چوراہے میں پھوٹ گیا۔

ان خوارج کے پاس اور کوئی بھی ایسی دلیل موجود نہ تھی جس کے

سہارے چار و ناچار مذاہب سے یزید کے حق میں گواہی دلوائی جاتی چنانچہ ان

کے نام استعمال کرنے کا یہ طریقہ نکالا گیا کہ یہ سب کے سب امام حاکم اور

امیر کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اور ان کے نزدیک خروج کرنے والا

محض سخت گنہگار بلکہ واجب القتل ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ صرف یہ بات ثابت کرنے کیلئے تو آئمہ مذاہب
کے فیصلے کی ضرورت تھی اور نہ ہی ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے ریمارکس پیش
کرنے کی حاجت تھی کیونکہ یہ چیز تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
مرفوع اور صحیح احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال
موقوف کی صورت میں روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

کیا دوسرے متقدر حضرات کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے فرمان کو حجت دینے کا باعث ہو سکتا ہے؟

اور اگر جواب نفی میں ہے تو ان کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ
یہ حدیث مصنفی کتب معتبرہ میں موجود ہے۔

ہاں البتہ ان متقدر آئمہ کرام نے اگر ایسا کوئی فتویٰ صادر کیا ہوتا
جس میں یزید کی حکومت کو خلافت راشدہ اور یزید کو خلیفہ راشد کا نام دیا ہوتا
اور امام حسین علیہ السلام کو اس کے خلاف خروج کرنے کے سلسلے میں اس ہوا
کا مستحق قرار دیا ہوتا جو ان روایات میں حکومت کے باغیوں اور فتنہ گروں
کیلئے مقرر ہے تو پھر کوئی بات بھی تھی۔

مگر موجودہ حالات میں تو صرف عوام الناس کی آنکھوں میں دھول
جھونکنے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے۔ جو قطعی بے سود اور لایعنی حرکت کے سوا
کچھ بھی نہیں۔

یزید کی حکومت کیسے قائم ہوئی

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ یہ چاروں حضرات جو یہ کو مجرم اور

خاطی سمجھتے ہیں اور ان کے برعکس سیدنا امام حسین علیہ السلام کو حق الحق اور

حق الرسول حق پر سمجھتے ہیں۔

اگر ان چاروں میں سے اس بارہ میں کسی ایک کا مذہب بھی ان

خوارج اور نواصب کو قبول ہو تو بات یہیں پر ختم کی جا سکتی ہے مگر جیسے معلوم

ہے کہ ان لوگوں کی ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں لہذا ان کے ساتھ

بحث کرنا محض تضیع اوقات ہے ہم آگے اوراق میں حسب وعدہ ان کے

اربوں کا اس مسئلہ میں واضح ترین موقف پیش کریں گے اس سے پہلے ہم

چاہتے ہیں کہ یزید کی حکومت کے بارہ میں وضاحت کر دی جائے کہ کیا اس

امارت میں وہ شرائط پائی جاتی ہیں جن کے متعلق حضور امام الانبیاء صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی مخالفت نہ کی جائے۔

چنانچہ اس ضمن میں آنے والی تمام تر روایات میں جو ایک بات

مشترک طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ ہے کہ وہ حاکم یا امیر جس کی حکومت یا

امارت پر تم سب لوگ جمع ہو جاؤ اور اس کی بیعت کر لے اس کی اطاعت قبول

کر لو اور یا تم پر (شوریٰ) کے ذریعہ کسی کو حاکم بنا دیا جائے اور جب اس کی

حکومت قائم ہو جائے تو پھر اگر کوئی شخص خواہ وہ کوئی بھی ہو خروج کرے تو اس

دوسرے شخص سے قتال کرنا ضروری ہے اور اس کی گردن اڑا دو۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یزید کی حکومت قائم ہو چکی تھی؟ کیا اسے تمام مسلمانوں کی مرضی سے قیام میں لایا گیا تھا؟ کیا اس کی حکومت پر مسلمانوں نے باہم اتفاق کر لیا تھا؟ کیا اسے مسلمانوں کے اتفاقی رائے سے اور ان کی رضا حاصل کر کے قائم کیا گیا تھا؟

ہو سکتا ہے کہ یزید کے پیروکار اس کا جواب اثبات میں دیں اور دلیل پیش کریں کہ اس کے لئے امیر معاویہ نے کئی سال پہلے اس کے لئے بیعت لے رکھی تھی مگر یہ جواب قطعی طور پر فضول اور بے بنیاد ہے۔

اس لئے کہ امیر معاویہ کے وقت بھی اسلام کی برگزیدہ اور سرکردہ آدھ درجن شخصیتوں نے شدید اختلاف کیا تھا جبکہ دوسرے لوگوں کی اکثریت کا یہ حال تھا کہ وہ بے کر رضامند ہو گیا تھا کہ ان برگزیدہ شخصیتوں نے بیعت یزید تسلیم کر لی ہے۔

تشنہ رہیں گے یہ سوال

ہم اس کے متعلق تمہید وضاحت سے بیعت یزید کے تمام واقعات شرح و بسط کے ساتھ پیش کریں گے مگر اس سے پہلے اختصار کے طور پر ایک سوال کریں گے کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی بیعت ہو چکی تھی یا نہیں؟ اور امیر معاویہ سے افضل لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی؟

جان سے تسلیم کر لیا تھا یا نہیں؟

یقیناً آپ کی بیعت کرنے والے لوگوں میں ابتداء ان لوگوں نے کی تھی جن کے مشورہ سے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ظہور میں آئی تھی اور دیگر بیعت کرنے والے تمام صحابہ کرام بھی امیر معاویہ سے افضل و اعلیٰ تھے، حضرت عثمان غنی کی خلافت بجز ستمبر دوم رضی اللہ عنہ صرف چھ آدمیوں کے مشورہ سے قائم ہو گئی تھی۔ جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت کرنے والے سینکڑوں مقتدر صحابہ کرام تھے پھر آپ کی بیعت کو امیر معاویہ نے کیوں قبول نہ کیا اور آپ کے خلاف کیوں خروج کیا۔

اس سے پہلے مدینہ منورہ میں خلافت کا قائم ہو جانا تمام عالم اسلام کیلئے کافی سمجھا جاتا تھا تو آپ کے عہد خلافت میں ان سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل کرنے سے کونسا امر مانع تھا۔

یہ چند سوالات کرنے کے بعد ہم بھی خوانان نبی امیہ سے پوچھتے ہیں کہ امیر معاویہ کا حضرت علی کے خلاف خروج اگر محض خطائے اجتہادی تھا تو ان روایات کا کیا بنے گا جن میں ہے کہ جس شخص کی امارت و خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں اور پھر دوسرا ان کے خلاف خروج کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو اور دوسری روایت کے مطابق وہ اس غلطی کی پاداش میں جہنم کا بھی حقدار ہے۔

قارئین! غور فرمائیں کہ خلافت کا انعقاد ہوتے ہی مدینہ منورہ میں ہونا اور پھر

مدینہ منورہ کا انتخاب تمام عالم اسلام کے لئے قابل قبول رہا اس لئے کہ
انتخاب کرنے والے لوگ متفقہ علیہ دوسرے لوگوں سے افضل تھے حضرت علی
کا انتخاب بھی مدینہ منورہ ہی میں عمل میں لایا گیا مگر وہ قابل قبول قرار دیا
گیا اور یزید پلید کی بیعت کا انکار بھی مدینہ منورہ والوں نے ہی کیا مگر اس کی
حکومت کو خلافت راشدہ کے طریقے سے قائم شدہ ثابت کیا جاتا ہے۔ مزید
دھوکہ دینے کیلئے حواریان یزید یہ بھی کہہ دیتے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
الکریم کے خلاف امیر معاویہ کا خروج خطائے اجتہادی تھی اور یزید لعین کے
خلاف امام حسین علیہ السلام کا خروج بھی خطائے اجتہادی تھا۔ اب اس
خطائے اجتہادی سے امام حسین صرف اسی وقت بچ سکتے جب انہوں نے
یزید سے بیعت کرنے کا اقرار کر لیا اور یہاں پر وہ تمام روایات صادق آتی ہیں
جو خلیفہ وقت کے خلاف خروج و بغاوت کرنے والوں کے حق میں آئی ہیں
مگر امیر معاویہ اپنی خطائے اجتہادی پر بھی ثواب کے حق دار ہیں حالانکہ
انہوں نے آخر تک بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا اقرار نہیں کیا
بہر حال! بتانا یہ ہے کہ امیر اور امام کے خلاف خروج کرنے والوں کی جو
حد امام نے لگائی اگر اس کی رو میں جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ آسکتے ہیں تو کوئی اور کیسے بچ سکتا ہے جو حضرت امیر معاویہ کو اس
سزا سے بچایا جا سکے۔ لہٰذا اس قسم کا بودا استدلال پیش کرنے والوں کو شرم آنی
چاہیے۔

اور سوچنا چاہیے کہ جس مقدس ہستی کے لئے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کے جوانوں کا سردار ہونے کی بشارت دے رکھی ہے اس کے لئے معاذ اللہ جنسی وغیرہ کی مثالیں اسلام سے بغاوت کی شرمناک جسارت نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ہم یزید کی بیعت کا تمام شاخسانہ بدیہ قارئین کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

بیعت یزید کی ابتداء

یزید یلید کی تحریک بیعت کا ابتدا ید متعدد کتب تاریخ و سیر کی روشنی میں جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ جو صحابی امیر معاویہ کوفہ کے گورنر تھے جب ان کو امیر معاویہ نے معزول کر دینے کا فرمان بھیجا تو انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی بلکہ تھوڑے دنوں بعد خود امیر معاویہ کے پاس آئے اور حاضری میں دیر ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ میں ایک مہتم الشان کام کی تکمیل میں مصروف تھا۔

امیر معاویہ نے پوچھا کہ وہ کیا کام تھا؟

مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ آپ کے بعد یزید کی خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا

امیر معاویہ نے پوچھا تو یہ کام مکمل کرلیا؟

کی بہر حال جو لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے وہ بھی اور جو لوگ سرکاری دربار کی تھے قلیل تعداد میں داخل بیعت بھی ہو گئے مگر اکثریت نے اس کا فیصلہ اہل حجاز پر چھوڑ دیا۔

جس کے لئے امیر معاویہ نے مدینہ والوں کی بیعت لینے کے لئے مروان کو منتخب کیا مگر اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد حج کے موقع پر امیر معاویہ پہلے مدینہ آئے اور پھر مکہ مکرمہ میں گئے اگرچہ ہم اس واقعہ کو متعدد تواریخ کی روشنی میں بھی پیش کر سکتے ہیں اور بوقت ضرورت مختلف کتب معتبرہ کے حوالے سے بھی ہدیہ قارئین کریں گے۔

تاہم اب یہ واقعہ بالتفصیل مصر کے ابتدائی معتمد مورخ یا مصنف ابوبکر ابن العربی کی تصنیف العواصم من القواصم سے پیش کریں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام واقعات بیان کرنے کے بعد تاریخیت سے بھی زیادہ کمزور دلائل کا سہارا لے کر ابن العربی نے انہیں غلط ثابت کرنے کی ناکام لاحاصل کی ہے۔

بہر حال یہ واقعات بلا شک و ریب درست ہیں اور ان کو جھٹلانے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ نا قابل فہم اور حقائق کے سراسر خلاف ہے بہر حال پہلے آپ یزید کی خلافت راشدہ کے ظہور میں آنے کے حالات و واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روائت

فان قیل فقد عهد الی یزید ولیس باهل
وجری بینه وبین عبد الله بن عمر وابن الز
بیر والحسین ما قدمه ﴿الزرخشی﴾ عن
وهب ابن جریر بن حازم عن ابیه وعن غیره
لما اجمع معاویة ان یبایع لابنه یزید حج
فقدم مکة فی نحو الف رجل فلما دنا من
المدینة خرج الیه عمرو ابن الزبیر وعبد
الرحمن بن ابی بکر فلما قدم معاویة المدینة
سمع المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم ذکر
ابنه یزید فقال من احق بهذا الامر منه ثم ار
تحل فتقدم مکة فقدی طوافه ودخل منزله
فبعث الی ابن عمر فتشهد وقال اما بعد یا ا
بن عمر فقد کنت تحدثنی انک لا تحب ان
تبیت لیلة سوداء لیس علیک امیر وانی
احذرک ان تشق عصا المسلمین وان تسعی
فی فساد ذات بینهم فلما سکت تکلم ابن
عمر فحمد الله واثنی علیه ثم قال اما بعد
فانه قد کانت قبلک خلفا لهم ابدا لیس
ابنک بخیر منهم فلم یروا فی ابنائهم ما رایت
فی ابنک ولکنهم اختار والمسلمین حیث
علموا الخیار وانک تحذرنی ان اشق عصا

المسلمين ولم اكن لا فعل ، وانما أنا رجل من
المسلمين، فاذا اجتمعوا على امر فانما
انا واحد منهم فخرج ابن عمر.
وارسل الى عبد الرحمن بن ابى بكر فتشهد ثم
لهذ فى الكلام فقطع عليه كلامه فقال انك
والله لوددت انا وكلناك فى امر ابنك وانا
والله لا نعمل ، والله لتتركن هذا الامر شورى
فى المسلمين اولتقرنها عليك جذعة ثم
وثب فقام فقال معاوية اللهم اكفه بما شئت
ثم قال على رسلك ايها الرجل لا تشر فن لا
مل الشام فانى اخاف ان يستقرنى بشسك
حتى اخير العشية انك قد بايعت ثم كب بعد
ذلك على ما بدا لك من امرك.
ثم ارسل الى ابن الزبير فقال يا بن الزبير انما
انت ثعلب رواغ كلما خرج من جحر دخل فى
آخر وانك عمدت الى هذين الرجلين
فنفختهما فى مناخرهما فقال ابن الزبير ان
كنت قد مللت الامارة فاعتزلها واحلم ابنك
فلنبايعه اولا يت انا بايعت ابنك معك لا
يكما تسمع لا يكما تطيع ؟ لا تجتمع البيعة
لكما ابدا ثم قام فخرج معاوية فصعد المنبر
فقال انا وجدنا احاديث الناس ذات عوار
وزعموا ان عمرو ابن الزبير وابن ابى بكر لم

يا يعرا ليزيد قد سعوا ارطاعوا ربا لعير الله
فقال اعل الشام، لا والله لا ترضى حتى يا يعرو
اعلى روس الاشهاد والاضربنا اعناقهم
فقال منه سبحان الله ما اسرع الناس الى
قريش بالشر لا اسمع هذه المقالة من احد بعد
اليوم ثم نزل فقال الناس: يا يعرا۔ ويقولون هم
لم شبا للبيع ويقولون الناس قد يا يعتم

﴿اعواصم من القواصم ص ۲۱۸﴾

پس اگر کہا جائے کہ ﴿معاویہ﴾ نے یزید کو ولی عہد
کیوں بنایا جبکہ وہ نااہل تھا اور اس کے متعلق حضرت
عبداللہ ابن عمر ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کے
ساتھ گفتگو ہوئی تھی جسے مورخین نے وہب ابن جریر
بن مطعم کے باپ سے اور دیگر راویوں سے روایت
بیان کی ہے کہ جب امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید
کے لئے بیعت کا ارادہ کیا تو ایک ہزار آدمی کو ساتھ
لے کر حج کے لئے مکہ معظمہ میں آئے پھر جب مدینہ
منورہ کے قریب گئے تو وہاں حضرت عبداللہ ابن
عمر ابن زبیر اللہ عبدالرحمن بن ابی بکر باہر نکلے پھر
امیر معاویہ مدینہ منورہ میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو

کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر اپنے بیٹے یزید کا ذکر
کیا اور کہا کہ اس امر میں اس سے زیادہ کون مستحق ہے
پھر مکہ معظمہ میں واپس آ کر طواف کیا اور پھر اپنے
مکان میں داخل ہونے کے بعد ازاں حضرت عبداللہ بن
عمر کو بلا کر کہلا بھیجا اور کہا اے ابن عمر کہ تم مجھ سے کہتے
تھے کہ میں اخیر امیر تھے ایک رات گزارنا بھی پسند نہیں
کرتا اور اب میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ مسلمانوں کے
درمیان پھوٹ نہ ڈالنا اور ان میں فساد برپا نہ کرنا
جب امیر معاویہ نے خاموشی اختیار کی تو عبداللہ بن عمر
نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کلام کیا اور کہا کہ تجھ
سے پہلے بھی خلفا ہوئے ہیں اور ان کے بیٹے بھی
تھے۔ ان (خلفاء) نے تو اپنے بیٹوں کے متعلق وہ
نہیں سوچا جو تم اپنے بیٹے کے متعلق سوچتے ہو بلکہ
انہوں نے تو مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ اپنی بہتری
خود سوچیں۔
اور تمہارا مجھے یہ کہنا کہ میں مسلمانوں میں تفرقہ نہ
ڈالوں تو میں ایسا کام نہیں کروں گا اور میں بھی
مسلمانوں ہی سے ایک شخص ہوں جب سب لوگ کسی

بات پر اتفاق کر لیں گے تو میں ان کے ساتھ ہوں
اور پھر ابن عمر واپس آ گئے۔
پھر عبدالرحمن بن ابوبکر پہنچے (امیر معاویہ) نے تشہد
پڑھ کر آغاز کلام کیا تو انہوں نے کلام کو قطع کرتے
ہوئے فرمایا کہ واللہ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے بیٹے
کے معاملہ میں تمہیں اللہ کے سپرد کر دیں خدا کی قسم ایسا
کام ہرگز نہیں کریں گے بخدا تم یہ فیصلہ مسلمانوں کے
مشورہ پر چھوڑ دو ورنہ یہ تلوار تمہیں اپنی لپیٹ میں
لے لے گی اور پھر آپ یکدم کھڑے ہو گئے تو اس نے
کہا تو جسے چاہے اس کی زبان بند کر دے پھر کہا خبر
جاؤ اگر تم اہل شام کے سامنے اس طرح جاؤ گے تو
مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے پہنچنے سے قبل تمہارے جان نہ
لے لیں میں ان کو بتا دوں گا کہ تم نے بیعت کر لی ہے
اس کے بعد جو تمہارے جی میں آئے کرتے رہنا۔
پھر امیر معاویہ نے ابن زبیر کو بلایا اور کہا اے
ابن زبیر بے شک تو ایک مکار لومڑی ہے جو ایک
سوراخ سے نکل کر دوسرے میں داخل ہو جاتی ہے اور
ان دونوں آدمیوں کو تم نے ہی پھونک دی ہوئی ہے۔

ابن زبیر نے کہا اگر تم امارت سے تنگ آ چکے
ہو تو خود معزول ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو اپنی جگہ پر لے
آؤ ہم اسکی بیعت کر لیں گے بتاؤ تو سہی کہ تمہاری
بیعت کے ساتھ تمہارے بیٹے کی بیعت بھی کر لی جا
ئے تو کس کی بات سنی جائے اور کس کا کہا مانا جائے تم
دونوں کی بیعت کبھی بھی فسخ نہیں ہو سکتی اور پھر اٹھ
کھڑے ہوئے پھر امیر معاویہ نے باہر آ کر منبر پر
کھڑے ہو کر کہا کہ کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کر رہے

ہیں کہ ابن عمر ابن زبیر اور ابن ابوبکر یزید کی بیعت
نہیں کی بے شک انہوں نے بات کو سنا ہے اور
اطاعت و بیعت کر لی ہے (امیر معاویہ کا یہ اعلان سن
کر یہ) اہل شام نے کہا نہیں واللہ ایسے نہیں وہ لوگ
ہمارے سامنے آ کر بیعت کریں ورنہ ہم ان کی
گردنیں اتار دیں گے۔

امیر معاویہ نے کہا سبحان اللہ لوگ قریش کے ساتھ شر انگیزی کو کہتے
تھے میں اس دن کے بعد کسی سے ایسی بات سننے کے لئے ہرگز تیار نہیں
پھر منبر چھوڑ دیا لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے بیعت کر لی مگر وہ خود کہتے تھے کہ
ہم نے بیعت نہیں کی اور لوگ کہتے کہ نہیں تم نے بیعت کر لی ہے۔

دوسری روایت

وہب سے دوسری سند سے روایت آئی ہے کہ خطبہ معاویہ

قذکر ابن عمر فقال: والله لبا لیمن أو لاقتلنه
فخرج عبد الله بن عمر الی ابیه وسار الی مکة
ثلاثا واخبر الی عبد الله بن صفوان۔
فدخل علی ابن عمر فقال اخطب هذا یکذا قال
نعم قال فما تریدا تریدا قتا له؟ قال یا ابن
صفوان الصبر خیر من ذلک لا قاتلنه فقدم
معاویة مکة فنزل ذاطوی وخرج الیه عبد
الله بن صفوان فقال ادت تزعم انک تقتل ابن
عمر ان لم یبایع لابیک؟ قال: اذا اقتل ابن
عمر؟ انی والله لا اقتله۔

﴿العواصم من القواصم ص ۲۱۹﴾

وہب ہی سے دوسری سند سے یہ روایت آئی ہے کہ
امیر معاویہ نے اپنے خطبے میں عبداللہ ابن عمر کا ذکر
کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم یا تو وہ بیعت کرلے گا یا
میں اسے قتل کردوں گا۔
عبداللہ ابن عمر کا بیٹا عبداللہ جب اپنے باپ عبداللہ
ابن عمر کو ملنے کے لئے مکہ معظمہ آئے اور آکر امیر

معاویہ کے اس اعلان کی اطلاع ملی تو ابن عمر رضی
گئے عبداللہ ابن صفوان کو پتہ چلا تو انہوں نے عبداللہ
بن عمر سے ملاقات کر کے استفسار کیا کہ کیا معاویہ نے
اس قسم کا خطبہ دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں عبداللہ
ابن صفوان نے پوچھا اب کیا ارادہ ہے کیا معاویہ سے
قتال کرو گے تو عبداللہ ابن عمر نے فرمایا اے ابن
صفوان اس سے صبر بہتر ہے ابن صفوان نے کہا بخدا
اگر اس نے یہ ارادہ کیا تو میں ضرور اس سے لڑائی
کروں گا پھر معاویہ نے مکہ میں آ کر دوسری خطبہ میں
ذکر کیا تو عبداللہ بن صفوان نے ملاقات کر کے
پوچھا کہ تم نے یہ بات کی ہے کہ اگر ابن عمر نے
بیعت نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا امیر معاویہ نے کہا
ہاں میں ابن عمر کو قتل کر دونگا واللہ میں ہرگز اسے قتل نہیں
کروں گا۔

تیسری روایت

وروی وھب من طریق الثالث قال ان معاویۃ
لما راح عن بطن مر قاصد آلی مکۃ قال

لصاحب حرسه: الا تدع لجد اليسيمى الا
من حملة ،فخرج يسير وحده حتى اذا كان وسط
الاراك لقيه الحسين بن على فوقف وقال
مرحبا واهلا يا بن بنت رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم سيد شباب المسلمين دابة لا
ابى عبد الله بر كبها فاتى بر ذون فتحول
عليه ثم طلع عبد الرحمن بن ابى بكر.
فقال مرحبا يا ابن شيخ قريش وسيد عم اين
صديق هذه الامة دابة لابى محمد بر كبها
فاتى ببر ذون فركبه ثم طلع ابن عمر فقال
مرحبا واهلا بعمنا حب رسول الله وابن
الفاروق وسيد المسلمين وتحاله بدابة
فركبها ثم طلع ابن الزبير فقال مرحبا واهلا
يا ابن حوارى رسول الله وابن الصديق
وابن عمة رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم وتحاله بدابة فركبها ثم اقبل يسير
بينهم لا يساير غيرهم حتى دخل مكة ثم
كانوا اول داخل و آخر خارج ليس فى الارض
صباح الا لهم فيه حاو كرامة لا يعرض لهم
بذكر شى مما مر فيه حتى قضى نسكه
وترحلت الثقافة وقرب مسيره الى الشام
واتيحت رواحله فقال لو ابها القوم لا تحد عرا ان
والله ما ضع هذا العبكم ولا لكر لعتكم ولا

صنعه الا لسايريد فاعد واله جرابا واقبلوا
على الحسين فقالوا انت يا ابا عبد الله قال
فيكم شيخ قريش وسيدها: هذا احق بالكلام
فقالوا انت يا ابا محمد لعبد الرحمن بن ابي بكر
فقال لست هناك ولكن صاحب رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم وابن سيد
المسلمين يعني ابن عمر فقالوا لابن عمر انت
فقال لست بصاحبكم ولكن اولو الكلام ابن
الزبير يكفكم قالوا انت يا ابن الزبير قال نعم
ان اعطيتموني عهودكم ومواثيقكم ان لا
تخالفوني كفيتكم الرجل فلك ذلك فخرج
الاذن فاذن لهم فدخلوا
فتكلم معاوية فحمد الله واثنى عليه ثم
قال لقد علمتم سيرتي فيكم وصلتي
لارحامكم وصفحي عنكم وحملي لما يكون
منكم ويزيد ابن امير المؤمنين اخوكم وابن
عمكم واحسن الناس لكم رايا وانما ارادت ان
تقدموه باسم الخلافة وتكونوا انتم الذين
تخرجون وتؤمرون وتجبون وتكسون لاينقل
عليكم في شئ من ذالك فسكت القوم فقال
الا تجيبوني فسكت القوم فقال الا تجيبوني
فسكتوا فاقبل على ابن الزبير فقال هات
يا ابن الزبير فانك لمرء صاحب خطبة

القوم فقال نعم يا امير المؤمنين الخير كسبين
ثلاث خصال ايها الخلفت فهي لك رغبة قال
لله ابوك اعرضهن قال ان شئت صنعت ما
صنع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وان شئت صنعت ما صنع ابو بكر فهو خير
هذه الامة بعد رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم وان شئت صنعت ما صنع عمر فهو خير
هذه الامة بعد ابو بكر قال الله ابوك
ماصنعوا؟ قال قبض رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم فلم يستخلف احدا فارتضى
المسلمون ابا بكر. فان شئت ان تدع امر هذه
الامة حتى يقضي الله فيه قضاءه فيختار
المسلمون لانفسهم فقال: ايه ليس فيكم اليوم
مثل ابي بكر واني لا آمن عليكم الا اختلاف
قال: فاصنع كما صنع ابو بكر عهد الى رجل
من قاصية قريش ليس من بني ابيه
فاستخلفه قال لله ابوك الثالثة؟ قال تصنع
ما صنع عمر جعل الامر شورى في ستة نفر
من قريش ليس احد منهم من ولد ابيه
قال: عدلت غير هذا؟ قال: الا قال فما تقم؟ قالوا
ارتحمن ايضا قال: اما لا فاني اجبت ان اقدم
عليكم راته قد اعذر من انذر وان كان يقوم
القائم منكم اني فيكد تني على ره ومن الاشهاد

فاعتسل له ذلك وانى قائم بمقالة فان صدقت فلى صدقى وان كذبت فعلى كذبى وانى اقسلكم بالله لكم لئن رد على احدكم منكم لا ترجع اليه كلمته حتى يسبق الى راسه ثم دعا بصاحب حرسه فقال: اقم على كل رجل من هولاء رجلين من حرسك فان نصب رجل يرد على كلمة بصدق او كذب فليضرب باه بسيفيهما ثم خرج وخرج اصحابه حتى رقى المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ان هولاء الرهط سادة المسلمين وخيارهم لا يستبدبامر دونهم ولا يقضى امرا الا عن مشورتهم وانهم ارتضوا وبايعوا ليزيد ابن امير المومنين من بعده فبايعوا باسم الله فضرب يده على يده ثم جلس على راحلته وانصرف فلقيهم الناس فقالوا لو زعتم فلما رضيتم و حسبتم فعلتم قالوا: الا والله ما فعلنا قالوا: فما منعكم ان تردوا على الرجل از كذب؟ ثم بايع اهل المدينة والناس: ثم خرج الى الشام

وہب بھی اسے تیسری مرتبہ کے ساتھ اس طرح

مروی ہے جب امیر معاویہ نے اپنی اس عرصے کے

منظر لے جانے کا ارادہ کیا تو محافظ کو بلا کر کہا کہ خبردار تم
دستہ میں سوائے خاص آدمیوں کے کوئی دوسرا شخص ہمارے
تم سے نہ چلے پس اکیلے ہو کر چلنے لگے جنی کے جب وادی
ابواگ کے درمیان پہنچے تو حسین ابن علی سے ملاقات
ہوئی امیر معاویہ نے رک کر کہا اے بنت رسول کے
بیٹے اور مسلمان نوجوانوں کے سردار ہاؤ سہلا مرحبا پھر
ساتھیوں کو کہا ان کے لئے سواری لاؤ تو ایک ترکی
گھوڑا لایا گیا جس پر آپ سوار ہو گئے پھر عبدالرحمن
بن ابوبکر آئے تو امیر معاویہ نے کہا اے سردار قریش
اور بزرگ اور اس امت کے صدیق کے بیٹے خوش
آمدید اور کہا کہ ان کے لئے بھی سواری لاؤ تو انہیں
بھی ترکی گھوڑا پیش کیا گیا اور وہ بھی سوار ہو گئے پھر
عبداللہ بن عمر آئے تو انہیں بھی امیر معاویہ نے خوش
آمدید اور مرحبا کہا اور سواری پیش کی پھر عبداللہ بن
زبیر آئے تو امیر معاویہ نے کہا کہ اے ابن حواری
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق کے بیٹے اور
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے
ہاؤ سہلا پھر ایک سواری طلب کی گئی اور وہ بھی سوار ہو

گئے پھر ان کے سوا کسی آدمی کو ساتھ نہ ملایا اور سب
چلتے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے یہ لوگ سب
سے پہلے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور سب سے آخر
یہ وہاں سے نکلے اس دوران امیر معاویہ کی طرف سے
انہیں تحائف وغیرہ بھی پیش ہوتے رہے۔
امیر معاویہ نے فرائض حج تک ان کے سامنے اپنا
ارادہ ظاہر نہیں کیا اور پھر جب سامان سفر باندھ کر شام
کی تیاری ہونے لگی تو ان حضرات میں سے بعض نے
بعض کو کہا کہ اے قوم والو کب تک ہم سوتے رہیں گے امیر معاویہ نے یہ
سلوک تمہاری بزرگی یا محبت کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ یہ
سب سے کچھ مطلب براری کی ابتدا ہے لہٰذا اس کا
جواب ابھی سے سوچ لو چنانچہ سب سے پہلے حسین
علیہ السلام ابن علی سے کہا گیا کہ اے ابو عبداللہ اس کا
جواب آپ دیں گے آپ نے فرمایا تم میں سردار ان
قریش اور بزرگ موجود ہیں اس کا انہیں زیادہ حق ہے
تو پھر انہوں نے عبدالرحمن بن ابوبکر سے کہا گیا آپ
جواب دیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا تم میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور مسلمانوں

کے سردار کے بیٹے ہیں ان سے کہو پھر جب عبداللہ بن
عمر سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں کام نہیں کر سکتا
آپ لوگ یہ کام عبداللہ بن زبیر سے کہا گیا تو انہوں
نے کہا میں یہ کام مشروط طور پر کر سکتا ہوں اگر آپ
لوگ وعدہ کریں کہ میرے جواب کی مخالفت نہیں کی جا
ئے گی تو میں بات کر لوں گا چنانچہ سب نے بلا تفاق
وعدہ کر لیا کہ ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے ابھی یہ
بات ختم ہی ہوئی تھی کہ امیر معاویہ نے انہیں بلا بھیجا
اور جب یہ لوگ اندر گئے تو امیر معاویہ نے اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثنا سے آغاز گفتگو کرتے ہوئے کہا تم جانتے ہو
کہ میں نے تم سے کس قدر اچھا سلوک کیا ہے؟
میں تم سے ہمیشہ چشم پوشی کرتا رہا ہوں تم لوگوں
نے جو بھی بوجھ مجھ پر رکھا میں نے برداشت کیا
اور میرا بیٹا یزید تمہارا بھتیجا زاد اور تمہارا بھائی ہے اور
تمہارے متعلق اس کے خیالات بہت نیک ہیں میرا
ارادہ ہے کہ تم اسے خلیفہ کا نام دے دو اور باقی تمام
معاملات تمہارے سپرد رہیں گے جسے چاہو رکھو جسے
چاہو نکال دو جو چاہو حکم چلاؤ اور جیسے چاہو مال تقسیم کرو

وہ تمہارے معاملات میں دخیل نہیں ہوگا سب لوگ
خاموشی سے یہ گفتگو سنتے رہے تو امیر معاویہ نے کہا تم
لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟
حسین پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا پھر پوچھا گیا جواب
کیوں نہیں دیتے؟ مگر ادھر خاموشی ہی رہی تو
امیر معاویہ نے ابن زبیر کو مخاطب کر کے کہا اے ابن
زبیر تم ہی بولو بخدا آپ تو خطیب قوم ہیں تو انہوں نے
کہا ہاں اے امیر المومنین میں تین باتیں پیش کرتا
ہوں ان میں سے جو چاہو پسند کر لو تو امیر معاویہ نے
کہا ہاں بیان کرو تو انہوں نے کہا اس معاملہ میں اگر
مناسب سمجھو تو وہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے کیا اگر چاہو تو وہ کرو جو ابوبکر نے کیا وہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کے بہترین
آدمی ہیں تو امیر معاویہ نے کہا خدا تیرے باپ کو جنت
عطا کرے انہوں نے کہا
ابن زبیر نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو جنہوں نے خلیفہ
مقرر نہ فرمایا اہل اسلام نے اپنی مرضی سے ابوبکر

صدیق کو خلیفہ بنا لیا اگر چاہو تو یہ کام امت کی مرضی پر
چھوڑ دو یہاں تک کہ مقتضائے ایزدی پوری ہو جائے
اور مسلمان اپنے خلیفہ کو منتخب کر لیں تو امیر معاویہ نے
کہا کوئی اور بات کرو آج تم میں ابوبکر کی مثل کوئی شخص
موجود نہیں اور مجھے ڈر ہے کہ اختلاف نہ ہو جائے۔
پھر ابن زبیر نے کہا کہ ایسا کرو جو ابوبکر نے کیا تھا کہ
کسی ایسے شخص کو خلیفہ نامزد کر دیا جو قریشی تو تھا مگر ان
کے خاندان سے نہیں تھا تو امیر معاویہ نے کہا کہ

تیسری بات بیان کرو ابن زبیر نے کہا کہ تیسری بات
یہ ہے کہ وہ کرو جو عمر نے کیا انہوں نے یہ معاملہ قریش
کے چھ افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا اور
اس شوریٰ میں ان کے گھر کا ایک آدمی بھی نہ تھا۔
حضرت ابن زبیر کے اس جواب کے بعد امیر
معاویہ نے پوچھا کہ اس کے سوا کوئی اور صورت ہو سکتی
ہے تو انہوں نے کہا نہیں امیر معاویہ نے پھر دوسرے
لوگوں سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا
بھی یہی خیال ہے تو امیر معاویہ نے کہا جو تمہاری
مرضی ہے کرو اگر میری بات نہیں مانتے تو نہ سہی

حالانکہ میں تمہیں ترقی دینا چاہتا ہوں اور میں نے تم کو
انتظام کر کے اقتدار تجویز کر دیا ہے اگر تم میں سے کسی
شخص نے بھی بر سر عام میری بات کو جھٹلانے کی کوشش کی تو
اس کا انتظام میں کروں گا میں ایک بات کرنے
والا ہوں اگر سچ بولوں گا تو اس اجر کا مجھے ملے گا اور اگر
جھوٹ بولوں گا تو اس کا گناہ میری گردن پر ہو گا اور
میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم لوگوں میں سے
کسی ایک نے بھی میری بات کو جھٹلایا تو اس کے بات
کرنے سے پہلے اس کا سر اس کی گود میں گرے گا۔
پھر اس نے اپنے محافظ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ان میں سے
ہر ایک آدمی کے سر پر اپنے دو دو آدمی مسلط کر دو اور اگر
ان میں سے کسی شخص نے میری بات خواہ وہ جھوٹی ہو یا
سچی قطع کرنے کی کوشش کی تو وہ دونوں اس کی گردن
علیحدہ کر دیں پھر امیر معاویہ اور وہ سب لوگ باہر آئے
امیر معاویہ نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ تبارک
وتعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ یہ لوگ مسلمانوں
کے سردار ہیں اور بزرگ ہستیاں ہیں ہم کوئی کام ان
کے مشورے کے بغیر نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی کام ان

کی مرضی کے بغیر کرنا چاہتے ہیں یہ سب لوگ خوش
ہیں اور انہوں نے میرے بیٹے یزید کے لئے بیعت کر
لی ہے لہذا تم بھی خدا کا نام لیکر اس کی بیعت کرو
چنانچہ لوگوں نے مسلسل بیعت شروع کر دی اور پھر
امیر معاویہ کے لئے سواری لائی گئی بعد ازاں
﴿عبداللہ بن زبیر وغیرہ﴾ کو لوگ ملے اور انہوں نے
کہا پہلے تم ایسی باتیں کرتے تھے پھر جب امیر معاویہ
نے تمہیں تحائف دیئے تو تم نے بیعت کر لی۔
انہوں نے کہا واللہ ہم نے بیعت نہیں کی تو لوگوں نے
کہا جب امیر معاویہ نے جھوٹ بولا تھا تو تم نے اس
وقت اس کی مخالفت کیوں نہیں کی پھر مدینہ والوں اور
دوسرے لوگوں نے بیعت کر لی اور امیر معاویہ کا سفر
شام شروع ہو گیا۔

ابو بکر ابن عربی کی بو قلمونیاں

ابو بکر ابن عربی نے یہ تمام روایات بیان کرنے کے بعد اپنے
فلسفیانہ انداز سے جو بوقلمونیاں دکھائی ہیں وہ اسی کا حصہ ہیں۔
قارئین علامہ ابن خلدون کے تعارف میں پڑھ آئے ہیں کہ ابو بکر

ابن عربی کا موقف اس معاملہ میں قطعی طور پر غلط ہے اور اس نے مسئلہ کو سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ بہر حال ابن عربی ان روایات کو درج کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ امیر معاویہ نے افضل امر کو چھوڑ دیا اس کو چاہیے تھا کہ خلافت کے معاملہ کو شوریٰ کے سپرد کر دیتا اور قریبوں میں سے کسی کو مخصوص نہ کرتا چہ جائیکہ اپنے بیٹے ہی کو چن لیتا اور اسے نہ چاہیے تھا کہ ترک اور فعل میں عبداللہ ابن زبیر کے مشوروں پر عمل کرتا۔ وہ اپنے بیٹے کی حکومت کی جانب مائل ہوا اور اس کے لئے بیعت کا ارادہ کیا جس نے بیعت کرنا تھی کر لی اور جس نے نہ کرنا تھی نہیں کی بہر حال شرعاً بیعت ہو گئی کیونکہ بیعت ایک یا دو آدمیوں کے کر لینے سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔ متن یہ ہے۔

الا انا نقول ان معاویة ترک الافضل فی ان یجعلها شوریٰ و لا یخص بها احد من قرابته لکنه ولدا وان یقتدی بما اشار به عبد الله بن زبیر فی الترک او الفضل فعدل الی ولا یة یة وعقد له البیعة وبایعه الناس وتخلف عنها من تخلف فانعقدت البیعة شرعا لانها تنعقد بواحد وقیل باثنین

(الدرجات من الفواتح ۲۳۲)

دو گواہ لاؤ

پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ اگر کہا جائے کہ یزید عادل نہیں تھا تو میں پوچھتا ہوں یہ کیسے معلوم ہوا۔ پھر لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یزید شرابی تھا تو میں کہوں گا دو گواہ پیش کرو۔

چونکہ ابوبکر ابن العربی کو قاضی بھی کہتے ہیں اس لئے وہ گھر کی عدالت لگا کر بات بات پر گواہ طلب کرتے ہیں حالانکہ ایک دو نہیں مدینہ منورہ کے ایک پورے گروہ نے اس کے شرابی ہونے کی گواہی دی تھی تو اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی۔

بہر حال یہ مسئلہ آئندہ اوراق میں بالوضاحت پیش کیا جائے گا اور قاضی صاحب کے حضور صرف دو ہی نہیں بلکہ کئی شہادتیں پیش کر دیں گے یہاں تو یہ بتانا ہے کہ قاضی صاحب نے ان تمام روایات کو باطل قرار دینے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

روایات باطل ہو گئیں

امام بخاری نے ایک واضح باب لکھا ہے جو راہ صواب پر ہے انہوں نے اپنی صحیح میں وہ روایتیں درج کی ہیں جو ان سب روایتوں کا ابطال کرتی ہیں۔

روایت ہے کہ امیر معاویہ نے خطبہ دیا اور ابن عمر اس میں حاضر

تھے جیسا کہ بخاری نے عکرمہ بن خالد کے واسطے سے ابن عمر سے روایت
بیان کی ہے انہوں نے کہا۔

میں ام المومنین جناب حفصہ کے پاس گیا آپ غسل فرما کر آئی تھیں
اور بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ آپ دیکھ
رہی ہیں اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے اور میرے لئے تو اس میں کوئی
گنجائش نہیں رکھی گئی تو انہوں نے فرمایا ان کے پاس جاؤ۔
وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر تم نہ گئے تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں
تفرقہ نہ پڑ جائے پھر حضرت حفصہ نے ان کو بھیج دیا۔

تو امیر معاویہ نے خطبہ دیا جو آدمی اس معاملے میں گفتگو کرنا چاہے
وہ سامنے آ جائے ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ
مستحق ہیں۔ تو حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمر سے کہا پھر آپ نے اس کو
جواب کیوں نہیں دیا۔

تو حضرت عبداللہ نے فرمایا میں نے اپنی چادر اتار کر ارادہ کیا کہ
اس کو جواب دوں کہ اس چیز کا تم سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے اسلام کے
لئے تجھ سے اور تیرے باپ سے جنگیں لڑیں۔

پھر مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ اس بات سے امت میں تفرقہ پیدا ہوگا
اور خونریزی ہوگی نیز میری بات کا غلط مطلب لیا جائے گا تو میں نے جنت
میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا تو حبیب نے کہا کہ آپ بچ گئے۔

متن ملاحظہ ہو:۔

وقد حسم البخاری الباب ونهج جادة الصواب
فروی فی صحیحه ما یبطل جمیع هزال متقدم
وهو ان معاویة خطب وابن عمر حاضر فی
خطبة فیما روی البخاری عن عکرمة بن
خالد ان ابن عمر قال نخلت علی حفصة وانا
ساتها انتطفت قلت کان من الامر ما ترین،
فلم یجعل لی من الامر شی فقالت الحق فا
نهم ینتظرونک

﴿العواصم من القواصم ص ۲۲۳﴾

ولغشی ان یکون فی احتباسک عنهم فرقة
فلم تدعه حتی ذهب فلما تفرق الناس خطب
معاویه فقال من کان یرید ان یتکلم فی هذا الا
مر فلیطلع لنا قرنه فلنحن احق به منه ومن
ابیه فقال حبیب بن مسلمة فهلا اجبته؟ قال
عبد الله فحللت حبوتی همست ان اقول
احق بهذا الامر منک من قاتلک وابا ک
علی الاسلام فخشیت ان اقول کلمة تفرق
بین الجمع وتسفک الدم ویحمل علی غیر
ذلک فذکرت ما اعد الله فی الجنان، فقال
حبیب حفظت وعصمت

﴿العواصم من القواصم ص ۲۲۲﴾

اور بخاری نے روایت کی ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت کو توڑا تو عبداللہ بن عمر نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہر روز حشر ہر غدار کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا

اور میں نے اللہ اور رسول کے لئے یزید کی بیعت کی تھی اور میں اس سے بڑی کوئی غداری نہیں سمجھتا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے لئے ایک آدمی کی بیعت کریں اور پھر اس سے لڑنے لگیں اور جس شخص نے بیعت یزید کو توڑا ہے اس کا اور میرا فیصلہ ہوگا۔

وروى البخارى. ان اهل المدينة لما خلعوا يزيد بن معاوية جمع ابن عمر حشمه وولده وقال. انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

يقول ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله وانى لا علم غدرا اعظم من ان نبايع رجلا على بيع الله ورسول ثم ننصب له القتال وانى لا اعلم احدا منكم خلعه ولا بايع فى هذا الامر الا كانت الفيصل بينى وبينه

﴿الصواعق من القواصم ص ۲۲۴۔۲۲۵﴾

ہائے رے مجبوری

یہ دونوں روایات پیش کرنے کے بعد ابن عربی بڑے کرب کے ساتھ لکھتا ہے۔

اے اہل اسلام بخاری کی یہ روایت بھی دیکھو اور پہلی روایتوں کو بھی دیکھو جن میں کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے بیعت نہیں کی تھی اور معاویہ نے ویسے ہی کہہ دیا تھا کہ عبداللہ بن عمر نے بیعت کر لی تھی

پھر اپنے محافظ کو کہا کہ اگر یہ میری بات نہ مانے تو اس کی گردن مار دینا اور بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت پر بیعت یزید کی ہے۔

ان روایات کا آپس میں تضاد دیکھو اور سلامتی کے لئے راجح روایت کو قبول کرو اور صحابی کرام اور تابعین کے معاملہ میں احتیاط کرو جب خدا نے تمہیں اس فتنہ سے بچا لیا اور تم نے اسے دیکھا بھی نہیں تو تم ان لوگوں سے کیوں ہوتے ہو جو اپنی زبانوں سے خونریزی میں شامل ہو گئے۔ اور زمین سے ان کے گوشت کے ٹکڑے اٹھانے کے بعد کتوں کی طرح ان کا خون چاٹ رہے ہیں اور اب کتوں کو خون چاٹنے کے سوا کیا مل سکے گا۔

متن ملاحظہ فرمائیں:۔

فانظر وامعشر المسلمین الی ماروی البخاری فی الصحیح والی ما سبق ذکرنا لہ روایۃ

بعضهم ان عبد الله بن عمر لم يبايع وان
معاوية كذب وقال قد بايع وتقدم الى حرسه
يامره بضرب عنقه ان كذبه وهو قد قال في
رواية البخاري قد بايعنا على بيع الله ورسوله
وما ينهما من التعارض وحذروا الا ان تمسكم بالا
رجع في طلب الاسلامية والخلاص بين
الصحابة والتابعين فلا تكونوا ولم تشاهدوهم
وقد عصمكم الله من فتنتهم من دخل
بلسانه في دمائهم. فليلغ فيها ولوغ الكلب
بقيه الدم على الارض بعد رفع الفريضة
هذه مسالم يلحق الكلب منها الا بقية دم ستقط
على الارض

پھر آگے چل کر لکھا ہے اس سے ظاہر ہے امیر معاویہ کے قول کی تصدیق کر دی جائے کہ معاویہ نے منبر پر کہا تھا کہ ابن عمر نے میری بیعت کر لی ہے تو بخاری نے عبداللہ بن عمر کا اپنا اقرار نقل کر دیا۔

کہ میں نے یزید کی ہے اور اس کی فرمانبرداری کا وعدہ کیا ہے اور وہ بھی اس وقت جب مدینے کے لوگ یزید کے خلاف ہو چکے تھے

فلسفے کی مہربانی

ایک فلسفی بزرگ کا گھوڑا چوری ہو گیا صبح اٹھ کر ان کو معلوم ہوا تو بڑی مسرت سے کہنے لگے شکر ہے میں اس گھوڑے پر سوار نہیں تھا ورنہ چور مجھے

بھی چھوڑے جاتے۔

ایک اور فلسفی صاحب نظام کائنات کی کڑیاں ملانے میں مصروف

تھے کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔

اور وہ کھلے صحن میں دیوار سے ٹیک لگائے مصروف فلسفہ تھے ان کی

اہلیہ محترمہ نے ان کو چند بار اندر لے جانے کی کوشش کی مگر بے سود، نتیجہ صبح

آپ کی اکڑی ہوئی لاش موصول ہوئی۔

ہم غیر ضروری باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے ورنہ ان حضرات کے

لئے ایسے ایسے لطیفے پیش کرتے کہ آپ کو ملا دوپیازہ اور شیخ چلی کی کہانیاں

بھول جاتیں۔

معتزلہ کا مذہب بھی شدت فلسفہ کا نتیجہ ہے حالانکہ ان لوگوں کی نیت

بری نہیں تھی انہوں نے غیر مسلم فلاسفروں پر اسلام کی عظمت کا سکہ جمانے

کے لئے فلسفہ میں ارتقاء حاصل کیا اور جب اس فن میں کمال حاصل ہو گیا تو

انہوں نے مسائل شرعیہ کو فلسفہ کے پیمانہ پر پرکھ کر سوچنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ

یہ ہوا کہ وہ سواد اعظم اہل سنت سے علیحدہ ہو گئے۔

یہی حال قاضی ابوبکر ابن العربی کا ہے ذہن میں ایک خیال پیدا ہو

اور پھر اس کی کڑیاں ملانا شروع کر دیں اور اپنی ذہنی اختراع کو حقیقت متصور

کر لیا۔

اگر یہ بات صرف ان کی سوچ تک رہتی تو نہایت اچھا تھا مگر بدقسمتی

سے انہوں نے اپنا مزعومہ منطق کو نوٹ بھی کرنا شروع کر دیا اور پھر فلسفیانہ انداز فکر کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا یعنی وہ باتیں جو پہلے بیان کی تھیں ذہن سے نکل گئیں اور وہ اپنی مفروضوں کو تحقیق سمجھ بیٹھے۔

قارئین ان کی بیان کردہ دس صفحات پر پھیلی ہوئے روایات پڑھ چکے ہیں جن میں بیعت یزید کے لئے امیر معاویہ کو مختلف مراحل سے گزرتا پڑا اور یہ بھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ ان تمام روایات کے ابطال کے لئے انہوں نے آخر پر بخاری شریف کی وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔

یہ روایت بیان کرنے کے بعد قاضی صاحب نے جو نتیجہ پیش کیا ہے وہ اسکے فلسفیانہ ذہن کی پورے طور پر غمازی کرتا ہے۔

یعنی وہ تمام روایات جھوٹی اور غلط محض ہیں جن میں ہے کہ امیر معاویہ نے جناب حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن ابوبکر اور عبداللہ بن عمر سے ملاقات کی تو انہوں نے انکار بیعت کیا۔

تفصیل آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ اس لئے ہم دوبارہ سے یہ اقتباسات نہیں دہرائیں گے تاہم چند ضروری نوٹ پیش خدمت ہیں۔

دعوے کی دلیل

قاضی صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ روایتیں اس لئے غلط ہیں اور

جھوٹی ہیں کہ ان میں حضرت عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا جبکہ بخاری میں روایت ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت کر رکھی تھی۔

یہ دلیل بے کار ہے

ہم کہتے ہیں کہ پہلی روایت میں صرف عبداللہ بن عمر کی بیعت کا ہی تذکرہ نہیں بلکہ ان کے ساتھ مزید بھی تین بزرگ ہیں اور ان میں سے ایک وہ ہیں جو یزید کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے اور دو وہ ہیں جو آخری دم تک اپنے موقف پر قائم رہے اور انہوں نے بیعت یزید نہیں کی تھی۔

چنانچہ ان چاروں میں سے ایک کا بیعت کر لینا ثابت کر کے ان روایات کو جھٹلانے کا کوئی جواز نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان تینوں روایات میں تمہاری اپنی تحریر کے مطابق بھی عبداللہ ابن عمر کا کوئی جملہ ایسا نہیں جس سے انہوں نے بیعت یزید سے صاف صاف انکار کیا ہو یا امیر معاویہ کے ساتھ اس معاملہ میں بحث کی ہو۔ بلکہ وہ گونگوں کی حالت میں ہیں البتہ دوسرے بزرگوں کا واضح انکار موجود ہے۔

ان حالات میں سوائے اس کے کیا سوچا جا سکتا ہے کہ تمہاری یادداشت اجمالی کمزور اور ناقص ہے اور استخراج دلائل کا طریقہ بھی اجمالی ہوا ہے۔ لہٰذا تمہیں یاد دلانے کے لئے تمہاری بیان کردہ پہلی روایتوں میں سے

دو جملے لکھے جاتے ہیں۔

جن میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا موقف بیان کیا گیا ہے تا کہ
تمہارے مقلدین میں سے ہی کوئی اعتراف حقیقت کرلے۔

اپنے آئینے میں خودکو دیکھیے

پہلی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان

ولکنهم اختار والمسلمین حیث علموا
الخیار وانک تحدثنی ان اشق عصا
المسلمین ولم آکن لافعل وانما رجل من
المسلمین فاذا اجتمعوا علی امر فانا
واحد منهم فخرج ابن عمر

(العواصم من القواصم ص ۲۱۶)

حضرت عبداللہ ابن عمر نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے
بعد کہا تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے ہیں اور ان کے
بیٹے بھی تھے تمہارا بیٹا ان سے اچھا نہیں انہوں نے تو
اپنے بیٹوں کے متعلق یہ نہیں سوچا جو تم اپنے بیٹے کے
متعلق سوچ رہے ہو بلکہ انہوں نے اس کا اختیار
مسلمانوں کو دیا ہے کہ اپنی بہتری سوچیں باقی رہا مجھے
نصیحت کرنا کہ میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا نہ

کروں تو میں فی الواقع اختلاف نہیں ڈالوں گا اور
دوسرے مسلمانوں کی طرح جس بات پر وہ اتفاق کر
لیں ان کا ساتھ دوں گا اور پھر باہر آ گئے

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان۔

خطب معاویہ فذکر ابن عمر فقال
واللہ لیبایعن اولاً فقتلا الخ فبلغ الخبر الی
عبد اللہ بن صفوان فدخل علی ابن عمر
فقال اخطب مذا بکذا؟ قال نعم قال فما تریٰ
التریٰ فقتالہ؟ قال یا ابن صفوان واللہ لو اراد
ذالک لا قاتلہ

﴿اعوجم من القواصم، ص ۲۱۸﴾

امیر معاویہ نے خطب میں کہا کہ اگر ابن عمر نے بیعت
یزید قبول نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا یہ خبر عبداللہ بن
صفوان کو ملی تو وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس آئے
اور کہا کہ امیر معاویہ کی بات آپ تک پہنچی ہے؟
انہوں نے کہا ہاں ابن صفوان نے کہا کہ کیا معاویہ
سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہو تو آپ نے کہا لڑائی سے
صبر بہتر ہے۔

تیسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان

فقالو لابن عمر انت اقال لست بصاحبكم
ولكن اولو الكلام ابن الزبير يكفكم

﴿العواصم من القواصم، ص ۲۲۰﴾

حضرت امیر معاویہ نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ تم
کوئی بات کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کام
نہیں کر سکتا یہ گفتگو عبداللہ بن زبیر کے سپرد کر دیں؟؟

اس معاملہ میں کافی ہیں

قارئین اندازہ فرمائیں کہ ان تینوں روایتوں میں کونسا جملہ ایسا ہے
جس سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت
یزید سے انکار کیا ہو بلکہ بخاری کی روایت سے ان میں سے دوسری روایت کی
تصدیق ہوتی ہے

کہ جب ابن عمر کے متعلق امیر معاویہ نے یہ کہا کہ اگر اس نے
بیعت نہ کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا تو آپ نے اپنی ہمشیرہ ام المومنین
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں تمام حالات پیش فرمائے تو انہوں
نے اس قتل و غارت گری سے بچانے کے لئے آپ کو مشورہ دیا جا کر یہ اعلان
کر دو کہ مجھے یہ بیعت منظور ہے چنانچہ انہوں نے اس بیعت کو قبول کر لیا۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ انہوں نے بیعت یزید کی تھی اور اپنے عہد پر
آخر تک قائم بھی رہے تھے تاہم بخاری کی اس روایت سے اتنا ضرور واضح ہو

جاتا ہے کہ اس سے پہلے ضرور کوئی ایسی بات ہوئی تھی

جس سے پریشان ہو کر حضرت عبداللہ بن عمر ام المومنین سیدہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ آپ اپنے ان تینوں ساتھیوں حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ

تھے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ چونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے بیعت کر

لی تھی اس لئے ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں جس میں امیر معاویہ نے ان سب

کے بیعت کر لینے کا شوشہ چھوڑ کر دوسروں کی بیعت کر لینے پر رضامند کر لیا تھا

محض فلسفیانہ قلابازیاں ہیں۔

یہ تو تصدیق ہے

بخاری کی یہ روایت قطعی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ

امیر معاویہ نے ان لوگوں دھمکی وغیرہ دے کر لوگوں سے علیحدہ رکھا اور اپنا

اعلان کر لینے کے بعد اسی حال میں سب کو چھوڑ کر واپس آ گئے۔

البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کی مزید دھمکی سن کر بیعت کر لی اور

ان تینوں روایات کے درست ہونے میں بخاری کی روایت مانع نہیں ہے

بلکہ ان کی تصدیق و تائید کرتی ہے اور ان کے راوی جناب وہب بخاری کے

معتبر راویوں سے ہیں۔

لہذا قاضی ابوبکر ابن العربی صاحب نے ان روایتوں کو باطل قرار دیتے وقت ہرگز یہ نہیں سوچا کہ ان میں کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس سے بخاری کی روایت میں تعرض پیدا ہوتا ہے

بلکہ خواہ مخواہ شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ اس بات کو مان جایئے جدھر بخاری ہے اور اس کا انکار کر دیجئے جس میں بخاری کے سوا کوئی دوسرا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ چلو ہم بخاری کی بات مان لیتے ہیں بخاری ہی میں کوئی ایسی روایت دکھا دو جس میں ہو کہ حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ ابن زبیر، اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر نے یزید کی بیعت کر لی تھی جبکہ امیر معاویہ کی بات سے انکار ان ہی لوگوں نے ہی کیا تھا اور عبداللہ بن عمر تو پہلے ہی سب کچھ تسلیم کئے بیٹھے تھے۔

بہر حال عبداللہ بن عمر کے بیعت کر لینے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلی روایات جھوٹی ہیں۔ جن میں حضرت امیر معاویہ نے دوسرے حضرات سے بیعت لینے کی کوشش کی تو انہوں نے صاف صاف انکار کر دیا اور اس بیعت کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت خلافت راشدہ کے خلاف قرار دیتے ہوئے دین میں ایک نئی بدعت قرار دیا اور اس کی بیعت کو ہرگز شرعی بیعت نہیں کہا جا سکتا جو حکومت اور اقتدار کے زور پر لی۔

عبد اللہ ابن عمر کا اجتہاد

قاضی ابوبکر ابن العربی کی تقلید میں عباسی وغیرہ اور اس کے پیش خوروں نے اس بات پر بڑا زور دے رکھا ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی اور صحابی زادے نے بیعت یزید کو برضا و رغبت قبول کر لیا اور آخر تک اپنے عہد پر قائم رہے تو پھر یزید کی خلافت حق پر کیسے اعتراض کیا جا سکتا ہے؟

یہ بات ایک سوال ہے جسے ایک واضح دلیل کا نام دیا جا سکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس دلیل کے بل بوتے پر یزید خلیفہ راشد اور اس کی کسرائی امارت کو خلافت راشدہ کا نام دیا جا سکے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے بیعت کر لینے اور اس پر قائم رہنے سے یزید پلید فرشتہ ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ وہ وہی یزید ہے جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک فاسق و فاجر اور ظالم بادشاہ تھا۔

اس لئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ذاتی اجتہاد تھا اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس ایک اجتہاد کے علاوہ آپ کے اور بھی متعدد اجتہادات ایسے ہیں جو ثبت قرار نہیں پاتے۔

ابن العربی اور عباسی وغیرہ نے یہ روایت بھی بڑے طمطراق سے درج کر رکھی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اہل وقت

جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بلوائیوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اپنے

آپ کو اس فتنے سے بالکل بچائے رکھا

اور اس واقعہ میں کسی قسم کا کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ اور یہ روایت بھی

بڑے زور و شور سے بیان کر رکھی ہے کہ جب جنگ صفین ہوئی تو باوجود

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت خلافت کر لینے کے آپ نے جنگ

میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں مسلمانوں پر تلوار اٹھانا

نہیں چاہتا۔

ہمیں ان روایات کو قبول کر لینے میں ہرگز تامل نہیں مگر ہم بعد

احترام ابن عربی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ تم نے حضرت عبداللہ ابن عمر کا

موقف بھی پیش کیا ہے کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی امیر کی بیعت سے علیحدہ

نہیں رہنا چاہتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت

سے علیحدہ ہو کر مرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

اور یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص کی خلافت پر

لوگوں کا اجماع ہو جائے تو اس پر خروج کرنے والے کو قتل کرنے

کے لئے تم تلوار اٹھا لو اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت

علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بیعت کر رکھی تھی

اور حضرت علی کی بیعت تو عام ہو چکی تھی کیونکہ ایک یا دو آدمیوں

کے بیعت کر لینے سے بھی بیعت ہو جاتی ہے

اب جبکہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت عثمان غنیؓ سے بیعت کر رکھی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان پر بغاوت کرنے والوں کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی۔

اور پھر جب آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت کر رکھی تھی تو آپ نے امیر معاویہ کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی اور جنگ صفین میں شرکت کرنے سے پہلو تہی کی۔

اگرچہ آپ کا ان دونوں مقامات پر خاموشی سے ایک طرف ہو رہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سراسر خلاف ہے جس میں تسلیم شدہ امیر کے مخالف کی گردن اڑا دینے کا حکم ہے۔

تاہم یہ آپ کا اجتہاد ہی کہلائے گا اور آپ نے اس روایت سے احتجاج کیا ہے جس میں ہے کہ مسلمان بھائی کا خون نہ بہاؤ۔ مگر آپ کا یہ اجتہاد پوری امت کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور نہ جنگ صفین میں طرفین کے موقف کو باطل قرار دینا پڑے گا۔

کیسے کیسے اجتہاد

لیکن نہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن عمر کے جیسوں ایسے اجتہادات کتب احادیث میں موجود ہیں جو مسلمانوں کے لئے قطعی طور پر حجت نہیں مثلاً بخاری شریف میں ہی یہ ایک روایت موجود ہے

کہ جب آپ سے جہاد ترک کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا اسلام کے یہ پانچ ہی ارکان ہیں۔ توحید و رسالت پر ایمان۔ پانچوں نمازیں۔ رمضان المبارک کے روزے۔ ادائے زکوٰۃ اور حج بیت اللہ شریف

عن نافع ان رجلا اتی ابن عمر فقال یا عبد الرحمٰن ما حملک علی ان تحج عاما وتعتمر عاما وتترک الجهاد فی سبیل الله قد علمت ما رغب الله فیه قال یا ابن اخی بنی الاسلام علی خمس، ایمان بالله ورسوله، والصلوٰة الخمس وصیام رمضان وادا زکوٰة وحج البیت

﴿بخاری جلد دوم، ص ۶۴۸﴾

اسی طرح جب آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان میں صلح کرا دو اور پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑائی کرو جو زیادتی کرتا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی بات ہے اس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی اور یہ حدیث بھی بخاری شریف میں اسی موجود ہے بلکہ مندرجہ بالا روایت اسی کا ایک حصہ ہے۔

متن ملاحظہ ہو۔

قال یا ابا عبد الرحمن الا تسمع ما ذکر اللہ فی کتابہ وان طائفتان من المومنین اقتتلو فاصلح ابینھما، الخ الیٰ آخر اللہ ج وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ قال فعلنا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان الاسلام قلیلا

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۴۸)

اسی طرح حضرت عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ سے بھی زیادہ اجتہاد

ایسے ہیں جو جمہور اہل اسلام کے لئے ناقابل قبول ہیں مثلاً آپ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنا جائز قرار دیتے ہیں جبکہ کوئی آڑ موجود ہو۔

ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جائیں گے اور نہ ہی یہ ہمارا مقصد ہے کہ بات کو خواہ مخواہ طول دے دیا جائے۔

چونکہ تاریخین کی اس خلش کو دور کرنا ضروری امر تھا اس لئے چند باتیں بتادی گئی اجتہاد روایات کی روشنی میں کیا جاتا ہے کسی بھی صحابی یا اس جو روایت موجود ہو اس کا اجتہاد اسی کے مطابق ہوگا۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام فرامین کا حصر آپ کا کوئی بھی صحابی نہیں کر سکا تھا اس لئے یہ صورت پیدا ہوئی اور ضروری نہیں کہ ہر اجتہاد دوسروں کے بھی لائق عمل یا قابل ہو کیونکہ اجتہاد میں غلطی کا امکان ہے

چنانچہ انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ اہل میت کی آہ و

بکا سے میت پر عذاب ہوتا ہے

تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم نہیں

بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کفار کے لئے فرمائی ہے

کہ ان کے مردے پر عذاب ہو رہا ہوتا ہے اور یہ اس پر رو پیٹ

رہے ہوتے ہیں عبداللہ بن عمر نے جھوٹ نہیں بولا مگر اس کو یا تو سماع میں

غلطی ہوگی یا اس سے بھولا ہو گیا ہے۔

قال لما بلغ عائشة قول عمرو ابن عمر قالت

انکم لتحدثونی عن غیر ولا مکذبینی ولکن

السمع یخطئ۔

دوسری روایت میں ہے۔

فقالت عائشه یغفر الله لابی عبد الرحمن اما

انه لم یکذب ولکنه نسی او اخطاء

﴿مسلم شریف جلد اول، ص ۳۰۳﴾

عزیمت یا رخصت

بہر حال اس مسئلہ کو انہیں الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے حضرت عبداللہ ابن

عمر رضی اللہ عنہما خطا بجائے ہنگامہ خیز زندگی حجرہ نشینی کو زیادہ پسند فرماتے

تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ نے بجائے تب و تاب جاودانہ اور

مقام عزیمت کے مقام رخصیت کو اپنا رکھا تھا اور خواہ کتنا ہی اہم موقع
کیوں نہ ہو جدال وقتال سے پرہیز کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے
آخری لمحات میں چھ افراد میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لینے کے لئے وصیت
فرمائی تو ساتویں امیدوار کے طور پر آپ کی خدمت میں حضرت عبداللہ ابن
عمر کا نام بھی پیش کیا گیا۔

مگر آپ نے اس مشورہ کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کسی ایسے
شخص کو خلافت کی ذمہ داریوں کے اہل کس طرح سمجھ سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو
ٹھیک طریقے سے طلاق بھی نہ دے سکتا ہو۔

﴿طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۳۶﴾

بتایا یہ جا رہا تھا کہ جناب عبداللہ بن عمر فطرتاً جدال وقتال سے پہلو
تہی کرتے تھے اور مجتہد فی الدین تھے ان کے سامنے اطاعت امیر کی ایسی ہی
روایات تھیں جن کے پیش نظر انہوں نے بیعت یزید کر بھی لی اور پھر اسے
توڑنے سے انکار کر بھی دیا۔

مگر ان کا یہ اجتہاد عالم اسلام کے لئے نہ قابل قبول نہیں تھا خاص
طور پر اہل مدینہ جن میں صحابی بھی تھے اور صحابہ زادے بھی اور ان کے متعدد
لوگوں نے جب دمشق میں جا کر خود تصدیق کر لی کہ یہ یزید فسق و فجور میں
بھرے ہوئے لوگ پر مبتلا ہے اور یہ خبر پوری تصدیق کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہنچ گئی

تو انہوں نے اس بیعت کے پرخچے اڑا دیئے اور اسے بھی اجتہاد ہی کہا سکتا

ہے

چنانچہ تمام اہل مدینہ کا یہ اجتہاد تھا کہ فاسق و فاجر اور تارک نماز امیر

کے خلاف آواز اٹھانا ضروری ہے اور عبداللہ ابن عمر کا یہ اجتہاد کہ جب ایک

شخص کی بیعت کر لو تو جب تک وہ مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے نکل نہ جائے

اس کی اطاعت کرو!

مگر اس بات پر آپ نے یہاں بھی عمل نہیں کیا کہ امیر کے خلاف

جو شخص بھی خروج کرے اس کی گردن اڑا دو اور نہ ہی آپ نے اس پر اس

وقت عمل کیا جب امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے تھے

حالانکہ پوری حدیث پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا تھا

کہ آپ یزید کی حمایت میں امام حسین سے بھی لڑائی کرتے اور

واقعہ حرہ کے وقت اہل مدینہ پر بھی تلوار اٹھاتے۔

مگر آپ اپنی طبیعت کے موافق ہر مقام پر لڑائی جھگڑے سے

اجتناب کرتے رہے اور خونریزی سے بچتے رہے اور آخر میں اس احتیاط اور

سلامت روی کے باوجود بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کے دور خلافت میں

حجاج بن یوسف کے ایک فوجی نے آپ کو زہر آلود نیزہ سے شہید کر دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا یہ بیعت خلافت ہے

قارئین کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ امیر معاویہ نے یزید پلید کے لئے

حجاز مقدس میں کون کون سے حربے استعمال کئے گیا اس بیعت کو خلافت

راشدہ کی بیعت کہا جا سکتا ہے؟

ہرگز نہیں کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عبدالرحمن بن

ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی گفتگو سے امیر معاویہ کو لاجواب کر

دیا تھا اور ان پر ثابت کر دیا تھا کہ یہ بیعت اسلامی بیعت نہیں اور بالآخر امیر

معاویہ نے ان سے مایوس ہو کر لوگوں میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ ان سب

نے بیعت کر لی ہے لہذا تم بھی بیعت کر لو۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر نے بھی اس بیعت کو غلط قرار دیا

تھا کہ لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لئے یہ اقرار کر لیا کہ اگر لوگوں نے تمہاری

بات مان لی تو میں انکار نہیں کروں گا۔

اور ان روایات کے علاوہ شارحین بخاری نے یزید کی بیعت کو

توڑنے کے قول ابن عمر کی تشریح میں جو لکھا ہے ان میں بیعت کرنے کا

واقعہ اس طرح درج ہے

کہ جب امیر معاویہ نے عبداللہ بن عمر سے یزید کے لئے بیعت لینا

چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں دو امیروں کی بیعت کیسے کر سکتا

ہوں تو امیر معاویہ نے انہیں ایک لاکھ درہم بھیج دیا اور آپ نے قبول کر لیا۔

اور پھر جب امیر معاویہ فوت ہوئے تو یزید کو آپ نے خط لکھ دیا کہ۔

﴿مجھے تیری بیعت قبول ہے﴾

عن نافع ان معاویہ ارادا ابن عمر علی عن

یبتاع لیزید فابیٰ وقال لا ابائع الا میرین

فارسل الیہ معاویۃ بمائۃ الف درھم فاخذھا

فرس الیہ رجلا فقال لہ ما یمنعک ان

تبایع؟ فقال ذالک ذالک یعنی عطاء ذالک

المال لاجل وقرع المبالغۃ ان لیبقی عندی

شیء

فتح الباری شرح بخاری جلد ۵، ص ۱۲۷

یہی نسخہ

یہ نسخہ جناب امیر معاویہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے لئے بھی استعمال کیا تھا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور اس پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دنیا کے بدلے دین فروخت نہیں کروں گا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ ابن عبدالبر الاستیعاب میں اس حقیقت کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

زبیر بن عبداللہ بن نافع سے روایت ہے کہ امیر معاویہ نے لوگوں

کو بلا کر یزید کی بیعت کے لئے خطبہ دیا، پھر حسین ابن علی، عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر سے کلام کیا تو عبدالرحمن بن ابوبکر نے فرمایا کہ یہ ہرقلیہ طریقہ ہے کہ ایک قیصر کے مرنے پر دوسرا قیصر تخت نشین ہوتا رہا ہے۔ خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا اور عبدالعزیز نے زہری کی سند سے بیان کیا کہ امیر معاویہ نے واپس آ کر ایک ہزار دینار عبدالرحمن بن ابی بکر کے پاس بھیجا تو انہوں نے واپس کر دیا اور فرمایا!

کہ میں دنیا کے بدلے دین فروخت نہیں کرتا اور پھر مکہ معظمہ میں چلے گئے اور یزید کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے وصال کی خبر پہنچی تو آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئیں اور ان کے مزار پر روتی رہیں۔

متن یہ ہے:-

واخرج الزبير عن عبد الله بن دافع قال خطب معاوية فدعا الناس الى بيعة يزيد فكلمه الحسين بن علي وابن الزبير وعبد الرحمن بن ابى بكر فقاله عبد الرحمن اهرقلية كلما مات قيصر كان قيصر مكانه لا افعل والله ابدا وليستدعه له عبد العزيز الزهري قال بعث معاويه الى عبد الرحمن بن ابى بكر بعد ذالك الف دينار فردها وقال لا ابيع ديني بدنياى وخرج الى المكة فمات بها قبل ان تتم بيعت

الیزید ولما بلغ عائشه خبره خرجت حاجة فر
قمت علی قبره فبکت

﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۴۰۰﴾

﴿الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۲ ص ۳۹۳﴾

انہی کتابوں اور بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے حجاز مقدس میں اپنی آمد سے پہلے مروان کو لکھا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لو اور مروان نے حکم حاکم کو پہنچانے کے لئے جب اہل مدینہ کو جمع کر کے خطبہ دیا تو حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر نے فرمایا کہ یہ سنت ہرقل ہے یہ سنتے ہی مروان نے آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ مروان بھی آپ کے پیچھے تھا۔

اس نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر کو کہا کہ تمہارے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ﴿الذی قال لوالدیہ اف﴾ یعنی تم اپنے والدین سے زیادتی کرتے ہو۔ اس کی خرافات سن کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردے کے پیچھے سے اس کا انکار فرمایا۔

اور فرمایا کہ:۔ اگر تم چاہو تو اس کا نام بتا دوں کہ یہ کس کے لئے نازل ہوئی ہے۔

واخرج البخاری من طریق یوسف بن ماھک
کان مروان علی الحجاز استعمله معاویة
فخطب فذکر یزید بن معاویة لکی یبایع له

بعد ابیه فقال له عبد الرحمن من ابی بکر شیأ،
فقال خذوه، فدخل بیت عائشة فقال مروان
هذا الذی وانزل الله فیه «والذی قال لوالدیه
اف لکما» فانکرت عائشة ذالک من وراء
الحجاب۔

واخرجه النسائی والاسماعیلی من وجه آخر
مطولا فقال مروان سنة ابی بکر وعمر فقال
عبد الرحمن سنة هرقل وقیصر وفیه فقالت
عائشة والله ما هو به ولو شئت ان اسمیه
لسمیته۔

﴿الاصابہ جلد ۲، ص ۴۰۰﴾

﴿الاستیعاب جلد ۲، ص ۳۹۳﴾

عجیب دھوکا

حیاتی وغیرہ نے متعدد بار یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا وصال تو ۵۳ھ میں ہو گیا تھا اور جو یزید کی تخت نشینی کا دور ۶۰ھ سے تو یہ دھوکا محض دھوکا ہے

کیونکہ یزید کی ولیعہدی کا پروگرام ۵۰ھ سے بھی پہلے مرتب ہو چکا تھا کیونکہ اس فتنہ کا آغاز کرنے والے مغیرہ بن شعبہ ۵۰ھ میں انتقال کر گئے تھے اور یہ مسئلہ بہر حال ان کی زندگی میں ہی اٹھا تھا کیونکہ بعد

از انتقال تو انہوں نے یہ مشورہ امیر معاویہ کو نہیں دیا ہوگا۔

عباسی نے بخاری شریف کی وہ حدیث نقل کر کے جس میں

عبدالرحمان بن ابوبکر نے اس بیعت کو ہرقل کی سنت قرار دیا تھا لکھا ہے کہ

مروان کے کہنے پر سب لوگوں نے ہی بیعت یزید کو تسلیم کر لیا تھا

اور صرف عبدالرحمن ہی ابوبکر نے ہی انکار کیا تھا چہ خوب ہم

پوچھتے ہیں کہ اگر مروان یہ کام مکمل کر چکا تھا تو امیر معاویہ کو مدینہ منورہ اور مکہ

معظمہ میں اس کے لئے اتنے پاپڑ کیوں بیلنے پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں ہوتے ہی نہیں اور حقائق کو خواہ

کتنا مسخ کرنے کی کوشش کی جائے حقائق ہی رہتے ہیں۔

اور یہ قطعی بات ہے کہ یزید کی بیعت کا کوئی شرعی جواز موجود نہیں تھا

ورنہ لاکھ لاکھ درہم اور ہزار ہزار دینار سے رائے عامہ کو خریدنے کی کوشش نہ

کی جاتی۔

جو حکومت تلواروں اور دیناروں اور کے زور پر معرض وجود میں آئی

ہو اسے خلافت حقہ اور خلافت راشدہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے اور پھر اس

سنت ہرقلیہ پر عمل کرنے سے جس طرح اسلامی اقدار پامال ہوگئیں ان کو ہر

انصاف پسند مسلمان ٹھیک طور پر جانتا ہے۔

ابوبکر ابن العربی نے اس امارت کو خلافت حقہ اور عباسی وغیرہ نے

خلافت راشدہ ثابت کرنے کے لئے جو ایوان استدلال سجایا تھا وہ بفضلہ تعالیٰ

توہین ہوں ہو چکا ہے۔

اب یزید کا تعارف باقی ہے جسے صحابہ کا امام و امیر اور فرشتہ ثابت

کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے۔

یزید کا اصلی چہرہ

قارئین باب اول میں یزیدیت کے پرستاروں کے یزید پلید کی

مدح وستائش میں لکھے ہوئے متعدد قصائد ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

مگر لفظوں کے یہ خوبصورت غلاف یزید کے بھیانک چہرے کو

کیسے ڈھانپ سکتے ہیں جب کہ اس کی مکروہ تصویر قرطاس عالم پر کھینچی جا چکی

ہے۔

خارجیوں کی خلافت راشدہ معرض وجود میں آنے کا شاخسانہ

قارئین بالوضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں اب ان کے خلیفہ راشد پیدائشی جنتی

اور معصوم فرشتہ کے کرتوت ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے ہم یزید نوازوں کی یزید نوازیوں کا جواب دیں گے

اور پھر اس کے کارنامے پیش کریں گے۔

ایک جھوٹ اور سہی

ہمارے قارئین یہ تو جان ہی چکے ہیں کہ یزید کے پیروکار یزید کے فسق

یزید کو ایک شب روز گار، عابد و زاہد تابعی تسلیم کر کے اسے صحابہ کا امام اور امیر ثابت

کرتے ہیں مگر ان کے امام ابوم ابو بکر ابن العربی جن کا نام آپ گزشتہ صفحات میں کئی بار پڑھ چکے ہیں یزید کی امارت کو بزعم خویش خلافت حقہ تسلیم کرانے کے بعد اسے صحابی بھی تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کا تذکرہ صحابہ کرام میں کیا ہے اور اس کے تابعین کا ذکر شروع کیا ہے۔

ملاحظہ ہو:۔

وهذا احمد بن حنبل على تقشفه وعظيم منزلة
في الدين وورعه قد ادخلت يزيد بن معاوية
في كتاب الزهد انه كان يقول في علة ابنا
مرض احدكم مرضاً فاشتهى شيئاً فليطلبه
الا فليعجل صنع عنده فليلزمه وليختار
الى امر أصل عندك فليدعه ومزايدل على
عظيم منزلة عنده حتى يدخله في جملة
الزهاد من الصحابة والتابعين الذي يقتدى
بقولهم ويرعوى من وعظهم ونعم وما انخله
الا في جملة الصحابة قبل ان يخرج الى ذكر
التابعين

(العواصم من القواصم ص ۲۳۳)

ترجمہ:۔

اور یہ امام احمد بن حنبل ہیں ان کا دین اور تقویٰ ہیں

عظیم مقام ہے انہوں نے اپنی کتاب المسند میں بزید
بن معاویہ سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے خطبہ میں
کہا تھا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بیمار ہو کر فوت ہو
کے عالم میں پہنچ کر پھر تندرست ہو جائے تو وہ غور
کرے اور اس عمل کو لازم قرار دے لے جو افضل
ترین ہو اور پھر اپنے کسی برے عمل کو دیکھے تو اسے
ترک کر دے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بزید کا
مقام امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہت بلند تھا حتیٰ
کہ امام احمد بن حنبل نے بزید کو ان زہاد صحابہ اور
تابعین میں شمار کیا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور
جن کے واقعوں سے لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں اور ہاں!
امام احمد بن حنبل نے بزید کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور پھر
اس کے بعد تابعین کا ذکر ہے

کیا یزید صحابی بن گیا

یہ ہے ترجمہ قاضی ابن عربی صاحب کی عبارت کا اب اس سے بڑھ
کر کذب و فریب وہی کی واردات کیا ہو گی کہ فرضی عبارت بنا کر امام احمد بن
حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب بھی کر دی جائے اور ان کی کتاب کا نام

بھی لکھ دیا جائے۔

آپ اندازہ کریں کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے کئی سال بعد پیدا ہونے والے ایک ظالم بادشاہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ثابت کرنے کے لئے فرضی عبارتیں بنا سکتا ہے وہ حقیقت بیان کرنے میں کہاں تک مخلص ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید کی خلافت کو اور بیعت خلافت کو اعتراضات سے بچانے کے لئے قاضی صاحب نے جو ہاتھ پاؤں مارے ہیں وہ ان سب ان کے فلسفیانہ ذہن کی پیداوار ہے

ورنہ حقیقت سے تو ان کا دور کا بھی تعلق نہیں اور اب یہ شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ امام احمد بن حنبل تو یزید کا تذکرہ صحابہ کرام میں کرتے ہیں۔

عباسی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ۶۶ پر ابن عربی کے ہی حوالہ سے نقل کیا ہے اور حاشیہ میں لکھ دیا کہ موجودہ کتاب العواصم میں یہ روایت موجود نہیں۔

علاوہ ازیں تم نے بھی تو یزید پلید کی حضرت ابو درداء صحابی سے ان کے انتقال کے تیس سال بعد ہم نشینی ثابت کر ہی دی ہے آخر یہ غیر حقیقی باتیں اور تار عنکبوتی فراڈ کہاں تک تمہارا ساتھ دیں گے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے واضح طور پر یزید پلید کو کافر کہا اور مستحق لعنت قرار

دیا اور تم انہی امام صاحب پر تہمت لگا رہے ہیں کہ وہ اسی یزید کو صحابہ کرام میں
شمار کرتے ہیں اور اس کی روایتیں بیان کرتے ہیں

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ہمارا چیلنج

اس سے قبل کے یہ پلید مکروہ ترین تصویر کا خاکہ
تاریخین کے سامنے لایا جائے اور اس کے مکروہ چہرے
پر ڈالے ہوئے خاکیوں کی الفاظی کے پردے کے
نقابوں کو نوچا جائے ہم دنیا بھر کے تمام یزید نوازوں کو
چیلنج کرتے ہیں کہ اگر تم سب لوگ مل کر بھی جمہور اہل
سنت کے کسی بھی مصدق کتاب سے یہ ثابت کر دو کہ
چاروں فقہی ائمہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی یزید
کو خلیفہ برحق ثابت کیا ہو اور امام حسین علیہ السلام کی
شہادت کو خروج عن الجماعت قرار دیتے
ہوئے فتنہ خیزی اور شر انگیزی کا نام دیا ہو تو ہم تمہیں
مبلغ ایک ہزار روپے نقد ادا کرنے کے لئے ہمہ وقت
تیار ہیں ذرا بھی سچائی کی رمق باقی ہے تو یہ انعام
حاصل کرنے کی خاطر کوشش کریں۔ عبارات کو توڑ

مردود کے پیش کرنا تحقیق نہیں فراڈ ہے بہر حال یہ چیلنج
کر دینے کے بعد بھی ہمیں قطعی طور پر یقین ہے کہ یہ
اقوام تم لوگ قیامت تک بھی حاصل نہیں کر سکو گے
کیونکہ ایسا ثبوت پیش کیا جانا محال ہی نہیں ناممکنات
سے ہے بہر صورت اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو
ثبوت پیش کرو بصورت دیگر اپنی اب تک کی گئی تمام
خرافات کو نذر آتش کرتے ہوئے از سر نو اسلام قبول
کر کے خدا تعالیٰ سے سابقہ گناہوں کی معافی طلب
کرو ورنہ توبہ تو وا ہی رہتا ہے ممکن ہے کہ رحمت خدا
وندی تمہیں اپنے دامن میں جگہ دے دے، ورنہ تم
لعنت کے گھڑوں میں تو گر ہی چکے ہو، ہمارا دعویٰ ہے
کہ جمہور اہل سنت میں سے کسی اسے کا بھی کبھی یہ
عقیدہ نہیں رہا کہ **نعوذ باللہ من ذالک**
امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام حکومت کے باغی
تھے اور یزید پلید خلیفہ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ
متقی اور پرہیزگار بھی تھا اور اس کے نام کے ساتھ رضی
اللہ عنہ لگنے کا جواز موجود ہے

بہر حال۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر علمائے اہل سنت سلف و

خلف کی یزید کے بارے میں آراء ہم بالوضاحت آئندہ اوراق میں پیش

کریں گے یہاں یہ بیان کرنے سے سب سے بڑے حربے کی قلعی کھولی جاتی ہے

اور وہ حربہ ہے

حدیث قسطنطنیہ، اسی روایت کی بنا پر ان لوگوں نے یزید کی شان

بیان کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں اور اسی ہتھیار کے ذریعے

ہوئے ہر شان اہل بیت میں طعن و تشنیع کے تیر برسائے ہیں۔

بہر حال حدیث قسطنطنیہ کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

خارجیوں کا سب سے بڑا

حربہ

حدیث قسطنطنیہ

حدیث قسطنطنیہ

حمایت یزید پلید میں خارجیوں کے اسلحہ خانہ میں سب سے بڑا جو حربہ ہے وہ بخاری کی وہ حدیث ہے جس میں قیصر کے شہر یعنی قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والی فوج کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغفور لھم فرمایا۔

خلافت معاویہ و یزید اور رشید ابن رشید میں اس حربہ کو دو صدیوں سے بھی زیادہ بار استعمال کرتے ہوئے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یزید اس فوج میں بحیثیت جرنیل شامل تھا اس لیے وہ مغفور لھم کی بشارت میں شامل ہے۔ اور یہ کہ اس کی مغفرت یقینی ہے۔

بلکہ رشید ابن رشید کے بے وقوف اور جہلا ساز مصنف نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے یزید کو یداللہ جنتی کے لقب سے بھی ملقب کر دیا ہے۔ اور اس یداللہ جنتی کے جملہ کو بھی اس نے بار بار دہرا کر عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔

چونکہ اس احمق الناس نے کسی بھی کتاب کے ماخذ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور محض کتاب خلافت معاویہ و یزید کی تحریروں اور استدلال سے متاثر ہو کر ہی کتاب ترتیب دی ہے۔ اس لیے وہ یقین و اعتماد سے اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ یزید پلید قطعی طور پر جنتی ہے اور بشارت مغفرت کا

مصداق ہے۔

اس مجہول ترین انسان نما حیوان کو یہ تک بھی معلوم نہیں کہ عباسی نے
یہ استدلال پیش کرتے وقت کونسا فراڈ کھیلا ہے اور وہ فریب دیتے وقت
کسقدر مضطرب ہے۔

مثل مشہور ہے! کہ جھوٹ کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی
ہے۔اور جہاں عقل کا سرے سے ہی فقدان ہو وہاں سوائے جہالت کے اور
کیا ہوگا۔

بہر حال ابو ریحانہ سے ہم ابن یزید کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔کا
رنگ تقلیدی طور پر تقلیدی ہے۔اور وہ ان تمام تر روایات کے گرد و پیش سے قطعی
طور پر آشنا اور نا شناسا ہے۔

وہ عباسی کی پیش کردہ ہر روایت کو جوں کا توں قبول کرتے ہوئے
آیات قرآنی سمجھ لیتا ہے۔اور پھر انہیں قطع برید شدہ روایات کا سہارا لیکر اپنی
ذہنی غلاظت کو خلیفہ اور غیر مہذب تحریروں کی صورت میں کاغذوں پر بکھیرتا
چلا جاتا ہے۔

ان حالات میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ابن یزید
بٹ سے قطع نظر کرتے ہوئے عباسی کی ان تحریروں کو سامنے لایا جائے جن
کے بل بوتے پر ابن یزید بٹ اور عباسی کے دیگر متبعین مسلمان ایمان سوز اور
غیر اسلامی پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

چنانچہ پہلے ہم عباسی کی متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی حدیث قسطنطنیہ کی بحث من وعن پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر شارحین حدیث کا تبصرہ پیش کرتے ہوئے عباسی کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کریں گے۔

ملاحظہ ہو!

خارجیوں کا استدلال

اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المومنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش تھا جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

اسی اسلامی فوج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت مغفرت دی تھی۔

صحیح بخاری کی کتاب الجہاد کے باب (ما قیل فی قتال الروم) یعنی رومی عیسائیوں سے جہاد کے ذکر میں فرمایا گیا ہے۔ کی حدیث یہ ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول
جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور
لہم

ترجمہ!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کی پہلی فوج جو (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی ان کے لیے مغفرت ہے۔

(صحیح بخاری جلد اول ص ۴۱۰)

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی نے مدینہ قیصر کی تشریح کی ہے۔ اس سے مُراد روی خصرانیت کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے!

کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویة
معه جماعة من سادات الصحابه کابن عمر و
ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب انصاری
رضی الله عنهم

مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے اول جہاد یزید بن معاویہ نے کیا اور ان کے ساتھ سادات صحابہ مثل ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری کی ایک جماعت تھی۔

(حاشیہ ص ۴۱۰ جلد ۱ صحیح بخاری مطبوعہ مصطفائی دہلی ۱۳۵۷ھ)

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت معاویہ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ ساتھ ہی محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویه
لانه اول غزا البحر و منقبة لولده لانه اول غزا
مدینة قیصر

(حاشیہ بخاری جلد اول ص ۴۱۰)

اس حدیث کے بارے میں محدث المہلب نے فرمایا ہے کہ یہ

حدیث منقبت میں ہے حضرت معاویہ کے کہ جنہوں نے سب سے پہلے
بحری جہاد کیا اور منقبت میں ہے یزید کے کہ انہوں
نے سب سے پہلے مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

حضرت ام حرام زوجہ حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے
جن کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیلولہ فرمایا اور بحالت خواب
حضرت معاویہ کے بحری جہاد، جہاد قسطنطنیہ کی کیفیتوں کا انکشاف ہوا۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا

﴿صحیح بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۱۰﴾

علامہ ابن حجر **قد اوجبوا** کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے

ہیں!

یعنی ان سب غازیوں کے لیے جنت واجب ہوگی۔

ابن تیمیہ نے صحیح بخاری کی حدیث جہاد کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے
اور پہلی (اسلامی) فوج جس نے (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا اس کے سردار امیر
یزید تھے۔ اور لفظ فوج ایک معین تعداد پر مطلق نہیں ہے یعنی اس فوج کے
ہر شخص کا مغفرت میں شامل ہونا قوی تر ہے۔

اسی حدیث (مغفرت) کی ناظر (امیر) یزید نے قسطنطنیہ پر جہاد
کیا۔

﴿منہاج السنہ ص ۲۵۲ جلد ۳﴾

اس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے لیے وجوب مغفرت کی پیشگوئی لبان نبوی سے ہوئی کتاب الجہاد صحیح بخاری و کتاب الجہاد صحیح مسلم پہلا اسلامی جیش حضرت امیر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اسلامی جیش امیر یزید کی سرکردگی میں تھا۔

امیر یزید کی اس فوج میں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا بڑے بڑے صحابہ کرام یعنی حضرت ابو ایوب انصاری (میزبان رسول) نیز حضرت عبید اللہ بن عمر، عبداللہ ابن عباس کے علاوہ ابن زبیر اور حسین بن علی شامل تھے۔

ابن کثیر نے حضرت حسین کی شرکت جہاد قسطنطنیہ اور امیر یزید کے ساتھ اس فوج میں شامل ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

كان الحسين يفد الى معاوية فى كل عام فيعطيه ويكرمه وكان فى الجيش الذين غزو القسطنطينية مع ابن معاوية يزيد

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۱﴾

ترجمہ:

حسینؓ ہر سال معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے کہ وہ ان کو عطیہ اور ان کا اکرام کرتے۔ وہ (حسینؓ) اس فوج میں شامل تھے جس نے امیر معاویہ کے فرزند کے ساتھ قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۲۹ تا ۳۲۴﴾

ان دلائل کے بعد خارجی مصنف ادھر ادھر کی تحریروں سے صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قسطنطنیہ کے جہاد میں سیدنا امام حسین علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اور یہ جنگ یزید پلید کی زیر کمان ہی لڑی گئی تھی۔ نیز یہ کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی یزید نے ہی پڑھایا تھا۔ اور جنازہ کی نماز میں امام حسین علیہ السلام نے یزید کی اقتدا کی تھی۔

عباسی کی چالاکی

ان روایات کو بیان کرتے وقت خارجی مصنف نے ایک تو یہ ہوشیاری دکھائی ہے کہ شارحین حدیث کی عبارت کے محض اتنے ہی ٹکڑے نقل کیے ہیں جن سے اس کی مطلب برآری ہو سکتی تھی اور دوسری چالاکی یہ کی ہے کہ حدیث میں بیان کیے گئے دو مختلف جیش کی بشارتوں کو ایک جگہ جمع کر کے گڈمڈ کر دیا کہ اس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے لیے وجوب جنت اور مغفرت کی پیشگوئی لسان نبوی سے ہوئی پہلا اسلامی جیش امیر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اسلامی جیش امیر یزید کی زیر قیادت تھا۔

اس خطرناک چالاکی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس نے اور اس کے متبعین نے سینکڑوں بار اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ یزید پلید پر حدیث کی رو سے جنت واجب ہو چکی ہے۔ اور یہ کہ وہ قطعی جنتی اور پیدائشی جنتی ہے۔

اس سے بڑھ کر ان کی فریب کاری کی مثال اور کیا پیش کی جا سکتی

ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو واضح طور پر فرما رکھا ہے کہ پہلے اسلامی جیش پر جنت واجب ہے اور دوسرے اسلامی جیش کے لیے وعدۂ مغفرت ہے۔

لیکن تمام مجتہدین نے انتہائی غیر محسوس طریقے سے دونوں لشکروں کی بشارت کو ایک جگہ جمع کرکے یہ باور کرا دیا کہ ان دونوں کے لیے جنت واجب ہے۔ اور وعدۂ مغفرت ہے۔

جیسا کہ آپ سابقہ اوراق میں بھی یزید کی مدح سرائی کے ضمن میں ان کی متعدد تحریریں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ حالانکہ جنت کے واجب ہونے اور اہل مغفرت ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس کی وضاحت آگے آئے گی۔

خطرناک ہے ایمانی

اب آپ ان لوگوں کی ان بے ایمانیوں اور دھوکا بازیوں کے دام تزویر کو دیکھیں جو انہوں نے شارحین حدیث کی عبارت نقل کرتے ہوئے پھیلانے کی کوشش کی ہے۔

چونکہ عباسی نے اپنے استدلال میں بخاری شریف کا حوالہ پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے آپ بخاری کی پوری حدیث اور بخاری کا وہ حاشیہ ہی پورے کا پورا ملاحظہ فرمائیں۔ جس کا کچھ

حصہ نقل کر کے بے ایمانی کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔

بہتر ہے کہ آپ خارجی کی پیش کی گئی عبارت ایک بار پھر پڑھ لیں۔ اور بعد میں پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

کٹی ہوئی عبارت

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں نقل فرمایا ہے کہ یہ حدیث معاویہ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ ساتھ ہی محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة

لمعاویه لانه اول غزا البحر ومنقبة لولده لانه

اول غزا مدینة قیصر

﴿حاشیہ بخاری ۱/۴۱۰ خلافت معاویہ و یزید ص ۳۰﴾

پوری عبارت

خارجی مصنف نے لوگوں پر رعب جمانے کے لیے حدیث نقل کرنے کے بعد یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ یہ بخاری شریف فلاں مطبع میں فلاں سن کی مطبوعہ ہے۔ لیکن اس کی اصل عبارت ہضم کرتے ہوئے ڈکار تک نہیں لی ہے۔ ملاحظہ ہو ! حدیث بخاری اور حاشیہ بخاری ؎

حدیث قسطنطنیہ

محدثین کی نظر میں

بخاری کی حدیث

حدثنا اسحق بن یزید الدمشقی حدثنا

یحییٰ بن حمزہ حدثنی ثور بن یزید عن خالد

بن معدان عن عمیر بن الاسود الانسی حدثہ

انہ اتی عبادہ بن الصامت وھو نازل فی ساحل

حمص وھو فی بناء لہ ومعہ ام حرام

قال عمیر محدثتنا ام حرام انہا سمعت

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اول

جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبو قالت

ام حرام

قلت یا رسول اللہ انا فیہم قال انت

فیہم قالت ثم قال النبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم اول یغزو امتی مدینۃ قیصر مغفور

لہم فقلت انا فیہم یا رسول اللہ قال لا

(بخاری ص ۴۰۹، ۱۴۱۰ قدیمی اصح المطابع وحلی)

ترجمہ حدیث

راوی اسحٰق بن یزید دمشقی ، یحییٰ بن حمزہ ثوری ، خالد بن معدان ، عمیر بن اسود عنسی سے روایت کرتے ہیں ، کہ عبادہ بن صامت ساحل حمص پر اترے اور وہ ان کے خیمہ میں تھا اور ان کے ساتھ ام حرام تھیں۔

حضرت عمیر فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ سمندر میں جنگ کریں گے ان کے لیے جنت واجب ہے۔

ام حرام فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں انھیں میں ہوں؟

آپ نے فرمایا انھیں میں ہو۔

ام حرام فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے شہر پر جہاد کریں گے ان کے لیے مغفرت ہے۔

میں نے عرض کی ان لوگوں میں میں ہوں؟

آپ نے فرمایا نہیں

حاشیہ بخاری

قولہ قد اوجبوا الفعلوا وجبت لھم یہ

النجمة قوله مدينة قيصر الى ملك الروم قال
قسطلاني كان اول من غزا مدينة قيصر يزيد
بن معاوية وجماعة من سادات الصحابه كا
بن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابي ايوب
الانصاري و توفي بها ابو ايوب سنة و خمسين
من الهجرة
انتهى كذا قاله في الخير الباري وفي
الفتح قال المهلب في هذا الحديث منقبت
لسفرية لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده
لانه اول من غزا مدينة قيصر و تعقبه ابن التين
و ابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من قوله
في ذلك الجيش ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا
يختلف اهل العلم ان قول صلى الله عليه
وآله وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من
اهل السفرة حتى لو ارتد احد ممن غزا بعد
ذالك لم يدخل في ذلك العموم اتفاقا فدل
على ان المراد مغفور لمن وجد منه شرط المغفرة
فيه منهم

فتح الباری جلد ۱ ص ۴۱۰

ترجمہ حاشیہ بخاری

قد اوجبوا ... یعنی ان کے لیے جنت واجب ہے مدینہ قیصر یعنی

ملک روم ؟

قسطلانی فرماتے ہیں !

کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید بن معاویہ نے

جہاد کیا۔ اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کی جماعت تھی جیسا کہ ابن عمر ابن

عباس ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین اور ابو ایوب

انصاری رضی اللہ عنہ ۵۲ھ ہجری میں وہیں انتقال فرما گئے۔

خیر الباری اور فتح البخاری میں ہے کہ مہلب نے کہا اس حدیث میں

معاویہ کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بحری لڑائی کی اور اس کے بیٹے کی

منقبت ہے کہ اس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی۔

اور تعاقب کیا ابن مہلب کا ابن تمین اور ابن منیر نے کہ عموم میں

داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج نہیں ہو۔

سکے۔

کیونکہ اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا فرمان مشروط ہے کہ وہ لشکر اہل مغفرت سے ہوگا حتی کہ ان میں

سے کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس (بشارت) کے عموم میں ہرگز داخل نہیں

پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لہم کی بشارت انہیں کے لیے

ہے جن میں شروط مغفرت پائی جائے۔

یہ فریب کار

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ غازی صاحبی نے کس طریقے سے اپنی مطلب براری کے لیے مطلب کا ایک ٹکڑا نقل کر کے دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اور کس جرأت و دلیری اور چابکدستی اور سینہ زوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کتاب کا نام صفحے اور طبع ہونے کے مقام تک کا نام لکھ دیا۔

یہ لوگ ایسی حرکات محض اس وجہ سے بڑے دھڑلے سے کر گزرتے ہوں کہ جن لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے وہ اصل کتاب دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

انہیں تو بس اردو نثر میں چٹ پٹی اور فصیح تحریر اور سجے دار الفاظ کی ضرورت ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ زلفِ محبوب کی طرح یہ پُر پیچ تحریریں ان کے ایمان و یقین کی راہوں میں بھی پیچ و خم پیدا کر دیں گی۔

شوخی تحریر کے یہ پیچ و خم
ہیں بھیانک راستے منزل نہیں

اور انہیں یہ تک محسوس نہیں ہوتا کہ یہ حسین و دلکش انداز تحریر ان کے حسنِ عقیدت و محبت کو قبادت و گمراہیت میں تبدیل کر کے رکھ دے گا۔

وہ سمجھتے ہیں کہ جب اتنے بڑے محدثین و محققین نے اسی راستہ کو

پسند کیا تو ہم کیوں محروم رہیں۔

مگر انہیں کیا معلوم کہ محدثین و محققین کے ساتھ ان کے ساتھ ایسا

فراڈ کیا جا رہا ہے جو انہیں دولت ایمان سے ہی محروم کر کے رکھ دے گا۔

کون جانے پردہ تحقیق میں
ہو رہی تکذیب ہے اسلام کی

خارجی عباسی نے بخاری کے حاشیہ پر دیا گیا ہے امام قسطلانی شارح
بخاری کا ایک مختصر قول نقل کر دیا گیا مگر یہ ہضم نہ گوارا نہ کیا کہ امام قسطلانی نے
اس حدیث کی پوری پوری شرح کس طرح بیان کی ہے۔

آپ نے اس اس حدیث کی طویل ترین شرح فرمانے کے بعد آخر

پر لکھا ہے :

کہ ہم یزید کے متعلق ہرگز توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان پر
شک کرتے ہیں۔ اس پر مع اس کے اعوان و انصار کے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ
اللہ علیہ وعلیٰ انصارہ وعلیٰ اعوانہ

﴿ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۵ ص ۸۵ قسطلانی﴾

علامہ قسطلانی کی پوری عبارت ہم آٹھ واوراق میں پیش کرآئے ہیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ ان دین کے ڈاکوؤں کے اپنے ایمان کا کیا حال ہے جو اپنے ساتھ دوسروں کے ایمان کا جنازہ نکال رہے ہیں۔

ان کا طریقۂ واردات

عظیم ترین جہالت اور سب سے بڑی حماقت ان دریدہ دہنوں کی تحقیق اور ریسرچ کے نام پر یہ ہے کہ ان کی نظر میں تمام مفسرین و محدثین اور تمام مؤرخین و محققین رافضی اور غالی شیعہ ہیں۔

تحریر خیر ان کا یہ طریقہ واردات ہے کہ جب کسی عظیم المرتبت ہستی کی عبارت کو قطع برید کر کے کوئی ایک آدھ جملہ اڑا لیتا ہے تو اسے محقق بھی مان لیتے ہیں اور محدث بھی، امام بھی کہہ لیتے ہیں اور علامہ بھی۔

مگر جب

اس کی پوری عبارت عبارت سے واسطہ پڑتا ہے تو اسے اسی لمحہ غالی رافضی وغیرہ قرار دے دیتے ہیں۔ اور ایسی شرمناک واردا تیں انہوں نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ کی ہوئی ہیں۔ جن کی حسد و جلنگیاں ہم بھی کسی مقام پہ پیش کریں گے۔

ترانے ہا چکے فرضی فسانے
حقیقت اب تخیلی بار ہو گی

بہر حال ہم اب اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور یزید لعین کے مغفور لھم کی بشارت میں شامل نہ ہو سکنے کے متعلق بخاری شریف کی اس حدیث کے بارے میں بخاری شریف کی اعظم شروح کی عبارت پیش کرتے ہیں

سب سے پہلے آپ عمدۃ القاری شرح بخاری المعروف بعینی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ پیش خدمت ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری

امام بدر الدین عینی

قوله قد اوجبوا قال بعضهم اى وجبت لهم الجنة

قلت ! هذا الكلام لا تقضى هذا المعنى وانما معناه اوجبوا استحقاق الجنة وقال الكرمانى قوله اوجبوا اى صحبة لا تقسيم

قوله اول جيش من امتى يغزون مدينة قيصر اراد بها القسطنطنيه كما ذكرنا و ذكران يزيد بن معاوية غزا البلاد الروم حتى بلغ قسطنطنيه ومعه جماعة من سادات الصحابه منهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابو ايوب الانصارى و كانت وفاة ابى

ايوب الانصارى هناك قريبا من
سور القسطنطنيه فى سنة اثنتين وخمسين و
قال صاحب الاغانى والاصح ان يزيد ابن معاويه
غزا القسطنطنيه فى اثنتين وخمسين وقيل
سير معاويه جيشا كثيفا مع سفيان بن عوف
الى القسطنطنيه فارغلوا فى بلاد الروم وكان
فى ذلك الجيش ابن عباس وابن عمر وابن ا
لزبير وابو ايوب الانصارى وتوفى ابو ايوب
الانصارى فى موت المضار
قلت الاظهر ان هؤلاء السادات من
الصحابه كانوا مع سفيان غزا ولم يكونوا مع
يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هو
لاء السادات فى خدمته وقال المهلب فى هذا
الحديث منقبت لمعاوية كانوا اول من غزا
البحر ومنقبة لولده يزيد لانه اول من غزا
مدينة قيصر التى
قلت اى منقبة كانت ليزيد وحاله
مشهور (فان قلت) قال صلى الله عليه وآله
وسلم فى حق هذا الجيش مغفور لهم قلت قيل
لا يلزم من دخوله فى ذلك العموم ان لا يخرج
بدليل خاص اذلا يختلف اهل العلم ان قوله
صلى الله عليه وآله وسلم مغفور لهم مشروط

بان یکونوا من اھل المغفرۃ حتی لو ارتکبوا احد
من غزاھا بعد ذلک لم یدخل فی ذلک
العموم فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد
شرط المغفرۃ فی حقھم

﴿عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۴ ص ۱۹۱﴾

ترجمہ

قد اوجبوا کے قول پر بعض نے کہا کہ ان کے لیے جنت واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام ان معنوں کا مقتضی نہیں بلکہ اس کا معنی استحقاق جنت کا وجوب ہے۔ اور کرمانی نے فرمایا کہ ان کی جانوں سے محبت واجب ہے۔

حدیث کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے قسطنطنیہ جیسا کہ ذکر کیا اور یزید کا ذکر کیا اور یزید کا ذکر کہ وہ بلاد روم میں جنگ کرتا رہا حتی کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرام کی جماعت تھی جن میں ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین تھے اور وہیں پر ۵۲ ہجری میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔

اور روایت ہے کہ معاویہ نے قسطنطنیہ میں سفیان ابن عوف کی معیت میں لشکر بھیجا تھا جو کہ بلاد روم میں داخل ہوا اور اس مہم میں ہی ابن

عباس ، ابن عمر ، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری تھے۔

اور محاصرہ کے دوران ہی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور دیوار قسطنطنیہ کے قریب اُن کی قبر بنی۔ اور اُن کے وسیلے سے لوگ قحط کے وقت دعائیں مانگتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں!

کہ یہ سادات صحابہ کرام سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے زیر کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ یہ بزرگ صحابہ اس کے ماتحت ہوں۔

اور اس حدیث میں مہلب کا یہ قول کہ اس میں معاویہ کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بحری جنگ لڑی اور اس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں یزید کی کونسی منقبت ہے۔ جبکہ اس کا حال مشہور ہے۔

اگر تو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جیش کے لئے مغفور لھم فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم ہم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس میں اہل علم کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مغفور لھم مشروط ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہو۔

حتی کہ کوئی ان نمازیوں میں سے اس کے بعد ارتداد کرے تو وہ اس عموم میں داخل نہ ہوگا۔

پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے۔

فتح الباری شرح بخاری

ابن حجر عسقلانی

(یغزون مدینة قیصر) یعنی القسطنطینیه. قال المهلب فی هذه الحدیث منقبة لمعاویة انه اول من غزا البحر و منقبة لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر و تعقبه ابن التین و ابن المنیر بما حاصله: انه لا یلزم من دخوله ذلک العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله صلی الله علیه و آله وسلم مغفور لهم مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتدوا حتی من غزاها ثانیا لم یدخل فی ذالک العموم اتفاقا فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فیه و منهم

(فتح الباری شرح بخاری جلد ششم ص ۱۰۲)

مدینۂ قیصر پر غزوہ

یحیٰی قسطنطنیہ پر حج صائفی۔ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں معاویہ کی منقبت ہے کیونکہ اس نے پہلی بار بحری جنگ لڑی اور اس کے لیے کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بار قسطنطنیہ پر حج صائفی کی۔

اور تعاقب کیا مہلب کا ابن بطال اور ابن منیر نے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جا سکے۔

جبکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مغفور لھم مشروط ہے (اہل مغفرت سے)

حتی کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ متفق علیہ اس عموم سے خارج ہے۔ پس یہ دلیل ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے۔

یزید کے حدیث قسطنطنیہ کے اخراج کی روایت عباسی خلافت کے غزو دیلم کی اور شیخ الاسلام کی کتاب فتح الباری شرح بخاری سے نقل کی ہے۔

اب کوئی ان نواصب خوارج سے پوچھے کہ تم محدثین کرام و شیخ الاسلام بھی تسلیم کرتے ہو اور ان کی تحقیق کو بھی قبیح کرتے ہو۔

تحقیق تو یہ ہے کہ انہوں نے اس شخص کا قول بھی نقل کر دیا کہ جس نے یزید والی حدیث کے مطابق مغفور کہا اور ان محدثین کا قول بھی نقل کر

جنہوں نے پہلے قول کی تردید کی تھی۔

اور یہ تردید کرنے والے گفتہ شہ ابن تین اور ابن منیر وہ لوگ ہیں

جنہیں جرأت کے ساتھ سن رجال میں شمار کیا جاتا ہے۔

کیا وہ ہماری تحریر یزید کو ہر قیمت پر فرشتہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے

دل یہ کہتے ہیں کہ الا ویت رسول کو تم زیادہ سمجھتے ہو یہ وہ محدثین کرام ہیں جو

سمجھتے تھے جنہوں نے اس حدیث کی شرحیں لکھیں۔ مگر تم کیا جواب دو گے

تمہارے پاس سوائے کفر فریب کے رکھا ہی کیا ہے۔

بہر حال قارئین مزید حوالے دیکھیں۔

قسطلانی شرح بخاری

وکان اول من غزا الی مدینة قیصر

یزید بن معاویة ومع جماعة من سادات

الصحابه ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر و

ابی ایوب الانصاری و توفی بها سنة اثنین و

خمسین من الهجره

استدل بها علی ثبوت خلافة یزید و انه

من اهل الجنة لم قوله فی عموم قوله (مغفور

لهم) و اجیب بان هذا جار علی طریق الصحة

لبقی امیة ولا یلزم من حصوله فی ذالک

العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا خلاف

ان قوله علیه السلام مغفور لهم مشروط بکونه

من اهل المغفرة حتی لو ارتد واحد منہم عزاها
بعد ذالک لم یدخل فی ذالک العموم اتفاقا

﴿قسطلانی فی شرح بخاری جلد پنجم ص ۱۲۴ مطبوعہ مصر﴾

ترجمہ اور جو شہر قیصر قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہوا وہ جیش تھا جس کے ساتھ سادات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گروہ تھا۔ جس میں ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری کے اور موخر الذکر نے ۵۲ ہجری میں وہیں انتقال فرمایا۔

اس سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ وہ مغفور لھم کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مہلب نے یہ بات اس لیے کہی کہ حمایت کی وجہ سے کی ہے۔ اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دلیل خاص سے بھی اس سے خارج نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ اس پر اتفاق کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مغفور لھم مشروط ہے۔

اس شرط کے تحت وہ لوگ مغفرت کے اہل ہو گئے تھے کہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد مرتد ہو جائے تو بالاتفاق اس بشارت سے خارج ہے۔

مغفور یا مقہور

اس حدیث کے متعلق دیگر شارحین بخاری نے بھی یہی سب کچھ لکھا

ہے۔ جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس لیے باقی عبارات کو کسی دوسرے موقعہ کے

لیے محفوظ رکھتے ہوئے ہم اخلاف یزید پلید سے یہ سوال کرتے ہیں کہ یزید

مغفور تھا یا متصور۔

مومن تھا یا مرتد۔

جنتی تھا یا جھنمی!

اور اس بات کا جواب تمہیں انہیں عبارتوں سے پیش کرنا ہوگا جن کا

ایک حصہ کاٹ کر تم نقل کر دیتے ہو۔ اور باقی پوری عبارت بغیر ڈکار لیے ہضم

کر جاتے ہو۔

تم نے بخاری کی حدیث بھی نقل کر دی اور مہلب کا قول بھی انہی

شارحین سے نقل کر دیا جن کی پوری عبارات ہم نقل کر چکے ہیں۔

مگر تم نے یہ نہ سوچا کہ اگر اس حدیث پر زور دیا گیا تو یزید پلید

فاسق و فاجر سے بڑھ کر مرتد بھی ثابت ہو جائے گا۔

ناجائز حمایت

محدثین کرام نے اس عبارت میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مہلب کا قول

یزید کی ناجائز حمایت کا پیش خیمہ ہے۔ اور یزید ہرگز اس عموم میں داخل

نہیں، بلکہ مغفور لھم کا قول قابل مغفرت ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ گویا

یزید ہرگز قابل مغفرت نہیں اور وہ اس عموم سے خارج ہے۔

اور پھر دوسری بات جو محدثین نے واضح کی ہے وہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد ارتداد نہ کرنے والا شخص ہی قابلِ مغفرت ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کو محدثین کا اس عموم سے خارج کرنا اس کے مرتد ہونے کی دلیل ہے۔

تعجب کی بات

کتنے تعجب کی بات ہے کہ مسلّمہ محدثین کرام تو یزید کو اس حدیث کا روسے مغفور اور مغفور ثابت کرتے ہیں اور نام نہاد محققین اس کے مغفور ہونے پر استدلال قائم کرتے ہیں۔

جہادِ قسطنطنیہ

مورخین کی نظر میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کو یہ بھی بتادیا جائے کہ یزید پلید کا اس جنگ میں جانا کس نوعیت کا حامل ہے۔ اس کے لیے ہمارے پاس متعدد کتب تواریخ کا ذخیرہ موجود ہے۔ مگر ہم مضمون کی طوالت سے گریز کرتے ہوئے صرف دو حوالے نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

چونکہ ہمیں معلوم ہے خارجی ٹولہ جناب محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ طبری تو کیا ان کے نام سے ہی الرجک ہے اس لیے ہم نے پہلے بھی کوشش کی ہے کہ تاریخ طبری سے استدلال نہ قائم کیا جائے۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ پوری کوشش کریں گے کہ بغیر انتہائی ضرورت کے طبری کا حوالہ نہ دیا جائے۔

چنانچہ ہم تاریخ کی مسلمہ کتابوں تاریخ کامل اور تاریخ ابن خلدون کی دو عبارات نقل کرتے ہیں جو انہوں نے یزید اور جہاز قسطنطنیہ کے متعلق بیان کی ہیں۔

تاریخ کامل ابن اثیر

وقیل سنة خمسین سیر معاویة جیشا کثیفا
الی بلاد الروم للغزاة وجعل علیهم سفیان ابن
عوف و امر بنه یزید با لغزاة معهم فتثاقل و
اعتتل فامسک عنه ابوه فاصاب الناس فی
غزاتهم جوع و مرض شدید فانشاء یزید یقول
ما ان ابالی بما لاقت جموعهم

بالفرقدة من حمى ومن حوم
اذا انكسات على الانهاط مرتفعا
يدير مران عندى أم كلثوم
ام كلثوم امرءاة وهى ابنة عبد الله بن
عامر فبلغ معاوية شعره فاقسم عليه يلحق
بسفيان فى ارض الروم ليصيبه ما اصاب
الناس

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ص ۱۹۶ ج ۱۹۷﴾

اور ۵۰ھ میں معاویہ نے ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف سفیان
ابن عوف کی قیادت میں روانہ کیا اور اپنے بیٹے یزید کو اس لشکر میں شامل
ہونے کا حکم دیا تو یزید حیلے بہانے بنا کر بیٹھ رہا۔
اس کے حیلوں بہانوں میں آ کر دبیر معاویہ نے اُسے چھٹی دے
دی۔
(خدا کی قدرت) کہ وہ لشکر اہلاً کا شکار ہو گیا اور اسے بیماری اور قحط
نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔
یزید کو پتہ چلا تو وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

مجھے ہرگز اس کی پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر مقام فروقدانہ پر بخار
اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں۔ جبکہ میں نے دیر مران میں اونچے تخت پر
تکیہ لگایا ہوا ہے۔ اور ام کلثوم میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔

ام کلثوم عبداللہ بن عامر کی لڑکی اور یزید کی بیوی کا نام ہے۔

امیر معاویہ نے یہ شعر سنے تو قسم کھالی کہ اب میں یزید کو سفیان بن عوف کے پاس ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی ان مصیبتوں کا حصہ ملے جو اسلامی لشکر پر نازل ہوئی ہیں۔

یہ ہے جذبۂ جہاد

عنقریب ہم اس سے ملتی جلتی عبارت تاریخ ابن خلدون سے بھی پیش کریں گے۔ تاہم قارئین پر اس قدر تو واضح ہو ہی چکا ہے۔ کہ یزید پلید میں کس قدر جذبۂ جہاد تھا اور صحابہ کا یہ امام اور امیر کس قدر شوقِ جہاد میں سرشار تھا۔

خواریان یزید کو شرم آنا چاہیے کہ وہ کس بدنصیب اور بدبخت کی وکالت کر کے اپنے ایمانوں کو برباد کر رہے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اکاذیب و اباطیل کے پلندے جمع کرنا ان کے لیے جہنم کی آگ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

کیا مجاہدین اسلام کی صف میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے جو جہاد کا نام سن کر بھاگنے کے تراشے شروع کر دیں؟

کیا یہ غازیان اسلام کی شان ہے کہ اسلامی جیوش آزمائش و ابتلا کے دور سے گزر رہے ہوں اور ان کا یہاں تمسخر اڑایا جائے کہ مجھے ان

مصیبتوں کی کچھ پرواہ نہیں ،، میں نے اُسے اُونچے مقام پر مسند آرا رکھی ہے۔ اور میری بیوی میری گود میں ہے۔

بے وقوف ! مجاہد تو وہ تھا کہ جس کے بیٹے کو قتل کرنے کے لیے یزید نے مدینہ منورہ پر فوج کشی کی۔

چندہ جہاد تو اس کا نام ہے کہ صدائے جہاد سنتے ہی تمام خواہشات کو ترک کر کے میدان جہاد میں آجائے اور پھر فصل دینے کے لیے ملائکہ کی صف آجائے ،، اور یہ فصیل ملائکہ کے نام سے مشہور ہو۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تم ایسے بدبخت کو مجاہد اعظم اور صحابہ کا سپہ سالار ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو جو مجاہدین پر آنے والی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے اور اس جہاد میں شامل نہ ہونے پر فخر کرتا ہے تم اُسی کے لیے مغفور لھم کا قول ثابت کر رہے ہو۔

اور پھر اُس کا باپ محض اُس کا تنا خرقہ توڑنے کے لیے زبردستی اُسے اُس فوج میں شامل ہونے کے لیے دھکیل کر بھیجتا ہے جو جہاد پر روانہ ہو چکی تھی اور مصیبت جھیل چکی تھی۔

تعجب ہے کہ تم اُسے لشکر کا سپہ سالار بھی ثابت کر رہے ہو جو سفیان بن عوف کی زیر کمان پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ اور اُن کی تصدیق بخاری شارح بخاری علامہ عینی کی عبارت سے ہوتی ہے۔ کہ قسطنطنیہ پر پہلی بار جہاد کرنے والے لشکر کے سپہ سالار سفیان بن عوف ہی تھے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ

جلیل القدر صحابہ کا امیر یزید جیسے کھلنڈرے کو بنایا جانا۔

تاریخ ابن خلدون اور جہاد قسطنطنیہ

اب آپ تاریخ ابن خلدون سے بھی اس واقعہ کی حقیقت ملاحظہ فرمالیں۔ پھر باقی بحث پیش کی جائیگی۔

امیر معاویہ نے ۵۰ھ میں ایک بہت بڑا لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں بلاد روم کی طرف روانہ کیا۔ اور اپنے لڑکے یزید کو ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا لیکن یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کر لی۔ اس پر امیر معاویہ نے اس کی روانگی ملتوی کر دی۔

اتفاق سے مجاہدین کو اس جنگ میں اکثر مصائب کا سامنا ہوا۔ غلے کی کمی اور مرض کی زیادتی سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ یزید کو خبر ہوئی تو دو بے ساختہ اشعار ذیل پڑھنے لگا۔

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم
بالشرقدة من حمی ومن سوم
اذا اتکئت علی الانماط مرتفقاً
بدیر مران عندی ام کلثوم

یعنی!

مجھ کو اس کی پرواہ نہیں کہ لشکر اسلام کو فروقدہ میں بخار اور بدہضمی کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ میں نے بلند

ہو کر (دیر مران میں) رنگ برنگ قالینوں پر بیٹھے لگایا

ہوا ہے۔ اور ام کلثوم میرے پاس ہے۔

امیر معاویہ کے کانوں میں ان اشعار کی آواز پہنچی تو یزید کو جہاز پر

بھیجنے کی قسم کھالی۔ چنانچہ یزید کو ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ جس میں ابن

عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری بھی تھے روانہ کیا۔

مجاہدین نے میدان جنگ میں پہنچ کر نہایت تیزی اور سختی سے

جنگ شروع کی اور لڑتے بھڑتے قسطنطنیہ تک پہنچے۔ رومیوں نے قسطنطنیہ کی

دیوار کے نیچے معرکہ آرائی کی۔ ان ہی معرکوں میں ابوایوب انصاری شہید ہو

گئے اور قسطنطنیہ کی شہر پناہ کی دیوار کے نیچے مدفون ہوئے۔

تاریخ ابن خلدون کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

بعث امیر معاویة سنة خمسین جیشا

کثیفا الی بلاد الروم مع سفیان بن عوف و

ندب یزید ابنه معهم فتثاقل فتر که ثم بلغ

الناس ان الشتاء اصابهم جوع و مرض و بلغ

معاویة ان یزید اشتد فی ذالک

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم

بالسفر قدنة من حمی و من حوم

اذا اتکات علی الاعداء مرتفقاً

بنیسر ان عدی ام کلثوم

فحلف ليلتين بهم فارقى جمع كثير جمعهم
اليه معارية فيهم ابن عباس وابن عمر وابن
الزبير وابو ايوب الانصارى وناس قريب من
سوحها ورجع يزيد والعساكر الى الشام

﴿تاریخ ابن خلدون عربی جلد سوم ص ۱۰﴾

تاریخ ابن خلدون کا واضح ترین بیان پیش کر دینے کے بعد اب ہم خارجیوں کے استدلال کو باطل قرار دینے کے لیے چند اصولی باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

چند اصولی باتیں

اول ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ والی روایت راویوں کے اعتبار سے محل نظر ہے۔ اور اگر یہ روایت بجائے بخاری کے حدیث کی کسی اور کتاب میں ہوتی تو اس پر جرح کے انبار لگ گئے ہوتے۔

دوم ۔ بنا بر صدق روایت اگر یزید پلید اس جنگ میں بر ضاء و رغبت بھی حصہ لیتا اور اس لشکر کا سپہ سالار بھی ہوتا تو جب بھی اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے وہ بیداغ جنتی ثابت کیا جا سکے۔

اور مغفور لھم کا جملہ کسی شخص کے لیے قطعی جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں۔ جیسا کہ اصحاب عشرہ مبشرہ کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت سرکار دو

عالم نے دے رکھی ہے۔

اور نہ ہی مغفور لھم کا جملہ اصحاب بدر کی طرح جو چاہو کرو کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پاکیزگی فطرت کے پیش نظر جو چاہو کرو کی اجازت دے رکھی تھی۔

بلکہ مغفور لھم کا فرمان قد اوجبوا کی بھی وسعت نہیں رکھتا۔ اور اگر ہر دو لشکروں کا معاملہ ایک سا ہوتا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز دونوں کو علیحدہ نہ کرتے۔ بلکہ دونوں کے لیے ہی واجب ہونے کا ارشاد فرماتے۔

اگرچہ محدثین نے قد اوجبوا سے جنت کے علاوہ اور کچھ واجب ہونا بھی مراد لیا ہے۔

سوم ۔ اگر مغفور لھم کا مطلب پیدائشی جنتی ہے تو ہر حاجی کو پیدائشی جنتی قرار دینا ہوگا چاہے وہ حج کے بعد کسی کو قتل کرتا پھرے۔ اور خواہ اسلام سے ہی نکل جائے۔ کیونکہ حجاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے وعدہ مغفرت فرما رکھا ہے۔

چہارم ۔ اگر مغفور لھم سے پیدائشی جنتی مراد لیا جائے تو ہر اس شخص کو پیدائشی جنتی کہنا ہوگا جو رمضان المبارک میں معتکف ہوتا ہے۔ خواہ وہ اخلاق کے بجائے کباڑ کرتا پھرے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہر اکتفاف کرنے والے کے لیے ہے

جملہ مغفور لھم اور اس کا واحد غفرلہ موجود ہے۔

پنجم ۔ یہ کہ جس انداز سے یزید کو جھلیل کر میدان جہاد میں بھیجا

گیا ہے اس سے ہرگز وہ مغفور لھم کا مصداق قرار نہیں پاتا کیونکہ یہ

یزید کا جہاد نہیں تھا بلکہ امیر معاویہ کی قسم پوری کی گئی تھی۔ اس لئے کہ جب

تک کوئی شخص خود جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر میدان جنگ میں نہ جائے

مجاھدین کی صف میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ورنہ منافقین مدینہ بھی تلواریں اٹھا کر

اسلامی لشکر کے دوش بدوش میدان کارزار میں پہنچ جاتے تھے۔ مگر ان کی

اسلام کی طرف سے لڑائی کو بھی جہاد کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ یزید نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ منافقوں کی

طرح پنجابی محاورے کے مطابق

"جد حیاں لاہور ویکھیا"

ششم ۔ یہ کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ یزید اس وقت بہادر دیندار

متقی اور پرہیزگار تھا اور جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا

اور وہ اس وقت جلیل القدر صحابہ کا سپہ سالار بھی تھا تو جب بھی اس کے بعد

کے کرتوت اسے داخل جہنم کرنے کیلئے کافی ہیں۔

اور اس پر مورخین کا ہی نہیں بلکہ محدثین کا بھی اجماع ہے۔ جس

کے بیشمار ثبوت آسمان و اوراق میں بھی پیش ہو چکے۔

ان ضروری وضاحتوں کے بعد ہم نہایت اختصار کے ساتھ اس حدیث کے راویوں کا تعارف پیش کرتے ہیں اور چند ایک ضروری حوالہ جات نقل کرنے کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

حدیث قسطنطنیہ کے راوی

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی، حدثنا یحییٰ بن حمزۃ حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن عمیر بن الاسود العنسی

(بخاری جلد اوّل ۱ ص ۴۰۹)

یعنی ۱۔ اسحٰق بن یزید دمشقی ، ۲۔ یحییٰ بن حمزہ ، ۳۔ ثور بن زید ، ۴۔ خالد بن معدان ، ۵۔ عمیر بن اسود عنسی۔

ان پانچوں بزرگوں کا تعارف بخاری ہی میں اسماء الرجال کے تحت اس طرح ہے۔

۱۔ اسحٰق بن یزید بن ابراہیم ،، یہ دمشقی ہیں۔ جیسا کہ متن میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔

۲۔ یحییٰ بن حمزہ بن واقد ابو عبدالرحمٰن دمشقی ،، یعنی یہ بزرگ بھی دمشق ہی کے رہنے والے ہیں۔

۳۔ ثور بن یزید الحمصی ،، یہ بزرگ حمص کے رہنے والے ہیں۔

۴۔ خالد ابن معدان الکلاعی

۵۔ عمیر بن الاسود العنسی

پہلے دونوں بزرگ دمشق کے رہنے والے ہیں۔ اور تیسرے بزرگ حمص کے ساکن ہیں۔

قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جس طرح عراق میں روایات کا ایک کارخانہ تھا اسی طرح دمشق و حمص میں بھی ایسے ہی کارخانے معرض وجود میں آ چکے تھے۔

چونکہ یہ مضمون ہمارا مضمون نہیں اس لیے ہم اسے چھیڑنا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ تاہم مندرجہ بالا بزرگوں کا تعارف تعدیل و جرح رجال کی کتب سے پیش خدمت ہے۔

پہلے بزرگ اسحٰق بن یزید دمشقی کے متعلق مشہور محدث ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ کہ ان سے میرے باپ نے روایت لکھی اور میں نے ابوزرعہ سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے اس کا زمانہ پایا مگر اس سے روایت نہیں لکھی۔

قال ابن ابی حاتم کتب عنہ ابی وسمعت ابا زرعۃ یقول اور کتاہ ولم

یکتب عنہ

(میزان الاعتدال ، تہذیب التہذیب)

دوسرے راوی یحییٰ بن حمزہ کے متعلق محدثین لکھتے ہیں۔ کہ ان پر

قدریہ فرقہ سے تعلق رکھنے کا الزام ہے۔ اور ابن معین کہتے ہیں کہ وہ قدری

تھے۔

کان یرمی بالقدر روی عن ابن معین انہ کان قدریا

(میزان الاعتدال ، تہذیب التہذیب)

تیسرے راوی ثور بن یزید حمصی کے متعلق محدثین لکھتے ہیں کہ یہ

قدری مذہب رکھتا تھا۔ اس کا دادا جنگ صفین میں قتل ہوا اور وہ امیر معاویہ

کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ثور بن یزید حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص

کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا ہو۔ اور اس کو قدریہ مذہب

رکھنے کی بناء پر اہل حمص نے شہر سے نکال دیا تھا۔

یقال انہ قدریا وکان جدہ قتل یوم صفین مع معاویۃ وکان ثور لا یحب

ذکر علیا قال لا احب رجلا قتل جدی فنفاہ اہل حمص لکونہ قدریا

تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۴۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف ۔ تقریب التہذیب

جلد ۱ ص ۱۴۷

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ثور قدریہ عقائد رکھتا تھا اس لیے شیخ

بدر کیا گیا اور اس کا گھر جلا دیا گیا اور اس سے قدری ہونے سے رجوع کیا گیا۔

قال احمد بن حنبل کان ثور یری القدر وکان اصل امرہ انہ خرج وہو

اجیر فاوادہ

میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۸۴ ذہبی ۔ الکشاف

منظوم ملصر جلد ۲ ص ۱۷۵

بغض حضرت علی کا اقرار کرنے والا راوی

اگرچہ چوتھے راوی خالد بن مدان کے متعلق بھی محدثین کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ وہ مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

محترم قارئین اہم مضمون کو زیادہ پھیلاؤ سے بچانے کے لیے انہیں بھی قلم انداز کرتے ہیں اور پہلے دونوں شامی دو مشرقی بزرگوں کو بھی باوجود قدری وغیرہ ہونے کے نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف تیسرے راوی جناب ثور کے متعلق ضرور سوال کریں گے کہ کیا صرف اس ایک راوی کی وجہ سے قصر روایت زمین بوس ہو سکتا ہے یا نہیں جبکہ وہ قدری ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن علی بھی ہے اور خود اقرار کر رہا ہے کہ میں علی کو دوست نہیں رکھتا، حالانکہ صحیح روایت کے مطابق علی کا دوست ہونا ہی مومن کی نشانی ہے اور علی سے محبت نہ رکھنا ہی منافق ہونے کی دلیل ہے۔

غالبیوں کے مطابق تو یہ راوی ناصبی ثقہ ہوگا مگر اصل سنت کے مطابق وہ دشمن علی اور قدریہ مذہب کا پیروکس طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہے جبکہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے لیکر ہوائیے کا نمک خوار بھی ہو؟

اگر یہ درست ہے کہ شیعان علی کی دو روایات ناقابل اعتماد تھیں جو دو اہلبیت کی شان میں بیان کریں تو پھر شیعان ہوائیے کی دو روایت کس طرح

قابل اعتماد ہو سکتی ہے جس سے جوانیہ کے کسی فرد کی شان کا کوئی پہلو [illegible]

ہو۔

حدیث تحقیق کے متعلق اس وضاحتی نوٹ کے بعد ہم ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں لفظ مغفور کا مفہوم موجود ہے مگر قطعی جنتی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

غفرلہ کی بشارت

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یقم لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۷۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ایمان کی حالت میں لیلۃ القدر میں بیدار رہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہی رمضان المبارک میں عبادت کرنے والوں کے لیے وعدۂ مغفرت ہے۔

اگر مندرجہ بالا روایت میں یہ شرط موجود ہے کہ اس میں عبادت کرنے والوں کے اس سے پہلے کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور مغفور لھم میں ماتقدم من ذنبہ کی شرط موجود نہیں ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں

محدثین نے اسے بھی مشروط کر دیا ہے کہ بشرطیکہ وہ اہل مغفرت ہو۔

اب ان حالات میں اگر کسی مومن کے شب قدر میں جاگ لینے اور

رمضان المبارک میں عبادت کر لینے پر بشارت مغفرت موجود ہے تو

قسطنطنیہ میں بھیجے گئے نام نہاد مجاہد کو سر پر کیوں اٹھایا جا رہا ہے؟

جبکہ وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اس عمومی سے خارج قرار دیا جا چکا ہے۔

علاوہ ازیں کتب احادیث میں یہی پورے کا پورا جملہ مغفور لھم

اور معاف کرنے والوں کے لیے بھی موجود ہے۔

کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص ایک بار

معاف کر لے اور پھر جس قسم کے بھی جرائم کرتا پھرے پھر بھی جنتی بن

جاتا ہے۔

بہر حال حدیث قسطنطنیہ سے یزید کو پیدائشی جنتی ثابت کرنے کا

استدلال لغو اور واہیات ہے۔ اور ایسی باتیں خلف و سلف سے یوائے موجودہ

خارجیوں کے کسی نے بھی نہیں کہیں۔

مہلب اور ابن تیمیہ وکلائے بنو امیہ نے اگرچہ اس سے یزید کے

جنتی ہونے کی دلیل قائم کی ہے مگر یہ پیدائشی جنتی کا شوشہ ان یزید وغیرہ کا ہی

چھوڑا ہوا ہے۔

اگرچہ انہی الفاظ پر حدیث قسطنطنیہ کی بحث کو ختم کیا جا رہا ہے مگر جو

بیان اب ہم شروع کرنے جا رہے ہیں وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی

ہے۔ جس سے قطعی طور پر واضح ہو جائے گا کہ یزید کو حدیث قسطنطنیہ کے مصورین میں کسی بھی صورت شامل نہیں کیا جا سکتا حالانکہ وہ روایت بھی کئی طریقوں سے کمزور ہوتی ہے۔ جسمیں جہاد قسطنطنیہ کی فضیلت درج ہے۔

حرف آخر

درج ذیل عبارت صرف محض اس یزید کے لیے پیش کی جا رہی ہے۔ کیونکہ یہ ناصبی ہونے کے ساتھ ساتھ اہلحدیث یعنی وہابی ہونے کا بھی دعویدار ہے۔ اور یزید کو جنتی بنانے کے لیے وہابیوں کے پیچھے پیچھے بھی بھاگتا ہے۔ اور اس سلسلے میں اپنے طائفہ سے کئی ایک فتوے بھی حاصل کر چکا ہے۔

عنایتی کو یہاں اس لیے نہیں مخاطب کیا گیا کہ وہ سرے سے کسی بھی مسلک کا پیروکار نہیں۔ اور اپنی ذات کو ہی امام الاعظم تصور کیے ہوئے ہے۔

بہر حال آخر پر حدیث قسطنطنیہ کے بارے میں وہابیوں کے پیشوا علامہ وحید الزمان کا تبصرہ پیش خدمت ہے۔

علامہ وحید الزمان

دوسرا جہاد قسطنطنیہ پر ہوا۔ جس پر یزید بن معاویہ اس لشکر کا سردار تھا۔ اس میں بہت سے صحابہ شریک تھے۔ جیسے ابن عمرؓ ابن عباسؓ ، ابن زبیرؓ اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس حدیث سے بعضوں نے یہ مطلب نکالا ہے جیسے مہلب نے کہ

یزید کی خلافت صحیح ہے اور وہ بخشی ہے۔

میں کہتا ہوں ! سبحان اللہ

اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے؟

کیونکہ جب یزید قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے گیا اس وقت تک معاویہ زندہ تھے، اُن کی خلافت تھی اور اُن کی خلافت تا وفات باتفاق علماء صحیح تھی۔ اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ہر فرد بخشا جائے اور بہشتی ہو۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص خوب بہادری سے لڑ رہا تھا اور آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ اور بہشتی ہونے کی خاتمہ کا اعتبار ہے۔ یزید نے پہلے بڑا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی

کی مگر خلیفہ ہونے کے بعد تو اس نے وہ کمینی پن سے نکالے کہ معاذ اللہ
امام حسین کو قتل کرایا، اہل بیت رسول کی اہانت کی، جب سر مبارک امام کا
آیا تو سر دیکھ کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کی، حرم محترم میں گھوڑے باندھے،
مسجد نبوی اور قبر شریف کی توہین کی۔ ان گناہوں کے بعد بھی کوئی یزید کو بہشتی
کہہ سکتا ہے؟

قسطلانی نے کہا تھا یزید امام حسین کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور
اہل بیت کی اہانت پر بھی۔ اور یہ امر متواتر ہے۔ اس لئے ہم اس باب میں
توقف نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے ایمان میں ہمیں کلام ہے۔ اللہ کی لعنت اس
پر اور اس کے مددگاروں پر۔

"تیسیر الباری شرح بخاری جز ۱۱ ص ۹۹ مولفہ وحید الزمان"

بخاری پر بخاری

یزید کے کاسہ لیسوں اور حاشیہ برداروں کو بخاری شریف میں وہ
روایت تو نظر آ گئی جس میں پکڑ دھکڑ کر یزید کو ڈھونسا جا رہا ہے۔ مگر اس حدیث
سے قطعی طور پر آنکھیں بند ہو چکی ہیں جس میں واضح طور پر یزید کو دشمن اسلام
اور ملحد قرار دیا گیا ہے۔ جس کے دور کو فتنوں کا دور اور جس کی امارت کو بے
وقوفوں کی امارت قرار دیا گیا ہے۔

وہ منحوس امارت جس کو مخبر صادق رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا دور قرار دیا ہے۔ اسلام سے بغاوت اور سرکشی کا دور کہا ہے۔ بدعت والحاد کا دور کہا ہے۔

یہ روایت بھی ہم بخاری شریف سے ہی پیش کریں گے اور پھر شارحین حدیث کی روشنی میں واضح کریں گے کہ یزید پلید فاسق فاجر اور ملعون ہے۔ اور اس کا دور امارت اسلام کا روشن دور نہیں بلکہ اسلام کی صورت مسخ کر دینے والا دور منحوس تر اور تاریک ترین دور ہے۔

اور اس حدیث کی موجودگی میں یزید ہرگز ہرگز مغفورین قطعاً میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اور اسے پیدائشی جنتی قرار دینا محض خوارج و نواصب کی ذہنی اختراع ہے۔

بات میں بات

یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی اوندھی سوچ کا یہ عالم ہے کہ یہ مروان جیسے منحوس شیخ اہل بیتؑ اور دشمن صحابہ کرامؓ کو بھی امیر المومنین اور امیر مروان کے القابات دیتے ہیں۔ اور اس کے نام کے ساتھ فخریہ طور پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مروان کو اہل بیت رسول سے بے پناہ محبت تھی۔

جاناتک اسلام میں تمام فسادات کی جڑ مروان ہے۔چنانچہ اکثر

محدثین نے اس پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے۔

ہم نے مروان کے وہ تمام کرتوت اپنی کتاب (مشکل الآثار)

میں شرح وبسط کے ساتھ نقل کیے ہیں جو اس نے سازشوں اور فتنوں کی

ضرورت سے سرزد ہوئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے اسے اپنے بھائی عبدالرحمن

بن ابی بکر کی شان میں گستاخی کرنے کے جواب میں فرمایا تھا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ پر اس وقت لعنت کی تھی جب وہ اس کی

پشت میں تھا اور فرمایا تھا کہ جو اس کی پشت میں ہے ہماری امت کے لیے

خرابی ہے۔

چنانچہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے یہ روایت اس طرح بیان کی

ہے۔

اُمت کے لیے خرابی

نافع بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں ہم

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حکم بن ابوالعاص (مروان کا باپ)

گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو کچھ اس کی پشت میں

ہے ہماری امت کے لیے خرابی ہے۔

اور ابن خیثمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث
بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمن کے بیعت یزید کے
انکار کرنے کے معاملہ میں فرمایا اگر اے مروان تو گواہ ہو جا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ پر اس وقت لعنت کی جب تو اس کی
پشت میں تھا۔

متن یہ ہے۔

حدثنی نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال اخبرنا الثقہ الثبتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عمر الحکم بن ابی العاص فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویل للامتی مما فی
صلب فلان وروی ابن ابی خیثمہ من حدیث عائشۃ انہا قالت لمروان قصۃ
اخبرہا عبدالرحمن امتنع من البیعۃ لیزید بن معاویۃ ابا انت یا مروان فقد شہد ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اباک وانت فی صلبہ

(الاصابہ جلد اول ص ۳۲۴)

الاستیعاب میں یہ روایت اس طرح ہے کہ عبدالرحمن بن ابی
بکر نے مروان کو فرمایا کہ بیشک تیرا باپ لعنتی ہے۔ اور ابن خیثمہ کے طریق
سے ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی
عبدالرحمن بن ابوبکر کے معاملہ میں فرمایا کہ اے مروان تو گواہ ہو جا کہ
بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ کو اس وقت لعنتی کہا تھا
جب تو اس کی پشت میں تھا۔

فاما قول عبدالرحمن ان المعصين ابوك فروى عن عائشة من طرق

ذكرها ابن ابی خیثمہ وغیرہ انما قالت لمروان اذ قال فی اخیها عبدالرحمن ما قال

انا انت یا مروان فاشهد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اباک فی صلبه

(الاستیعاب جلد ۱ ص ۲۱۶)

ضرور برا کہو

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاوی میں اس حقیقت کا اظہار

اس طرح فرماتے ہیں کہ:

اہل بیت سے محبت فرائض ایمانی سے ہے شکر کہ لوازم سنت سے

اور محبت اہل بیت کا تقاضا ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہا

چاہیے۔ اور اس سے دل بیزار رکھنا چاہیے۔ علاوہ خصوص اس نے نہایت بد

سلوکی کی حضرت امام حسینؑ اور اہل بیت کے ساتھ اور کامل عداوت رکھتا تھا

ان حضرات کے ساتھ اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار ہونا

چاہیے۔

(فتاوی عزیزیہ مترجم ص ۳۸۰)

الغرض محققین و محدثین کے نزدیک مروان کا دشمن اہل بیت ہونا

قطعی مسلمہ امر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس حبانی وغیرہ نے یہ ثابت کرنے کی

کوشش کی ہے کہ مروان بڑا محب اہلبیت تھا اور خانوادۂ رسول کا نہایت

اخر اہم کرتا تھا۔

مروان کا ذکر اس جگہ غیب سا ضرور معلوم ہوتا ہوگا مگر جو ہم پڑھ

کے متعلق بخاری کی روایت پیش کرنے والے ہیں اس کے ساتھ مروان اور

آل مروان کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ یہ چند باتیں

قارئین کے ذہن میں لا کر وہ روایت بیان کی جاتی تاکہ حقیقت سے آگاہی

حاصل کرنے کے لیے آسانی پیدا ہو جاتی۔ بہر حال اب آپ بخاری کی وہ

روایت ملاحظہ کریں جس میں یزید پلید کے دور حکومت کو امت کی ہلاکت کا

دور کہا گیا ہے۔

امت کی ہلاکت کا سبب
بے وقوف اور ملعون یزید

بخاری شریف

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ھلاک امتی علی یدی اغیلمۃ السفہا حدثنا
موسی بن اسمعیل قال حدثنا عمر بن یحیی
بن سعید ابن عمرو بن سعید قال اخبرنی جدی
قال کنت جالسا مع ابی ھریرۃ فی المسجد
النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم
بالمدینۃ ومعنا مروان قال ابو ھریرۃ سمعت
الصادق والمصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم یقول ھلکۃ امتی علی ایدی غلمۃ من
قریش فقال مروان لعنۃ اللہ علیھم فقال ابو
ھریرۃ لو شئت ان اقول بنی فلاں وبنی فلاں

﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۴۶﴾

ترجمہ!

باب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد
کا کہ میری امت کی ہلاکت بے وقوف لڑکوں کے
ہاتھوں ہوگی۔

موسیٰ بن اسمٰعیل روایت فرماتے ہیں کہ روایت بیان
کی عمر بن یحییٰ بن سعید بن عمر بن سعید نے کہ خبر دی مجھ
کو میرے دادا نے کہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے
صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے
ہاتھوں سے ہوگی تو مروان نے کہا ان لڑکوں پر لعنت
ہو یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو
میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں ابن فلاں ہیں۔

حاشیہ بخاری

یہ قول ہے کہ بے وقوف لڑکے جو گھمنڈ ہوں پر مضبوطی سے قائم ہوں
گیا اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ ان سے مراد جوانی کے لڑکے ہیں اور ان کی
بلوغت ان کے خلاف نہیں، امت کا ہلاک ہونا، اس سے مراد اس زمانہ کے
لوگوں کی ہلاکت ہے اور یہ قیامت تک کے لئے تمام افراد کے لئے تعمیم
لڑکوں کے ہاتھوں سے جیسا کہ یہ روایت اکثر نے بیان کی اور روایت کیا
سرخسی اور کشمیہنی نے اوپر ہاتھوں کے ساتھ جمع کے لئے اور یہ قول کہ لعنت ہو

بنے ہیں پس اللہ تعالیٰ کا اس کی زبان سے یہ کہلا دینا ان کے ﴿ملعون﴾ ہونے پر شدید حجت ہے اور بے شک طبرانی وغیرہ کی حدیث میں لعنت ہے مروان کے باپ حکم پر اور اس پر جو اس نے پیدا کیا۔

اور یہ قول کہ احداثا جمع حدیث یعنی نو جوانوں اور ان کا پسلا پن ہے اس کو وہی ملے جس کا وہ مستحق ہے وہ کبار یعنی بزرگان کو شہروں کی امارات سے معزول کر کے اپنے قریبوں میں سے اصاغر کو حاکم بناتا تھا۔

متن یہ ہے۔

وفی روایۃ عبد الحمید لعنۃ اللہ علیہم من اغلیۃ والعجب من لعن المروان الغلمۃ المذکورین مع ان ظاھر انھم من ولدہ فکان اللہ تعالیٰ اجری ذالک لسانہ لیکون اشد فی الحجۃ علیھم لعلھم یتعظون وقد واردت احادیث فی لعن الحکم والا مروان وما ولد اخرجھا طبرانی وغیرہ۔ الخ

قولا احداثا جمع حدث ای شبانا واولیھم یزید علیہ ما یستحق وکان غالبا یخدع الشیخ من امارۃ البلدان الکبار ویولیھا الاصاغر من اقاربہ

﴿عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۲۳ صفحہ نمبر ۱۸۰﴾

فتح الباری شرح بخاری

عیاشی اور اس کے کاسہ لیسوں ابن زیاد بث وغیرہ کے معتمد امام

جنہیں یہ لوگ شیخ الاسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی علامہ ابن حجر

عسقلانی رح اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے واضح طور پر بتاتے ہیں کہ

اُمت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بننے والوں میں

پہلا نام یزید بن معاویہ کا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی مختلف احادیث مبارکہ کی روشنی میں ثابت کی ہے انہوں نے اپنی

مشہور زمانہ کتاب فتح الباری شرح بخاری میں زیر بحث حدیث مبارکہ کے

حاشیہ میں لکھا ہے کہ

میں کہتا ہوں کہ صبی اور غلیم الصغیر کے ساتھ ضعیف العقل وتدبیر اور

ضعیف الدین کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ جوان ہو اور یہاں

بھی مراد ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ ہلاکت اُمت کی مراد حضرت ابو ہریرہ

کی اسی دوسری حدیث سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ جس کو دوسری سند سے علی بن

معبد اور ابی شیبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ میں امارت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور امارات غلیم یعنی لڑکوں کی

حکومت کیا ہے؟

فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے یعنی دین کے

بارے میں ان کی اطاعت ہلاکت کا باعث ہے اور اگر تم اُن کی اطاعت نہیں کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی دنیا کے بارہ میں تمہاری جان لے کر یا تمہارا مال غصب کر کے یا جان بھی لے لیں گے اور مال بھی چھین لیں گے۔

اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازاروں میں چلتے پھرتے فرماتے تھے۔ یا اللہ میں ۶۰ھ کا زمانہ نہ دیکھوں اور مجھے لڑکوں کی حکومت دیکھنی نصیب نہ ہو۔

اور اس میں اشارہ ہے کہ ان ﴿ہلاک کرنے والوں میں﴾ پہلا نمبر یزید کا ہے۔ کیونکہ ۶۰ھ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ ﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ نے فرمایا تھا۔

کیونکہ یزید بن معاویہ کو ۶۰ھ میں حکومت ملی اور وہ ۶۳ھ تک زندہ رہا اور پھر مر گیا۔

اور اس بیان سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قریشی لڑکوں کا ذکر ہوا اُن میں پہلا یزید ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ۶۰ ہجری اور امارت صبیان کے متعلق بیان کیا ہے کیونکہ یزید بزرگوں کو سلطنت کے عہدوں سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے رشتہ دار چھوکروں کو عہدے دیتا تھا۔ منہ لما اختفی۔

قلت وقد یطلق الصبی والغلیم بما

لتصغير على الضعيف العقل والتدبير
والدين ولو كان محتلما وهو المراد هذا قال
ابن بطال جاء المراد بالهلاك مبينا في حديث
آخر لابي هريرة رفعه اعوذ بالله من امارة
الصبيان قالوا وما امارة الصبيان قال ان
اطعتموهم رصلكتم اى فى دينكم وان
عصيتموهم اهلكوكم اى فى دينكم بازهاق
النفس او باذهاب المال اوبهما وفى رواية ابن
شيبة ان ابى هريرة كان يمشى فى الاسواق
ويقول اللهم لا تدركنى سنة ستين ولا امارة
الصبيان وفى هذا اشارة الى ان اول الاغيلمة
كان فى ستين يزيد وهو كذالك فان يزيد بن
معاوية استخلف فيها وبقى سنة اربع وستين
والذى يظهران الى المذكورين من جملتهم
وان اولهم يزيد كما دل عليه قول ابو هريرة
راس ستين وامارة الصبيان فان يزيد كان
غالبا ينتزع الشيوخ من امارة البلدان ويو
لييها الاصاغر من اقاربه

(فتح الباری شرح البخاری جلد ۱۳ صفحہ ۸۰ مطبوعہ مصر مولفہ ابن حجر عسقلانی)

علامہ ابن حجر عسقلانی کی یہ واضح ترین عبارت حق قبول کر لینے
والوں کے لئے بہر صورت کافی ہے ۔۔۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی
کوئی کرن ابھی موجود ہے انشاء اللہ ایمان و دیانت سے فیصلہ کرنا چاہیے حق

کس طرف سے کیونکر ایک طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ سنہ ۶۰ ہجری میں بے وقوف اور امت کو ہلاک کرنے والے بچوں کے حکومت ہو گی جس کی دین میں اطاعت کرو گے تو دین ہلاک ہو جائے گا اور اگر تم اس کا کہنا نہ مانو گے تو وہ تمہاری جانوں کو ہلاک کر دے گا۔

اور دوسری طرف ان لوگوں کا بیان ہے جو حدیث قسطنطنیہ کی فرضی آڑ لے کر یزید پلید کو خلیفہ راشد اور یگانہ روزگار عابد و زاہد اور متقی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں بلکہ جھوٹی موٹی روایتیں بیان کر کے اسے اس کے سن پیدائش سے بھی پچیس سال پہلے ہی پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں تاکہ وہ صحابی ثابت ہو جائے۔

اہل حق جانتے ہیں کہ حق بلاشبہ اسی طرف ہے جس طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اس کے برعکس جو کچھ بھی بیان کیا جائے گا محض کذب و فریب اور باطل ہو گا۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ

سرتاج المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امت کی بربادی کا سبب یزید بن معاویہ ابن ابی سفیان بن زیاد اور مروان کے لڑکے تھے، اور ان لوگوں پر شہوات و ہیجان کا غلبہ تھا اسی وجہ سے انہیں نوعمر چھوکرے کہا گیا

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:۔

وعن ابی هریرة قال قال صلی الله علیه و آله وسلم هلکة امتی هلاکت امت من علی یدی غلمة من قریش. یرد دوست کودکان وجوانان نوسالان است از قریش. کذافی النهایة من وفی المصراح غلام کودک اواصل غلمة واغتلام غلبه شهوت و هیجان اوست. در حواشین وشته اند که مراد بآن غلمه کشتگان عثمان و علی حسن وحسین اندرضی الله تعلیٰ عنهم وامثال ایشان اند

اصل فتنه وبنی فطنه ودر مجمع البحار آورده که ابو هریره می شناخت ایشان رابا سمات واشخاص ایشان وسکوت می کرد از تعیین ونام بردن ایشان ازجهت ترس ومفسده ومراد یزید بن معاویه وعبید الله بن زیاد مانند ایشان اند احداث ونوسالان بنی امیه خذلهم الله وبتحقیق صادر شد از ایشان قتل اهل بیت پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم وبند کردن ایشان وکشتن خیار مهاجرین وانصار آنچه شد صادر شد.

از حجاج که امیر الامراء عبد الملک بن مروان بود از سلیمان بن عبد الملک اولاد

اوار یختن خون ها و تلف کردن مال ها آنچه

پوشیده نیست بر هیچ کس

﴿اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۳۸۲﴾

ترجمہ ! ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ

میری امت ہلاک ہوگی قریش کے نوجوان لڑکوں کے

دونوں ہاتھوں سے جیسا کہ قاموس اور صراح میں ہے

کہ غلام لڑکے کو کہتے ہیں اور اس کی اصل غلمت ہے

اور احتلام انکی شہوت اور ہیجان کا غلبہ ہے

اور اس حدیث کے حواشی میں لکھا ہے کہ ان لڑکوں

سے مراد قاسمان عثمان وعلی اور حسن وحسین رضی اللہ

عنہم ہیں اور اس کی شکل اہل فتنہ اور ظلم وجور کرنے

والے اور مجمع البحار میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی

اللہ عنہ ان کو پہچانتے تھے اور ان کے نام جانتے تھے مگر

ان کے ناموں کا تعین کرنے سے فساد وغیرہ کے ڈر

سے خاموش تھے اور ان سے مراد یزید بن معاویہ

اور عبید اللہ بن زیاد اور انکی مانند دیگر نوجوانان عوام ہے

ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کیا اور تحقیق سے

حکایت ہے کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اہل بیت اور بہترین انصار و مہاجرین کو شہید کیا
اور یہ عبدالملک بن مروان اور امیر الامراء حجاج بن
یوسف اور اسکے لڑکے سلیمان وغیرہ نے بھی خون
ریزی کی اور مالوں کو لوٹا اور یہ بات کسی سے پوشیدہ
نہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں آنے والی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے
جناب ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

وقال المظهر لعله اريد بهم الذين كانوا بعد
الخلفاء الراشدين مثل يزيد وعبد الملك بن
مروان وغيرهما.

(مرقاۃ مشکوٰۃ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۰)

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کو دونوں ہاتھوں سے
ہلاک کرنے والے یزید پلید اور عبدالملک بن مروان وغیرہ ہیں۔

علاوہ ازیں ابن یزید بت کے اکابرین اہل حدیث مشکوٰۃ شریف
کی اس حدیث کا ترجمہ و تشریح کرتے ہوئے واضح طور پر لکھتے ہیں کہ امت
کی ہلاکت کا سبب یزید پلید بھی ہے اور اس نے سخت مصطفویہ کو تبدیل بھی کیا

سے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی کی سانحہ کربلا یزید اور مروان کے لڑکے ہی

اس حدیث کے مصداق ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے۔

بمفتاح البرکات ترجمہ مشکوۃ

اور یزید کے وقت کا قتال جس میں بے حرمتی مسجد نبوی کی ازالہ

بکارت ہزار ہا عورتوں کا لشکریوں کے ہاتھ سے وقوع میں آیا اور اس کا

اطلاق کتنے ایک نوجوانوں کے جنے قریش میں سے ہے جیسے یزید اور

مروان کی اکثر اولاد۔

(بمفتاح البرکات ترجمہ المشکوۃ مطبوعہ)

(مکتبہ اشرفیہ سانگلہ ہل جلد چہارم صفحہ ۷۷۷)

دیگر متعدد محدثین کرام نے بھی اس حدیث بخاری کے ضمن میں

قطعی طور پر صراحت فرما رکھی ہے کہ اس کا مستحق یزید پلید ہی ہے اور حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق امت کی تباہی اور بربادی کا پیش

خیمہ اسی کا دور حکومت ہے۔

اب جبکہ محدثین کرام نے یہ بھی وضاحت کر رکھی ہے کہ حدیث

مغفرت کے مغفورین میں یزید کو شامل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ حدیث شرط

مغفرت کے ساتھ مشروط ہے اور یزید پلید میں یہ شرط مغفرت نہیں پائی

جاتی اور یہ بھی بتا دیا کہ کلام و بیان کا شروع کنندہ یزید پلید ہی ہے تو پھر آج کل کے بزم خویش اہل حدیث کو حدیث رسول کی پیروی کرتے ہوئے محدثین کرام کی تحقیق کو تسلیم کرنا چاہیے یا فرضی قصے کہانیوں کو ریسرچ کا نام دے کر اپنی بات پوری کرنے کا خبط پورا کرنا چاہیے۔

کیا یہ محدثین کرام معاذ اللہ شیعہ اور غالی رافضی بن جائیں گے جنہوں نے یزید پلید اور اس کے بعد دور بنو امیہ کو احادیث رسول کی روشنی میں امت کی ہلاکت اور تباہی کا دور ثابت کیا ہے اور مروان کو بھی اس میں شامل کرتے ہوئے اسلام کا ترجمہ ضعیف العقل اور ضعیف الدین بتایا ہے۔

تاریخ کے نام پر تو یہ لوگ امام ابن جریر طبری پر شیعہ ہونے کا الزام لگا لیں گے اور ان کی بیان کردہ روایات کو مسترد کر دیں گے۔ مگر اب ان احادیث کے بارے میں کیا رویہ اختیار کریں گے جن کو سواد اعظم کے مسلمہ اور ثقہ محدثین نے اپنی کتابوں میں نہ صرف درج کیا ہے بلکہ اپنی آراء کو بھی واضح طور پر ظاہر کر دیا ہے

تاریخ اسلام کا روشن باب

قارئین کرام اندازہ فرمائیں کہ رسول برحق مخبر صادق تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی اور پھر یہ فرمان رسول حرف بحرف پورا ہو گیا۔

یزید بن معاویہ اور اولاد مروان بن حکم نے اپنی سفاکیوں اور ہلاکت خیزیوں سے سرور انبیاء کے اس فرمان مقدس پر مہر ثبت کر دی تھی۔ مورخین نے ان کے حالات کو تحمید کیا۔

محدثین کرام نے ان روایات کو معیار روایت پر جانچا اور اچھی طرح وزن کر لینے کے بعد بتایا کہ یہ قریشی لڑکے جن کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے وقوف اور لفت کی ہلاکت کا سبب فرمایا تھا۔ وہ اولاد مروان ہے اور ان سب کا امام اول یزید بن معاویہ ہے جس نے اس ہلاکت کی بنیاد رکھی۔

مگر آج کا نام نہاد محقق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں اپنی اختراع کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے کہ یہ دور تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متقی ہونے کا بھی دعویٰ ہے مگر ان سے مخالفت کا یہ عالم ہے کہ وہ جس دور کو ظلمت کا دور فرماتے ہیں یہ اسے روشنی کا زمانہ کہتا ہے وہ جس کو ہلاکت اور گمراہی کا دور فرماتے ہیں یہ اسے رشد و ہدایت کا دور قرار دیتا ہے۔

بہر حال ہمارا مذموم تاریخ کا روشن باب اہل اسلام کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ مذکورہ بالا روایات کے علاوہ دیگر بھی متعدد ایسی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

جن کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخبر صادق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کے پر فتن دور کی نشاندہی پہلے ہی کر رکھی ہے اور تاریخ اسلام کے اس سیاہ ترین باب کو اہل اسلام کے لئے وحشت ناک دور قرار دیا ہے اور نشاندہی کر رکھی ہے کہ فلاں شخص ہماری سنتوں کو تبدیل کر کے بدعات والا دور آغاز کرے گا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مزید چند روایات ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

دین میں رخنہ اندازی کرنے والا

ابن منیع، ابو یعلی، بیہقی اور ابو نعیم نے بسند روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ امر (دین) اعتدال و انصاف پر غالب رہے گا۔ حتیٰ کہ ہوا دینے کا ایک شخص اس میں رخنہ اندازی کرے گا اور اس شخص کے لئے کہا گیا کہ وہ یہ ہے۔

اخرج ابن منیع وابو یعلی البیہقی وابو نعیم عن ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم لا یزال ھذا الامر معتدلا قائما بالقسط

حتّٰی یقتلہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید

﴿حجۃ اللہ علی العالمین،صفحہ۵۲۹﴾

صلوۃ کا تارک شہوات کا تابع

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ
نے فرمایا ساٹھ ہجری کے بعد نمازوں کو ضائع کریں
گے اور شہوات کی پیروی کریں گے۔

واخرج البیہقی عن ابو سعید الخدری رضی
اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم یقول یکون خلف بعد ستین سنۃ
اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات ۔

﴿حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ نمبر ۵۲۹﴾

خصائص کبریٰ میں ہے

خصائص کبریٰ میں ہے کہ تاجدار انبیاء نے فرمایا خلافت راشدہ کے
بعد ملک عضوض ہوگا اور پھر جابر و مفسد حاکموں کا دور ہوگا جو شراب حلال اور
شراب کو حلال کریں گے اور ریشمی لباس پہنیں گے۔

ثم یکون ملکا عضوضا ثم یکون عذرا جبریہ

وفساد فی الامت یستحلون الفروج والخمور
والحریر حضرت ابی امامہ فرماتے ہیں لا مسیفۃ
بعد عثمان ولا رخاء بعد معاویۃ

﴿خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۱۶﴾

اللہ کی پناہ مانگو

امام احمد حنبل اور جناب بزار نے صحیح سند کے
ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فر
مایا! اللہ سے پناہ مانگو سات ہجری سے، اور چھوکروں کی
امارت سے اور فرمایا کہ نہیں جائیں گے وہ سات دنیا
سے جبتک کہ تحت امارت باپ سے بیٹے کی طرف منتقل
کرتے رہیں گے۔

واخرج احمد والبزار بسند صحیح عن ابی
هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم تعوذوا بالله من
راس الستین ومن امارة الصبیان وقال لا
تقعب بالدنیا حتی تصیر لکنع بن لکع

﴿تحفہ اللہ علی الناس صفحہ نمبر ۵۲۹﴾

اور یہ روایت تو تاریخ میں ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے پیش نظر مدینہ منورہ کے بازاروں میں چلتے پھرتے بھی یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی مجھے ۶۰ ہجری دیکھنا نصیب نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی اور آپ ۵۹ ہجری میں انتقال فرما گئے اب آپ ایک اہلی رویت ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت مصطفےٰ کو تبدیل کرنے والا بھی یزید ہی تھا۔

سنّت مصطفیٰ کو تبدیل کرنے والا

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جن سے پہلے ہماری سنت کو تبدیل کرنے والا شخص بنو امیہ سے ہوگا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہمارا گمان ہے کہ ایسا کرنے والا شخص یزید بن معاویہ ہے۔

واخرج البیهقه عن ابی هریرة رضی الله عنه
سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة
قال البیهقی یشبه ان یکون هو یزید بن معاویه
حجة الله علی العالمین صفحه نمبر ۵۲۹

محدثین کرام نے حضور کی پیشگوئی کے مطابق تو یزید کے نام کا تعین کیا ہے

اس کا انکار کسی بھی صورت میں نہیں ہو سکتا کیونکہ فرمان رسول کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی ۶۰ھ ہجری سے پناہ مانگنا ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جبکہ یہی سال یزید کی تخت نشینی کا ہے الاصابہ میں امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وھذا الحدیث مرفوعا کان ابو ھریرۃ یتشیوہ

ابتدغی معاویہ لا تدرکنی سنۃ ستین

﴿الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۷﴾

خدا یزید کو برکت نہ دے

حضرت ابو رہم حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکار دو عالم کی طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس میں فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت راشدہ کے ختم ہو کر ملوکیت کے آنے کی خبر بھی دی ہے اور یزید کا نام لے کر پیشگوئی فرمائی ہے کہ اللہ یزید کو برکت نہ دے وہ میرے حسینؓ کو شہید کروائے گا اور پھر ولید بن عبدالملک کے متعلق فرمایا کہ وہ فرعون ہوگا اور شرائع اسلام کو مٹائے گا میرے اہل بیت کے ایک شخص کے خون سے رنگین کرے گا۔

اس مضمون کا واضح ترین متن ملاحظہ فرمائیں:۔

واخرج ابو نعیم عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال

انکم الفتن کقطع اللیل المظلم کلما ذھب

رسل الى رمل تناسخت الخبرة وصارت ملكا
امسك يا معاذ واحص فلما بلغت خمسة قال
يزيد لا يبارك الله في يزيد ثم ذرفت عيناه
فقال دعى الى الحسين واتيت بقربة والفرت
بقائلة فلما بلغت عشرة قال

الوليد اسم فرعون هادم شرائع الاسلام يبزد
مه رجل من اهليه

﴿الحجج الدين على العالمين ص ۵۲۹﴾

ام المومنین کی بات ہی مان لو

علامہ المحدثین شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

یزید کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ
روایت بھی نقل فرمائی ہے۔

عن عایشه یزید لا بارک الله فی یزیدالطعان
اللعان اما انه تعی الی حنینی وتعیلی حسین
اتیت بقربته وراثت قاتلته اما انه یقتل بین
ظهرانی قومنکا ینصروه الا خصهم الله بعقاب
رواه ابن عساکر

﴿ماثبت بالسنہ ۲۲۰﴾

ترجمہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت ہے کہ قاتل وقت ہوں یزید کو اللہ برکت نہ دے

کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ

بغاوت کی اور ان کو شہید کرایا۔ حسین کی تربت کی مٹی

میرے پاس لائی گئی اور مجھے ان کا قاتل بھی دکھایا

گیا اور بتایا گیا کہ جب سامنے حسین شہید کئے جائیں

گے وہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اسی سبب سے ان

پر مسلط کر دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا روایت کو خوارج و نواصب نے اس لئے وضعی قرار دے

رکھا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کا حضرت امام حسین کی شہادت

سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا حالانکہ ام المومنین کی روایت امام حسین علیہ

السلام کی شہادت کی پیش گوئیوں میں سے ایک ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کی متعدد

پیشگوئیاں جو انہوں نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھیں

تھیں۔ کتب احادیث میں موجود ہیں۔

اور یہ روایت بھی ترتیب مضمون کے لحاظ سے قطعی طور پر پیش گوئی

ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں جناب سیدہ عائشہ صدیقہ کا یزید کا

نام لینا بھی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہے

جس میں آپ نے لا بارک اللہ یزید فرمایا ہے

اور پھر جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات طیبہ میں تو یزید کی بیعت کا مسئلہ دوروں پر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں بھی آپ کے سامنے تھیں پھر اس میں خلاف واقع کونسا امر ہے جسے یزید کی حمایت سے گریز کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا فتویٰ

یزید کے بارے میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ڈھکا چھپا نہیں آپ کا یہ قول محدثین سے نقل در نقل کرنے سے تواتر کا درجہ حاصل کر چکا ہے کہ ہم یزید کے بارے میں سکوت کرتے ہیں انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بھی یہ قول نقل کریں گے اور اس ضمن میں متعدد حوالہ جات بھی پیش کریں گے۔

شارحین کرام نے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس توقف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یزید کی مذمت نہ کریں گے اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یزید لعین کا اسلام مشتبہ ہے اگر یزید کے اسلام میں آپ کو اشتباہ نہ ہوتا تو اسے مسلمان کہنے میں ہرگز سکوت نہ کرتے اس مسئلہ میں مزید گفتگو محدثین اور فقہائے کرام کی عبارات نقل کرنے کے بعد ہو گی یہاں ہم عباسی کی اس چالاکی پر روشنی ڈالیں گے جو اس نے امام صاحب کا نام استعمال کرنے کے سلسلہ میں دکھائی ہے۔

قارئین گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ عباسی نے امام اعظم رحمہ
سے ایک روایت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ امام
حسین علیہ السلام کا خلیفہ وقت کے خلاف خروج ناجائز تھا۔ حالانکہ نہ تو امام
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں امام حسین کا نام لیا ہے اور نہ یزید
پلید کا نہ تو امام حسین علیہ السلام کے خروج کو ناجائز قرار دیا ہے اور نہ ہی یزید
پلید کی امارات وحکومت کو درست تسلیم کیا ہے بلکہ یہ وہی روایت ہے جو متعدد
کتب احادیث میں حدیث مصطفےٰ کی صورت میں موجود ہے اور اس ضمن
میں یہ ایک ہی روایت نہیں متعدد اور بھی روایات کتب احادیث میں موجود
ہیں جنہیں عباسی نے کبھی حدیث رسولؐ کے نام سے پیش کیا ہے۔
اور کبھی اقوال صحابہ اور اقوال ائمہ کے نام سے بیان کیا ہے حالانکہ
ان روایات میں سے اکثر وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ
کرام سے اپنی بیعت لیتے ہوئے ارشاد فرمائیں۔ اور بعض وہ ہیں جنہیں
محدثین نے جانشینان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا فاروق اعظم، سیدنا
عثمان ذوالنورین اور سیدنا حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافتوں میں
رخنہ اندازی نہ کرنے کے سلسلے میں بیان فرمائیں۔
اور ایک دو روایات ایسی بھی ہیں جنکا اطلاق ہر حاکم وقت پر ہو سکتا
ہے لیکن وہ قطعی طور پر مشروط ہیں ان میں سے ایک روایت میں یہ شرط موجود
ہے کہ جب تک کوئی حاکم ارتداد نہ کرے اس سے قتال نہ کرو اور دوسری

روایت میں یہ ہے کہ جب تک وہ نماز پڑھتا ہے اس پر تلوار نہ اٹھاؤ۔

اور ساتھ ہی ساتھ میں یہ شرط بھی موجود ہے کہ جب تک وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلاتا رہے اس کی بات سنو اور جب تمہیں معصیت اور گناہ کی طرف بلائے اس کا انکار کر دو۔

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ روایات بھی موجود ہیں کہ جابر حکمران ان کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے جب کہ پہلی دونوں روایات میں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں یہ ہے کہ ہر حال میں حاکم وقت کی اطاعت کرو اور اس کے خلاف تلوار استعمال کرو اور نہ زبان سے محاذ آرائی کرو۔

ان تمام تر روایات کو ایک ہی مقام پر جمع کر کے جب بھی تطبیق دی جائے گی تو قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلے گا کہ حاکم وقت کی طرف سے جب تک تمہیں دنیاوی تکلیفیں پہنچتی رہیں پورے ضبط و تحمل کے ساتھ ان دنیاوی مشکلات کا مقابلہ کرو اور صبر سے کام لو اس کا حکم مانو اور ہرگز اقتدار سلطنت کو درہم برہم نہ کرو اور اگر حاکم وقت اطاعت خدا اور رسول سے نکل گیا ہو اور تمہیں معصیت کی طرف راغب کرتا ہے تو تم بھی اس کی اطاعت سے نکل جاؤ۔

اور قرآن کریم کی نص قطعی سے بھی یہی ثابت ہے کہ

اطیعو اللہ واطیعو الرسول اولو الامر منکم

سب سے پہلی شرط اس کی یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو پھر اس

بلکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ "سید الشہداء امام حسین علیہ السلام" کے صاحبزادے کے صاحبزادے "حضرت زید بن زین العابدین رضی اللہ عنہ" کا ایسے ہی حالات میں پورا پورا ساتھ دیتے ہیں جن حالات سے امام حسین علیہ السلام کو سابقہ پڑا تھا چنانچہ کتب معتبرہ میں یہ واقعہ شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے۔

مشہور محقق مولانا ظفر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دشت کربلا کی مصیبت اور اس کے بعد بنی امیہ کے فولادی پنجوں کی آہنی گرفتوں نے عام مسلمانوں پر اوس ڈال دی تھی باطل کے مقابلہ میں اٹھنے کی تاب مسلمانوں میں عموماً باقی نہ رہی تھی اور سب سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ دنیا میں پسے گئے۔

وہ فاطمہ اور اولاد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھی جب یہ حال ہو گیا ہو جیسا کہ امام زین العابدین سے منقول ہے کہ بیمار ہونے کی وجہ لوگوں نے انہیں قتل کرنے سے چھوڑ دیا

امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی

آگے چل کر لکھا ہے کہ اہل بیت کو اس قدر کچل دیا گیا تھا کہ مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا حالانکہ زیادہ تر اس واقعہ کے پیش آنے میں بڑا سبب امام حسین علیہ السلام کی شہادت تھی۔ لیکن طبقات میں لکھا ہے خود حضرت سیدنا زین العابدین کا بیان ہے کہ۔

ما خرج فيها احد من آل ابی طالب ولا خرج
فيها من بنی عبد المطلب لو مرا ابيتهم۔

﴿طبقات ابن سعد۔ ج ۵۔ ص ۱۵۹﴾

یعنی ابو طالب کے خاندان سے کوئی آدمی بھی اس ہنگامے میں شریک ہونے کے لئے نہ گیا اور نہ عبد المطلب کے گھرانے والے نکلے سب کے سب گھروں میں پڑے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حادثہ کربلا کے بعد اہل بیت نبوت والوں نے سیاسی قسموں سے اپنے آپ کو الگ تھلگ کر لیا خود امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی عبادت و ریاضت اور مجاہدے میں گزار دی۔

مدینہ منورہ کے پاس حبیق نامی ندی کے کنارے جو محلہ تھا وہیں آپ نے مکان بنوالیا اور اپنے بال بچوں اور خاندان والوں کے ساتھ صبر شکر کے ساتھ زندگی کے دن پورے کر رہے تھے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی اولاد مذکور میں آپ تنہا باقی رہ گئے تھے۔ لیکن خدا نے آپ کی اولاد میں برکت دی۔

سب سے زیادہ شہرت امام محمد باقر بن محمد علی بن حسین نے حاصل کی چونکہ آپ کی والدہ امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے دونوں بھائیوں کی نمائندگی آپ کا وجود کرتا تھا۔

سیدنا زین العابدین علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے دوسری

اور تو ان سے تھے جن میں زید بن علی ﴿زین العابدین﴾ الشہید رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت زید غیر معمولی طور پر حسین وجمیل تھے اور غیر معمولی طور پر ذہین وفطین، علم دوست، معارف پرور ہونے کے ساتھ بڑے بہادر اور نڈر تھے آپ کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں نے زید بن علی کو دیکھا تھا جیسے ان کے خاندان کے دوسرے حضرات کے مشاہدے کا مجھے موقع ملا ہے میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا اور ان جیسا حاضر جواب واضح اور صاف گفتگو کرنے والا آدمی اس عہد میں مجھے کوئی نہیں ملا درحقیقت ان کے جوڑ کا آدمی اس زمانہ میں نہ تھا۔

مشاهدت زيد بن علي كما شاهدت اهله فلما رائت في زمانه افقه منه ولا اعلم والا اسراع جواباً ولا ابين قولا لقد كان منقطع القرين

(روض الكبير ص ۵۰)

اور امام ہی کیا اس عہد کے بڑوں میں شکل ہی سے کوئی آدمی نظر آتا ہے جس نے حضرت زید شہید کے متعلق اس قسم کے الفاظ نہ استعمال نہیں۔

شعبی سے روایت ہے کہ زید بن علی سے بہتر بچہ شاید ہی کسی عورت نے پیدا کیا ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علمی اور فہمی فراست کے ساتھ حضرت زید

شہید کی دنیاوی سوجھ بوجھ غیر معمولی تھی۔

﴿امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی﴾

حضرت زید کوفہ میں

اس مختصر تعارف کے بعد قارئین کے لئے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ حضرت زید بن زین العابدین نے بنوامیہ کے خلاف کیسے علم جہاد بلند کیا جب کہ خاندان اہل بیت عملی سیاست سے قطعی طور پر الگ تھلگ ہو کر محض عبادت الٰہی اور حصول علم میں مصروف و مشغول تھا۔

تو ہوا یہ کہ بنوامیہ کے سابق عامل خالد قاسری جو کہ کوفہ میں تھا کو سنے ہشام بن یوسف نے فیصل وغیرہ کے کیس میں ملوث کرنے کے لئے کچھ شہادتیں جمع کر لیں اور کہا کہ یہ فیصل شدہ روپیہ پیش کرو خالد کو کہے اور تو نہ سوچی اس نے کہہ دیا کہ میں نے یہ رقم مدینہ میں حضرت زید بن زین العابدین کے پاس جمع کرائی ہے اور ان کے ساتھ کئی لوگوں کے نام بھی بتا دیئے یوسف نے مروانی حاکم ہشام بن عبدالملک کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی چنانچہ ہشام نے حضرت زید اور دوسرے لوگوں سے جن کا نام خالد نے لیا تھا پوچھ گچھ کرنے کے لئے حاکم مدینہ کو لکھا۔ اس نے حضرت زید کے سامنے یہ واقعہ دہرایا تو آپ حیران رہ گئے بالآخر اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے انہیں ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق آنا پڑا۔

آپ نے صفائی پیش کی تو شام نے کہا کہ آپ سچے ہیں اور خالد

جھوٹا ہے مگر آپ کو بجائے مدینہ واپس جانے کے کوفہ جانے کے لئے کہا۔

تا کہ خالد کے سامنے بات ہو جائے۔ آپ کوفہ میں آئے تو خالد

نے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ میں نے آپ کے پاس کوئی امانت نہیں رکھی

۔ حضرت زید نے پوچھا تو پھر تو نے ہمارا نام کیوں لیا؟

تو اس نے جواب دیا مجھے توقع تھی کہ آپ کے آنے پر نجات کی

کوئی راہ نکل آئے گی کوفہ کی حالت اس وقت یہ تھی کہ مساجد کے مینار گرا

دیئے گئے تھے اور عیسائیوں کے لئے پر شکوہ گرجا تعمیر کر دیا گیا تھا ایمان

والوں پر مشرکین کا تسلط صرف اس وجہ سے قائم کیا گیا تھا کہ یار شاہی آمدنی

میں کمی نہ آئے۔ بہر حال انتہائی ابتر حالات تھے اس وقت کوفہ میں ان

حالات میں اگر زید خود آنا چاہتے تو ہرگز نہ آسکتے کیونکہ حکومت مروانیہ نے

اہل بیت کی مکمل طور پر نگرانی کر رکھی تھی۔

حالانکہ اہل بیت رسول کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اب چونکہ

حضرت کو خود حکومت ہی نے کوفہ بھیجا تھا۔

اس لئے کوفہ میں آپ کی آمد انتہائی پر سکون ماحول میں ہوئی تھی مگر

مصیبت یہ ہوئی کہ کوفیوں کے سینوں میں سوئے ہوئے جذبات کے جراثیم

پھر جاگ پڑے۔

اہل کوفہ نے جناب زید شہید کی خدمت میں اسلامی اقدار کو بچانے

رہے تھے تاہم مؤرخین و محققین کا اتفاق ہے کہ یزید بن ولید بن عبدالملک

سے بدرجہا بہتر تھا۔

فتویٰ یہ تھا

اور اس حقیقت سے کون نا آشنا ہے کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام

اپنے چچا زید رضی اللہ عنہ سے شان و عظمت میں بہر صورت اور بہر حال

بدرجہا بہتر تھے۔ اب جب کہ یہ ثابت ہے کہ امام حسینؓ زید سے بہتر و برتر

ہیں اور یزید ہشام سے کم تر و بدتر ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زیدؒ

کے جہاد کے بارے میں فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

خروجه يضاهي خروج رسول الله صلى الله

عليه وآله وسلم يوم بدر

یعنی حضرت زید کا اس وقت کھڑے ہونا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدر میں تشریف لے جانے کی

طرح ہے۔

﴿الروض النضیر ص ۲۶۰ بحوالہ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۱۳۸﴾

ایک روایت اور بھی ہے کہ ان دنوں حج کا زمانہ تھا اور امام ابوحنیفہ

نے فتویٰ صادر کیا کہ جناب زید کی قیادت میں جہاد کو جانا حج بیت اللہ سے

افضل ہے۔

اسلام یا فرعونیت

ان روشن حقائق کی موجودگی میں عباسی وغیرہ کا مسلمانوں کو دھوکا

دینا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے حاکم وقت کے خلاف خروج سے منع فرمایا ہے

اور پھر ساتھ ہی امام صاحب کے تلامذہ امام محمد وغیرہ سے بھی ایسی ہی باتیں

منسوب کی ہیں جو سراسر جھوٹ، بے بنیاد کذب سرائی اور صریح دھوکا کے

مترادف ہے اس قسم کا پراپیگنڈا کرنے والے لوگ ہر حکومت کی چمچہ گیری کے فرائض

انجام دیتے ہیں۔

کہ جب کوئی حاکم بن جائے تو اس کے جور و ستم سہتے رہو۔ اسلام

کی پامالی اور بربادی دیکھتے رہو۔ مگر اس کے خلاف کبھی آواز نہ اٹھاؤ وہ جو کرتا

ہے اسے کرنے دو ورنہ تم دین سے نکل جاؤ گے تمہاری موت جاہلیت کی

موت ہوگی تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا وغیرہ وغیرہ ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص بذریعہ

الیکشن جمہوری طرز پر برسر اقتدار آجائے۔ تو پھر وہ متغلبہ علیہ حاکم ہوگا یا نہیں؟

اور جب وہ یقیناً متغلبہ علیہ ہے تو پھر اس کے خلاف عوام کی نعرہ بازی

کیوں ہوتی ہے۔ اسے ذلیل و رسوا کر کے ایوان صدر سے کیوں نکالا جاتا

ہے اس سے اسلامی دستور کیوں طلب کیا جاتا ہے اس کے اعمال و افعال پر

کیوں تنقید کی جاتی ہے اور پھر حکومتوں کے تختے کیوں الٹے جاتے ہیں۔

حالانکہ تمہارے فارمولے کے مطابق ایسا کرنے والے لوگ لائق

گمراہی ذہنی پستی اور جہالت کی موت مرنے والے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمہارا یہ غلام نما مسلمان حاکموں کو جنگلر اور بنا لمن بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ نمرود اور فرعون بننے پر راغب کرتا ہے، جبکہ اسلام نے مسلمانوں کو حکام کا محاسبہ کرنے کا پورا پورا حق دے رکھا ہے۔

اسلام تو مظلوم کی حمایت کرتا ہے مگر تم کہتے ہو کہ ظلم سہتے رہو مگر ظالم کی شکایت نہ کرو۔ اسلام جابروں سے ٹکرانے کا حکم دیتا ہے مگر تم کہتے ہو کہ مجبور گھٹ گھٹ کر مر جائے مگر جابر حاکم کے خلاف آواز بلند نہ کرے۔ اسلام کہتا ہے کہ جو حاکم نماز کا تارک ہو اس سے ٹکرا جاؤ۔

تم کہتے ہو کہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے والے کو بھی خلیفہ راشد تسلیم کرو، اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے کو باغی قرار دیتے ہو۔

کیا یہ تاریخی ریسرچ ہے یا اسلام سے کھلم کھلا بغاوت اور سرکشی ہے تم خواہ رسول کو باغی کہتے ہو

حالانکہ تم خود باغی ہو، خدا اور خدا کے باغی ہو اور رسول کریم کے باغی اسلام اور قرآن کے باغی اور اس بغاوت کی سزا یقیناً جہنم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی پر تعصب کا بھوت سوار ہو تو وہ ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے، یہی حال موجودہ تواصب کا ہے۔

تعصب کی آگ نے ان کے ذہنوں کو پراگندہ اور دماغوں کو مختل کر

نہیں تھی وہ ایک کھلنڈرا اور عیش پرست امیر زادہ تھا۔

بعض تمہارے مجھی وہ اپنے استاد کی بگڑی اچھال دیا کرتا تھا۔ پھر اس کی اچھی تربیت کس نے کرنا تھی۔ وہ گاؤں میں محض اپنے ذوق کی تسکین کے لئے رہتا تھا اور اس کا وہ ذوق تھا شکار گاہوں میں کتوں کی فوج لئے پھرنا یہی اس کا تعلیم مشغلہ تھا اور یہی اس کا جہاد تھا اور اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے امیر معاویہ اس کی ان عادات اور درشتی مزاج کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کا بھی یہی خیال تھا کہ اسے اس وقت تک لوگوں سے دور رکھا جائے جب تک اس کی حکومت کی تمام راہیں استوار نہ کر لی جائیں۔

یہی وجہ تھی کہ متعدد لوگ اس کے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف نہ تھے اور جو لوگ اسے قریب سے جانتے تھے انہوں نے امیر معاویہ کو تنبیہ کی کہ پہلے اس کی اصلاح کر لیجئے اور پھر بیعت کا سلسلہ شروع کر لینا چنانچہ حاکم بصرہ کوفہ زیاد جو ابن زیاد ملعون کا باپ۔ اور امیر معاویہ کے باپ ابو سفیان کا بیٹا تھا اس نے واضح طور پر امیر معاویہ کو اس کام سے رک جانے کا مشورہ دیا تھا۔

تاریخ کامل ابن اثیر اور دیگر کتب تواریخ میں اس امر کی پورے طور پر وضاحت موجود ہے ذیل میں ہم تاریخ ابن اثیر کے خلاصہ پر مشتمل ترجمہ شدہ حصے کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ واقعات اچھی طرح نکھر کر قارئین کے سامنے آجائیں۔

بیعت یزید کے مفصل حالات

یزید سے اس کے باپ کے ولیعہد ہونے کی بیعت کی

ابتداء اور تحریک مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے ارادہ کیا کہ ان کو کوفے سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید ابن عاص کو مقرر کریں مغیرہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں خود امیر معاویہ کے پاس جا کر ان سے دے آؤں گا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مجھے حکومت سے نفرت و کراہت ہے۔

﴿خلافت بنوامیہ ابن اثیر، ج ۱۔ ص ۸۴﴾

چنانچہ وہ اس خیال سے دمشق پہنچے اور پہلے یزید کے ہی ذریعے یزید کی ولیعہدی کی بات امیر معاویہ تک پہنچائی انہوں نے بلا کر پوچھا مگر اس میں میرا تعاون اور معاون کون ہوگا؟

مغیرہ نے کہا کہ اہل کوفہ میرے لئے ہیں اور بصرہ کے لئے زیاد کافی ہے ان دونوں شہروں کے بعد کوئی شخص آپ کی مخالفت نہیں کرے گا۔

امیر معاویہ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تم واپس جاؤ اور ایسے لوگوں سے اس کے متعلق گفتگو کرو جن پر تمہیں اعتبار و وثوق ہو پھر ہم اور تم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔

امیر معاویہ سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں میں آئے انہوں

نے پوچھا کیا ہوا؟ مغیرہ نے جواب دیا۔ میں نے امیر معاویہ کے پاؤں اقدس چومے کی بعید الغایت رکاب میں رکھ دیا ہے۔ اور ان کے امور میں ایسا اختلاف کیا ہے جو قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ اور پھر ایک شعر پڑھا جس کا یہ ترجمہ ہے۔

مجھ جیسا آدمی تو دشمن کے رازوں میں شریک ہوتا ہے اور مجھ جیسے آدمیوں کو بڑے بڑے غضبناک دشمن گرامی قدر سمجھتے ہیں۔

الغرض اس کے بعد مغیرہ واپس آئے اور کوفہ میں ایسے لوگوں سے یزید کا ذکر کیا جن کو وہ جانتے تھے کہ وہ بنو امیہ کے طرف دار ہیں۔ اور پھر ان سے دس یا دس سے زائد اشخاص کا وفد تیار کیا۔ اور ان کو تیس ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کی ماتحتی میں روانہ کیا ان لوگوں نے امیر معاویہ کو مل کر بڑے زور و شور سے بیعت یزید کے خیال سے تکلم اتفاق کیا۔ اور افتخار بیعت کی درخواست پیش کی۔

امیر معاویہ نے انہیں کہا کہ ابھی اپنی رائے کے اظہار میں عجلت نہ کرو بلکہ اپنی رائے پر جمے رہو پھر موسیٰ بن مغیرہ سے پوچھا تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا؟

موسیٰ بن مغیرہ نے کہا کہ تیس ہزار درہم میں امیر معاویہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دین کو کیسا آسان سمجھ رکھا ہے

﴿خلافت بنو امیہ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۸۸﴾

اس کتاب میں دوسری روایت ہے کہ وہ وفد چالیس افراد پر مشتمل تھا اور جب موسیٰ بن مغیرہ سے امیر معاویہ نے پوچھا کہ تیرے باپ نے ان کے دین کو کتنے میں خریدا تو انہوں نے کہا کہ چار سو درہم میں۔ امیر معاویہ نے یہ سن کر کہا کہ مغیرہ نے ان کے دین کو بہت سستا پالیا ہے۔

پھر امیر معاویہ نے اس وفد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ عجلت سے تاخیر اچھی ہے۔ وفد واپس چلا گیا اور امیر معاویہ کا یزید کی بیعت لینے کا ارادہ قوی ہو گیا اور پھر مشورہ کے لئے بصرہ کے گورنر زیاد کو خط لکھا

﴿خلافت بحوالہ کامل ابن اثیر ج ۱، ص ۸۹﴾

کردار یزید کی جھلکیاں

زیاد نے خط پڑھ کر عبید ابن کعب النمیری سے کہا کہ امیر معاویہ نے مجھے ایسا ایسا خط لکھا ہے۔ وہ لوگوں کی نفرت سے خائف بھی ہیں اور ان کی تابعداری کی امید بھی رکھتے ہیں امر الاسلام کا تعلق اور اس کی خلافت بہت مشکل کام ہے یزید کے مزاج میں نرمی اور سستی ہے اور اس کے ساتھ ہی شکار کا از حد دلدادہ ہے اس لئے تم امیر معاویہ سے یزید کے عادات و خصائل بیان کرو اور کہو کہ ابھی اس کام میں توقف کرو۔

عبید ابن کعب نے مشورہ دیا کہ اس سے یہ بہتر ہے کہ میں یزید سے مل کر پتا لوں کہ تمہارے والد نے زیاد سے تمہاری بیعت کے متعلق مشورہ

طلب کیا ہے ان کو خوف ہے کہ لوگ تمہاری سختیوں کی وجہ سے تم پر اعتماد کریں گے

دین ان کا خیال ہے کہ یہ ایسی باتوں کو ترک کر دے جن کی وجہ سے لوگوں

کے دلوں میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا ہے۔

زیاد نے یہ مشورہ قبول کر لیا پھر جب یزید کو ملا اور تمام واقعہ بیان کیا

جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنی بہت سی باتوں سے باز آ گیا یزید کو ملنے کے بعد امیر

معاویہ کو زیاد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ ابھی اس معاملے میں عجلت نہ کریں۔

(خلافت معاویہ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۸۹)

انعقاد بیعت

جب زیاد کا انتقال ہو گیا تو امیر معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کا

عزم کر لیا چنانچہ عبداللہ ابن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے۔

جو انہوں نے قبول کر لئے لیکن جب ان کے سامنے بیعت یزید کا

ذکر کیا تو فرمایا چہ خوب اس کا مطلب ہے میرا دین بہت سستا ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ میری بدیاں کچھ کمی ہو

گئی ہیں۔

اور چاہتا ہوں کہ میری موجودگی میں خلافت کا فیصلہ ہو جائے۔

تاکہ امت اختلاف و انتشار سے بچ جائے مروان نے اہل مدینہ کے سامنے

تقریر میں یہ پیغام پہنچا دیا۔ جواب میں سب نے کہا کہ یہ بہت اچھی بات

ہے مگر ہمیں بتا دیا جائے گا کہ کسے منتخب کیا جا رہا ہے۔

تا کہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو سکے اور نہ ہی وہ انتخاب میں غلطی

کریں۔ مروان نے امیر معاویہ کو یہ اطلاع دے دی۔ امیر معاویہ نے لکھا کہ

یزید کا انتخاب کیا گیا ہے۔

مروان نے پھر لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ امیر معاویہ نے

تمہارے لئے ایک شخص کا انتخاب کر لیا ہے اور انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی

چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا ہے۔

اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ

تم بھی جھوٹے ہو اور معاویہ بھی جھوٹا ہے۔

امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی کو انتخاب کرنے کا

تمہارا ارادہ نہیں بلکہ تم لوگ اسے ہرقل بنانا چاہتے ہو کہ ایک ہرقل مر گیا تو

دوسرا ہرقل اس کی جگہ بادشاہ بن جائے۔

مروان نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے

والذی قال لوالدیه اف لکما والی آیت نازل کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ سنا تو پردے کے پیچھے سے

فرمایا اے مروان اے مروان!

پھر تو وہ سبھی تو سب سنا سنی ہو گئے اور مروان نے بھی ادھر منہ کر لیا اور

آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو کہ آیت عبدالرحمن کے حق میں نازل ہوئی

ہے، بلکہ یہ آیت فلاں فلاں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مگر تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے بگڑے ہوئے ہو، پھر

حضرت امام حسین نے بگڑے ہوؤں میں بیعت یزید کا انکار کیا۔

اور ابن عمر اور ابن زبیر نے بھی ایسا ہی کیا، مروان نے ان تمام

باتوں کی خبر معاویہ کو دی۔

﴿غزالت خواص ابن اثیر﴾

وہ بات کرو جو ہم چاہتے ہیں

اس اثناء میں امیر معاویہ نے اپنے عمال یزید کی تعریف و توصیف

کرنے اور مختلف شہروں سے ان کے پاس وفود بھیجنے کے لئے لکھا، چنانچہ

مدینہ منورہ سے محمد بن عمرو بن حزم اور بصرہ سے احنف بن قیس آئے اور امیر

معاویہ سے ملاقات کی۔ محمد بن عمر نے کہا کہ ہر راعی سے اس کی رعیت کا

سوال کیا جائیگا، اس لئے آپ خوب غور کر لیجئے کہ آپ امت محمدی پر کس کو

والی بنا رہے ہیں، یہ سن کر امیر معاویہ پر کچھ دیر کی خموشی طاری رہی، شرمندگی کی

طاری ہوئی کہ سردی کے موسم میں پسینہ شروع ہو گیا۔

پھر امیر معاویہ نے احنف بن قیس (بصرہ والے) کو یزید کے

پاس بھیجنے کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آئے تو امیر معاویہ نے پوچھا کہ تم نے

یزید کو کیسا پایا انہوں نے جواب دیا میں نے شباب، نشاط، دلیری اور مزاج

دیکھا۔

اس کے بعد امیر معاویہ کے پاس وفود جمع ہو گئے تو انہوں نے

صحابی ابن قیس فزاری کو کہا کہ پہلے میں کلام کروں گا اور جب میں چپ ہو

جاؤں تو تم لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دو گے اور مجھے بیعت لینے کی

ترغیب دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا پھر سعید بن اشدق نے بھی اسکی ہی

تقریر کی اس کے بعد یزید بن مقنع عذری نے اٹھ کے کہا کہ امیر معاویہ کے

بعد یزید خلیفہ ہوگا۔

اور اگر کسی نے اس کا انکار کیا تو اس کا فیصلہ تلوار کرے گی امیر

معاویہ نے کہا کہ آپ بیٹھ جایئے آپ سید الخطباء ہیں اس کے بعد ہر وفد

نے بھی یزید کے حق میں تقریریں کیں۔

(خلافت بنو امیہ، کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۹۱)

اس کے بعد امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا کہ تم کیا کہتا

چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا کہ اگر سچ کہتے ہیں تو آپ سے ڈر لگتا ہے اور اگر

جھوٹ کہتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے خوف آتا ہے۔

اے امیر المومنین! آپ یزید کے میل و جہاد، ظاہر و باطن، اور دخل

و خروج سے واقف ہیں پس اگر آپ ان کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے

پسندیدہ خیال کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں اور اگر آپ اس کے

متعلق اس کے سوا کچھ اور رائے رکھتے ہیں تو اس معاملہ کو تو ہمیں دنیا ہی

چھوڑتے جا رہے ہیں جبکہ آپ خود ہی آخرت ہونے والے ہیں

بعد ازاں لوگ متفرق ہو گئے اور احنف کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے

غرض یہ کہ امیر معاویہ دور و نزدیک کے آدمیوں کو انعام و اکرام دیتے رہے ان کی

خاطر و مدارت کرتے اور ان پر لطف و احسان کرتے رہے تا آنکہ لوگ پختہ

طور پر ان کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے بیعت سے بیعت کر لی جب اہل

عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر

حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔

﴿خلافت عوامی کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۹۱﴾

تاریخ ابن اثیر میں اس کے بعد وہ تمام روایات معمولی تغیر الفاظ سے

موجود ہیں جو آپ العواصم من القواصم سے بیعت یزید کے سلسلہ میں ملاحظہ

فرما چکے ہیں۔ اور تمام تر روایات و واقعات و گفتگو اور مسلمہ کتب تواریخ

میں بھی موجود ہیں۔ علامہ ابن اثیر جزری سواد اعظم کے عظیم ترین

مورخ محدث اور بطل جلیل ہیں۔ اس لئے آپکی کتاب سے ہی چند

اقتباسات کا اختصار پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ان حالات میں یزید پلید کے لئے لی جانے والی بیعت میں

شریعت مطہرہ کی کونسی شق موجود ہے۔

کیا یہ شرعی خلافت ہے کہ کسی شخص کو نامزد کر کے مسلمانوں سے اس

کے متعلق رائے پوچھی جائے اور بصورت انکار یا توان کو مسلمانوں کی امانت
بیت المال سے بڑی بڑی رقوم عطا کر کے خرید لیا جائے اور یا پھر
شمشیر ان کی صدائے احتجاج کی گردن کاٹ دی جائے۔

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ خلافت راشدہ ہے تو آمریت کس
کا نام ہے۔ آخر یہ عباسی کے نیم معتمد جناب ابن خلدون کی تاریخ سے اس
واقعہ کا مختصر متن ملاحظہ فرمائیں۔

فرد معاویۃ المغیرۃ الی الکوفۃ وامرہ ان یعمل
فی بیعۃ یزید فقدم الکوفۃ وذاکر من یرجع الیہ
من شیعۃ بنی امیہ فاجابوا وقد منھم جماعت
مع ابنہ موسیٰ فد خلوا الی عند النیعۃ لیزید

(تاریخ ابن خلدون جلد سوم ص ۱۶)

وکلائے یزید کا اعتراف

ان روشن حقائق کے باوصف وکلائے یزید خود بھی متعدد مقامات پر
اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ بیعت یزید کے طریقہ کار کو جلیل القدر صحابہ
کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہ صرف یہ چیلنج ہی کیا تھا بلکہ کتاب وسنت
کے خلاف ہر قدم پر احتجاج بھی کیا تھا اور ہر ممکن طریقے سے کوشش کی تھی کہ اسلام
میں اس بدعت ضلالہ کا اجراء نہ ہو۔

یزید کے کارندے اس وقت اعتراف کرتے ہیں جب انہیں یزید

یزید کو فرشتہ سیرت ثابت کرتا ہوتا ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی روداد زمانہ کتابوں میں متعدد مقامات پر لکھا ہوا ہے کہ صحابہ کرام نے یزید کی بیعت خلافت کے طریقہ کی مخالفت کی تھی اس کے کردار پر نکتہ چینی نہیں کی تھی اگر یزید کردار کا اچھا ہوتا تو صحابہ کرام اس بات کا بھی برملا اعلان و اظہار کر دیتے۔

جہاں تک یزید کے کردار پر نکتہ چینی کا سوال ہے اس کی وضاحت بھی ہم چند سطور کے بعد کرنے ہی والے ہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ جب بقول تمہارے بھی یہ بیعت اسلامی طریقہ پر منعقد نہیں ہوئی تو پھر یزید کی حکومت کو خلافت راشدہ اور یزید پلید کو خلیفہ راشد کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

جب یہ بیعت بنیادی طور پر ہی خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف اور دین قیم میں ایک مکروہ ترین امر اور بدعت ضلالہ کی حیثیت رکھتی ہے تو پھر اس کے عواقب و نتائج کو درست تسلیم کروانے کے لئے ہاتھ پاؤں کیوں مارے جاتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ صحابہ کرام نے یزید کے کردار و افعال پر نکتہ چینی کیوں نہ کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے یزید پر نکتہ چینی کی ہے۔ جو لوگ اس وقت یزید کی بدکرداریوں سے آگاہ تھے انہوں نے برملا اس کا اظہار بھی کر دیا تھا جنہیں بعد میں معلوم ہوا تو انہوں نے نہایت نفرت و حقارت سے اس کی بیعت کو توڑ ڈالا حتیٰ کہ یزید کے چچا اور ابن زیاد کے

وہ بیٹے زیاد ابن سفیان نے یزید کو بلا کر اطلاع دی کہ وہ ان بدافعالیوں کو چھوڑ

دے جو اس کی بیعت کے انعقاد میں رکاوٹ بن گئی ہیں۔

یزید کو اس کے گھر والوں سے زیادہ کون جان سکتا تھا زیاد اس کے

گھر کا فرد تھا کیا اگر لوگوں پر یزید کی پوشیدہ کارگزاریاں ظاہر ہو گئیں تو لوگ

اس سے متنفر ہو جائیں گے۔

بہر حال اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یزید قبل از بیعت نہایت

ہی فرشتہ سیرت تھا تو پھر بھی اس کی بیعت شرعی اور سنت خلفائے راشدین

کے خلاف تھی اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس کے دور حکومت میں

کیا ہوا؟

اگر کوئی فرشتہ سیرت حکومت ملنے کے بعد شیطان کا روپ دھار لے

تو کیا اس کی ملکوتی صفات کا جنازہ نکل جائے گا یا نہیں؟

یزید اگر نیک سیرت بھی ہوتا تو بھی اس کی حکومت کو خلافت حقہ نہیں

کہا جا سکتا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی بھی دور میں اچھی سیرت کا مالک نہیں

تھا۔

اس کے بچپن، لڑکپن اور شباب کا ہر دور لہو و لعب اور بدافعالیوں کا

دور تھا حکومت ملنے سے پہلے بھی اس میں مطلق العنانی، کلغلہ پسندی اور عیاشی

و فحاشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور حکومت ملنے کے بعد تو وہ مکمل طور پر کھل

کھیلا اور بھی بھر کر بیت المال کی رقوم سے اپنی تمکین کا سامان فراہم کرتا رہا

بہر حال وہ اول و آخر فطرتاً ایک عیاش شخص تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ ظالم و سفاک اور انتہائی متشدد بھی تھا ان تمام

اوصاف کا شخص امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تو کیا مسلمان آخر کہلانے کا

بھی حق دار نہیں ہو جائیگا اسے صحابہ کا امیر تو بہت کیا جائے ایسا عزت کرنا

سوائے ایک فراڈ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

کیا یزید محدث تھا

یزید نوازوں نے تاریخ کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں گرتے ہوئے ایک

شوشہ یہ بھی چھوڑا ہے کہ یزید ایک بہت بڑا فقیہ اور محدث بھی تھا اس نے

متعدد صحابہ سے سماع حدیث کیا۔ اور اسے متعدد روایات مروی ہیں حالانکہ یہ

بات محض مفروضہ ہے۔

عباسی وغیرہ نے ابوبکر ابن عربی کے حوالہ سے یہ تاثر بھی قائم کیا

ہے کہ بخاری شریف کی اس روایت کے مقابلہ میں جس میں حضرت عبداللہ

بن عمر نے یزید کی بیعت توڑنے کا ارشاد فرمایا ہے ان تمام روایات کو غلط

قرار دیا جائے جن میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی

بیعت نہ کرنے والے چار افراد سے ایک ہیں جو پہلے بحث گزشتہ اوراق میں ہو

چکی ہے اس لئے یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اگر صحیح بخاری شریف والی واقع

ایک معیار قرار دیتے ہوئے پوری بخاری شریف میں ایک روایت ایسی دکھا دو جو

یزید سے مروی ہو، لیکن تم ایسا کبھی نہیں کر سکو گے۔

اس لئے کہ امام بخاری نے یزید پلید سے کوئی ایک روایت بھی بیان

نہیں کی جب کہ بخاری شریف میں مروان بن الحکم جیسے خوارج اور مجروح

شخص سے روایات لی گئی ہیں یہی نہیں۔

بخاری نے یزید پلید سے کوئی روایت لینا پسند نہیں کرتے تو پھر تم اور

کیوں نہیں ہو جاتے جدھر امام بخاری ہیں بخاری کا یہ معیار کیوں تمہاری

تکلیف کا باعث ہے اور اسے قبول کرنے سے کون سی چیز مانع ہے حقیقت

یہ ہے کہ تمہارا اپنا ایک معیار ہے۔

اور تمہارے معیار پر اسلاف میں سے کوئی شخص بھی پورا نہیں اتر سکتا

خواہ وہ کتنا ہی صاحب علم اور زہد کی حیثیت ہو تم نے جن لوگوں کی جلالت علمی کا

اعتراف کیا ہے ان کے بارے میں بھی مخلص نہیں ہو۔

بلکہ ان کی کتابوں سے بھی وہی روایتیں نقل کی ہیں جو تمہارے ذاتی

معیار پر پوری اترتی ہیں ورنہ تم اپنے آپ ہی سب کچھ ہو اور خود ہی محقق

کے نام پر اسلام کی تاریخ کشی کرنے پر تلے ہوئے ہو اور تمہاری یہ تحقیق بے لگام

تمہارا پیچھا اغراق کرنے کے ہی دم لے گی۔

یزید کو خلیفہ اعظم اور محدث اعظم کے نام سے پیش کرنے والو آؤ ہم

تمہیں بتائیں کہ محدثین کرام کی نظر میں یزید کا کیا مقام ہے؟

اور یہ وہ محدثین کرام ہیں جنہیں تم نے بھی بڑے بڑے خطابات سے یاد کیا ہے اور ان کی کتابیں بھی وہ ہیں جو بذات خود اپنی محسن ہیں اور عظیم معیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ ۶۳ھ ربیع الاول میں اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ تمہارے لئے مدینہ منورہ کو تین دن کے لئے مباح کیا جاتا ہے اہل مدینہ سے میرے لئے غلامی کی بیعت لینا وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ چلے جانا اور ابن زبیر سے قتال کرنا۔ چنانچہ مسلم نے یزید کے حکم سے مدینہ منورہ میں افعال قبیحہ کئے صحابہ کرام اور ان کے بیٹوں اور خیار تابعین کو شہید کیا اور فواحش کا ارتکاب کیا۔ یزید ۶۴ھ ۱۵ ربیع الاول کو ہلاک ہوا اور اس کی روایت قابل اعتماد نہیں اور فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ یہ بات امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کی ہے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے اور حکم دیا کہ اس کو بیس درے لگائے جائیں۔

تهذيب التهذيب عسقلانی

ثم خرج اهل المدينة على يزيد فخلعوه فى
سنة ثلاث وستين فارسل اليهم مسلم بن
عقبه السرى وامره ان يستبيح المدينة ثلاثة
ايام وان يبايعهم على انهم خول وعبيد ليزيد

فاذا فرغ منها نهض الى مكة لحرب ابن زبير

فتتل بها مسلم الا قاعدل

قبيحة وقتل بها خلقا من الصحابة وابنائهم

وخيار التابعين وافحش القضية الى الغاية.

وكان هلكة فى نصف ربيع الاول

سنة اربع وستين وليست له رواية تعتمد وقال

كنت عند عمربن عبد العزيز فذكر رجل يزيد

بن معاوية فقال قال امير المومنين يزيد فقال

عمر تقول امير المومنين يزيد وامريه فضرب

عشرين سوطا۔ (تہذیب التہذیب مطبوعہ

مصر جلد ۱۱ ص ۳۱۱ عسقلانی)

میزان الاعتدال ذھبی

میزان میں ہے کہ یزید بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے

اور اس سے ان کے بیٹے خالد اور مروان کے بیٹے عبدالملک نے روایت کی

ہے عدالت متحدوح ہے اور دوسرا روایت کرنے کے اہل نہیں اور امام احمد بن

حنبل نے فرمایا ہے کہ اس سے کوئی روایت پہنچی ہی نہیں۔

یزید بن معاویة روی عن ابیه وعنه ابن

خالد وعبد الملک بن مروان مقدوح فی

عدالته لیس باهل ان یروی عنه وقال احمد

بن حنبل لا ینبغی ان یروی عنه

(میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۴۴۹)

قارئین کو یاد ہوگا کہ ابوبکر ابن عربی اور عباسی نے امام احمد بن حنبل کی کتاب الرد علی الجہمیہ کے حوالے سے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یزید نے امام احمد بن حنبل سے روایت بھی بیان کی ہے اور اس کا ذکر بھی صحابہ کرام سے کیا ہے مگر علامہ ذہبی جیسے جلیل القدر ناقد رجال فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یزید سے کوئی روایت جیسی پختگی ہی نہیں اور وہی کا اپنا قول یہ ہے کہ یزید روایت بیان کرنے کے اہل ہی نہیں اور متعدد وجوہ سے

الدلالت ہے۔

خلاصۃ التہذیب الکمال

رجال کی مشہور کتاب تہذیب الکمال میں ہے کہ یزید نے مدینہ پر حملہ کیا پس وہ روایت بیان کرنے کا اہل نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے چوالیسویں ہجری میں ہلاک کیا۔

متن یہ ہے!

یزید بن معاویۃ بن ابو سفیان ولی العہد من ابیہ واستیفاء المدینۃ فلم یمہلہ اللہ تعالیٰ ھلک سنۃ اربعہ وستین۔

﴿خلاصۃ التہذیب الکمال جلد ۳، ص ۴۷۰﴾

﴿صفی الدین احمد بن عبداللہ﴾

اہل بیت سے یزید کی گستاخیاں

یزید کے حواریوں کی ایک اور چالاکی

یزید کے متعلق یزیدی کی روحانی اولاد یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہے کہ اس ملعون نے اہل بیت رسول علیہا الصلوٰۃ والسلام سے ہمیشہ نیک سلوک کیا اور جب خاندان رسول کی بچی کھچی خواتین اور بیمار امام زین العابدین کو ہمراہ اس کے دربار میں پیش کیا گیا تو وہ ان کے ساتھ نہایت احترام کے ساتھ پیش آیا اور امام عالی مقام کے سر اقدس کو دیکھ کر نہایت غمزدہ ہو گیا اور رونے لگا۔

اور یہ کہ اہانت اہل بیت کے تمام واقعات یزید کے ساتھ شیعوں نے منسوب کر رکھے ہیں اس مفروضہ کو ثابت کرنے کے لئے وہ البدایہ والنہایہ ابن کثیر کی کئی پچھتی عبارات کے ٹکڑے پیش کر کے نہایت اطمینان سے اپنے مکروہ ترین فریضے سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

اس کی تفصیل تو ہم واقعہ کربلا کے تاریخی شواہد پیش کرنے کے بعد بیان کریں گے فی الحال آپ البدایہ والنہایہ کی ہی وہ پوری عبارت پڑھیں

ملاحظہ کریں جن سے واضح طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یزید پلید نے نہایت ذلیل

حرکت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی تھی۔

اس نے جناب امام زین العابدین اور جناب سیدہ زینب سلام اللہ

علیہا کی شان اقدس میں بھی گستاخیاں کیں اور امام عالی مقام کے سر اقدس کو

سامنے رکھ کر نخوت و حقارت کے ساتھ چہرۂ انور پر چھڑی ماری اور بڑے

غرور و نخوت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں نے اولاد رسول سے جنگ بدر کا بدلہ

لے لیا ہے۔

اور جب یزید کے دربار میں ایک کتے شامی نے حضرت فاطمہ بنت

علی سلام اللہ علیہا کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ لڑکی مجھے بخش دیجئے تو جناب سیدہ

زینب سلام اللہ علیہا نے کہا کمینے اس بات کا حق نہ تجھے ہے اور نہ تمہارے

امیر کو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال کرے

تو یزید یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور جناب سیدہ زینب سے نہایت

درشتگی سے پیش آیا۔ بہر حال اب آپ البدایہ والنہایہ کی عربی عبارات کا پورا

متن ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ یزید کے حواری اس کی کہاں تک

وکالت کر سکتے ہیں۔

البدایہ والنہایہ

فلما دخلت الرؤس والنساء علی یزید دعا

اشراف الشام فاجلسهم حوله ثم دعا بعلی بن

الحسين وصبيان الحسين ونساء قاعدات
عليه والناس ينظرون فقال العلى بن الحسين
يا علي ابوك قطع رحمي وجهل حقي و
نازعني سلطاني فصنع الله به ما قد رايت ،
فقال علي « ما اصاب من مصيبة في ولا في
انفسكم الا في الكتاب » فقال يزيد لابنه خالد
قال فما ترى هالشما يرو عليه فقال له يزيد قل
« ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم
ويعفو عن كثير » فسكت عنه ساعة ثم دعا
بالنساء والصبيان فراني حيلة قبيحة فقال
قبح الله بن مرجانه لو كانت بنفهم وبينه
قرابة ما فعل هذا بهم ، ولا بعث بكم
هكذا وروى ابو مخنف عن الحارث بن كعب
عن فاطمة بنت علي قالت لما اجلسنا بين
يدي يزيد رق لنا وامر لنا بشيء والطفنا ان
رجلا من اهل الشام احمر قام الى يزيد فقال
يا امير المومنين هب لي هذه يصيقي لو كنت
جاريه رقيعة فارتعدت فرقا من قوله فعلمت
ان ذلك جائز لهم فاخذت بثياب اختي زينب
وكانت اكبر مني واعقل وكانت تعلم ان
ذلك يجوز فقالت لذلك الرجل كذبت والله
ولؤمت ما ذلك لك وله فغضب يزيد فقال
لها كذبت والله ان ذلك لي ولو شئت ان

افعله لفعلت قالت كلا والله ما جعل الله
ذلك لك الا ان تخرج من ملتنا وتدين بغير
ديننا، قالت فغضب يزيد واسكتها ثم قال لها
تستقبلين بهذا؟ انما خرج من الدين ابوك
واخوك فقالت زعمت بدين الله ودين ابي
ودين اخي وجدي اهتديت انت وابوك
وجدك قال كذبت وعدوة الله، قالت انت
امير المومنين مسلط تشتم ظالما وتقهر
بسلطانك قالت فوالله لكانه استحى
فسكت.

﴿البدایہ النہایہ جلد ۸ ص ۱۹۴/۱۹۵﴾

جنگ بدر کا بدلہ لینے کا اقرار

فحدثني ابو جعفر العنسي قال وقام يحيى بن الحكم لعمرو
مروان بن الحكم فقال:

فلعام يجذب الطف لوفي قرابة
من ابن زياد العبد ذي الحسب الوغل
منية اقصى نصلها عذر الحصى
وليس لآل المصطفى اليوم من نصل

قال فضرب يزيد في صدر يحيى بن الحكم وقال له اسكت وقال
محمد بن حميد الرازي حدثنا محمد بن يحيى الاحمري حدثنا عن
مجاهد قال لما جي براس الحسين وضع يدي يزيد تنكت بهذا
الابيات.

لیث اشیاخی ببدر شهدوا
جزع الخزرج فی وقع الاسل

فاعلوا واستهلوا فرحا
ثم قالوا الی میثا لا تسل

حین حکمت بفناء برکتها
واستقر القتل فی صمد الاسل

قد قتلنا الضعف من اشرافکم
وعدلنا میل بدر فاعتدل

امام عالی مقام کے چہرۂ انور پر چھڑی مارنا

۱۶ عن القاسم قال لما وضع راس الحسین
بین یدی یزید بن معاویة جعل ینکت
بقضیب کان فی یده ثغره ثم قال الحسین ابن
الحسام السری یلتقی ها ما من رجال الثغره
علینا وهم کانوا اعق واظلما

مندرجہ بالا تمام تر عبارات ہیں البدایہ والنہایہ کی ہے جس سے
صاف ظاہر ہے کہ یزید پلید نے امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس نہ صرف یہ
کہا کہ میں نے آل رسول کو قتل کر کے اپنے دو سرداروں کی جنگ بدر میں ہونے

والی شکست کا بدلہ لیا ہے بلکہ اس عالی مقام کے دندان مبارک پر خیزران

سے چھڑی بھی مارتا رہا۔

اسی کتاب سے اس سلسلہ کی دیگر روایات ملاحظہ کریں۔

﴿۳﴾ وقد رواہ ابن ابی الدنیا عن ابی الولید

خالد بن یزید بن اسد عن عمار الدھنی عن

جعفر قال لما وضع رأس الحسین بین یدی یزید

یدوعندہ ابو برزۃ وجعل ینکبت بقضیب

فقال لہ ارفع قضیبک فلقد رأیت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یلثمہ۔

﴿۴﴾ قال ابن ابی الدنیا وحدثنی مسلمۃ

بن شبیب عن الحمید عن سفیان سمعت سا

لم بن حفصہ قال قال الحسن لما جئ براس

الحسین رجعل یزید یطعن بالقضیب

ثنیۃ امسی نسلھا العمی

وبنت رسول اللہ لیس لھا انسل

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲ طبع مصر)

تا محمود عباسی وغیرہ نے مندرجہ بالا کتاب البدایہ والنہایہ کی عبارات

کو کانٹ چھانٹ کر صرف دو بار یہ دعوی کرنے کی کوشش کی ہے جب اہل بیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لٹا پٹا قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو اس

نے شماتت کا اظہار کیا اور امام حسین علیہ السلام کا کٹا ہوا سر اقدس دیکھا

کر غمزدہ ہو گیا بلکہ رونے لگا نیز یہ اس نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور امام زین العابدین کی بڑی آؤ بھگت کی اور نہایت احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا اور گرنیاں ملا تے وقت ان خارجیوں نے البدایہ والنہایہ ہی کی عبارت کے قطع و برید کئے ہوئے جملے چھپا دیئے ہیں۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا روایت کی موجودگی میں گمان کیا جا سکتا ہے کہ یزید کے دل میں امام حسین علیہ السلام و دیگر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ذرہ برابر بھی احترام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں یہ سب یزید پرست ذہنیت کی بوکھلاہٹیں ہیں کہ ہر بات میں دھوکہ دینے کی کوشش کرو اور اس قدر جھوٹ بولو کہ جھوٹ کو بھی پسینہ آ جائے۔

واقعاتِ حَرّہ

خارجیوں کی نظر میں

اللہ کی مہربانی

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت تقریباً پونے چار سال ہے جس میں حادثہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی حادثہ کربلا کو خانہ جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی شرارت کا نتیجہ تھا۔

واقعہ حرہ کے متعلق مزید لکھا ہے۔

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرہ میں مارے گئے اہل نظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر کے چند ہزار لوگوں کی شرارت یا بغاوت کو خانہ جنگی کا نام نہیں دیا جا سکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۲۱۔۱۲۲﴾

عباسی کی سے چاٹنے والے ابن یزید کی عبارت واقعہ حرہ کے بارے میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس پر پورا تبصرہ تو ہم آگے اوراق

ہیں کریں گے یہاں صرف ایک باپ کے دو بیٹوں کا ذکر کرنا ہے۔ کہ واقعہ

حرہ میں شہید ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کی بیعت یزید کا سہارا لے کر

ان غداروں نے امام حسین علیہ السلام کو باغی قرار دیا ہے کہ جنکا اس وقت یہ

لوگ صحابہ کرام اور صحابہ کرام کی اولاد تھے اور انہوں نے یزید کی بیعت کر کے

ثابت کر دیا تھا کہ یزید بڑا صالح اور سعید ہے مگر اب انہی لوگوں کو شرار تی

قرار دیا جا رہا ہے۔

بہر حال غداریت اسی کا نام ہے اور خارجیوں کا یہ کردار آج سے

نہیں بلکہ ان کے آباؤ اجداد شروع ہی سے ایسا کرتے آئے ہیں۔ ان بد

نصیبوں کے دل میں نہ تو اہل بیت مصطفیٰ کی عزت ہے اور نہ صحابہ کرام کا

احترام جب اہل بیت کو سب و شتم کرتا ہوتا ہے تو صحابہ کرام کی آڑ لیتے ہیں

اور جب صحابہ کرام کی توہین مقصود ہوتی ہے وہ اقرار اہل بیت کا سہارا تلاش کر

لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی صحابہ سے بھی دشمنی ہے اور اہل بیت سے بھی

عداوت ہے اگر ان لوگوں کے سینوں میں صحابہ کی سچی محبت ہوتی تو یہ لازمی

امر تھا کہ یہ کبھی دشمن اہل بیت نہ بنتے۔

بہر حال آئندہ اوراق میں ہمیں اس پر تفصیل سے بحث کریں گے

یہاں آپ واقعہ حرہ کے بارے میں نامور عباسی شاہزادہ تحریر کی ملاحظہ فرما

ئیں یزید کی مدینہ پر فوج کشی کے بارے میں لکھتا ہے۔

مدینہ صحابیوں نے لوٹا

اس سختی میں کی نوعیت بھی یہ تھی کہ ایک ہاتھی مہم یا فیوں کی سرکوبی کے لئے تجر

یکارفوجی افسر کی ماتحتی میں بھیجی گئی افسروں میں متعدد صحابی و تابعی حضرات

تھے افسر بالا امیر مسلم بن عقبہ المری جو کبیر السن تھے اور اس زمانہ میں مریض

بھی انہوں نے اس خدمت کو بخوشی قبول کیا جس مدینہ طیبہ میں نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کا ان کو شرف حاصل ہوا تھا اس کو اپنی زندگی میں

کتنا فساد سے پاک کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے ان کے ساتھ دیگر صحابہ امیر حصین

بن نمیر السکونی الاصابہ صفحہ ۳۳۹ ج ۱ امیر عبداللہ بن عمیر اشعری الاصابہ

ص ۳۴۶ ج ۳ عبداللہ بن سعد الغزاری تاریخ الاسلام ذہبی ج ۳

ص ۳۱ اور دوسرے صحابی و تابعی بھی ساتھ بھیجے گئے امیر روح بن زنباع

تابعی تھے ان کے فرزند ضبعان بن روح والی اردن تھے ان کے علاوہ متعدد

وہ حضرات بھی شامل تھے جو عبداللہ بن زبیر کے پاس امیر المومنین ﴿یزید﴾

کے پیغمبر کی حیثیت سے جا چکے تھے

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۸﴾

حبیب بن کرہ کا جو بنی امیہ کی تحریر لے کر امیر المومنین ﴿یزید﴾

کے پاس گیا تھا کا یہ بیان کہ جب فوجی دستہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا امیر

المومنین اسے رخصت کرنے خود آئے تلوار لٹکے میں لگائے ہوئے تھے اور

عربی کمان کاندھے پر لٹکائے ہوئے تھے لشکر کے سواروں کو دیکھ رہے تھے

اور یہ اشعار اپنی زبان سے کہہ رہے تھے جو بکثرت الفاظ بدلے بھی نقل ہو چکے

ہیں۔

پھر امیر لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مدینے کے لوگوں کو تین دن کی

مہلت دینا مان جائیں تو خیر ورنہ لڑائی کرنا جب غلبہ پا جاؤ تو باغیوں کا مال

اور روپیہ اور ہتھیار اور غلہ یہ لشکریوں کے لئے ہے۔

اس حکم پر بڑی چہ میگوئیاں کی جاتی ہیں اور وہ حدیث پیش کی جاتی

ہے جس میں مدینہ کی حرمت بتائی اور اہل مدینہ پر خوف مسلط کرنے والوں

پر لعنت کی گئی ہے لیکن کوئی صاحب یہ نہیں بتاتے کہ مدینہ کی حرمت پر حرف

لانے والا اصل میں تھا کون؟

اس خالی روحانی مرکز کو عسکری مورچہ اور بغاوت کا محور بنایا کس نے

تھا؟

قرآن حکیم نے تو عین کعبہ میں بھی جنگ کی اجازت دے رکھی ہے

پھر مدینہ کو فتنہ شورش سے پاک رکھنے اور باغیوں کی سرکوبی میں کیا چیز مانع تھی

ایسی حالت میں بھی سمجھانے بجھانے فہمائش کرنے اور ایمان پیش کرنے کا

کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا تھا جو اہل مدینہ بغاوت میں شریک نہ تھے ان سے

حسن سلوک کی تاکید کی گئی تھی۔ حضرت زین العابدین کے متعلق فوجی افسر کو

خاص ہدایت کی گئی تھی۔ (صفحہ نمبر ۳۷۹)

امیر مسلم نے اہل مدینہ کو مخاطب کر کے جو الفاظ کہے وہ مورخین نے یہ لکھے ہیں۔

اے اہل مدینہ! امیر المومنین یزید سمجھتے ہیں کہ تم لوگ اصل ہو تمہارا خون بہانا انہیں گوارا نہیں۔ تمہارے لئے تین دن کی مدت مقرر کرتا ہوں جو کوئی تم سے باز آ جائے گا اور حق کی طرف رجوع کرے گا ہم اس کا عذر قبول کریں گے اور یہاں سے چلے جائیں گے اور اس طرف کی طرف متوجہ ہوں گے جو مکہ میں ہے۔ اور اگر تم نہ مانو گے تو سمجھ لو کہ حجت تمام کر

تین دن گزرنے کے بعد پھر اہل مدینہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے اہل مدینہ تین دن گزر چکے۔ کہو اب تم کو کیا منظور ہے ملاپ کرتے ہو یا لڑنا چاہتے ہو؟

اہل مدینہ نے جواب میں کہا کہ ہم لڑیں گے اس پر بھی امیر مسلم نے پھر ان سے یہ الفاظ کہے دیکھو ایسا ہرگز نہ کرو۔ ہنگامہ تم سب اطاعت گزاری اختیار کرو پھر ہم تم مل کر اپنا زور اس ملحد ابن زبیر کے پیروؤں پر جس نے فاسقوں کو چار جانب سے اپنے پاس جمع کر رکھا ہے۔

(طبری ص ۷۔۸)

فاسقوں اور بے دینوں سے مراد بنو امیہ تھے جو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے۔

باغی پھر بھی باز نہ آئے۔ تین طرف خندقیں کھود رکھی تھیں، پتھروں کے ذخیران کے پاس تھے صلح کی بات کا جواب پتھروں سے دیا اور جب امیر مسلم نے آخری بات کہی کہ خدا سے ڈرو اور اپنی جانوں کی خیر مناؤ تو انہیں گالیاں دیں اور امیر المومنین کو بھی نہ چھوڑا انہیں بھی گالیاں دیں۔

مدینہ کی آبادی کوئی لاکھوں کی نہ تھی سب شہر باغی نہ تھا۔ بغاوت کے سرغنہ وہ لوگ تھے جنہوں نے وقتی ہنگامہ بپا کر کے عوام کی ایک جماعت اکٹھی کر لی تھی، پھر مورچہ بندی کی تھی ان کی عسکری قوت کی کمزوری اس سے ظاہر ہے کہ خندقیں تین ہی طرف کھودی گئی تھیں۔ اور ایک طرف ایسی آبادی تھی کہ دفاعی نقطہ نظر سے کارآمد نہیں ہو سکتی تھی۔

انصار کا بڑا گھرانہ بنو عبدالاشہل اس طرف آباد تھا یہ گھرانہ باغیوں کا شروع سے مخالف اور امیر المومنین کا حمایتی تھا۔ گویا بیعت توڑنے والے باغیوں کی فوج اتنی نہ تھی کہ سامنے سے دشمن کا مقابلہ کر سکے۔

اور نہ اتنی کہ تین طرف خندق کھود کر چوتھی طرف مخالفتی دستے متعین کر سکتے۔ خونی زاویہ نگاہ سے شاید ہی کبھی کوئی ایسی تعمیم کارروائی کی گئی ہو جیسی اس وقت مدینہ کے باغیوں نے کی تھی۔

ان کو فخر تھا کہ ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے ہم ارض پاک کے رہنے والے ہیں ان کی اس جہالت کا اشارہ امیر المومنین کی آنکھ کے ایک اشارے سے ہو سکتا ہے جو صوفی نے امیر عسکر کو روانہ کرتے وقت کی تھی فرمایا تھا یہ

سمجھ لو کہ تم ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو تلوار کی مار سے نہیں ڈرتے اور

اکثر ہیں جنہیں امیر المومنین معاویہ کے حلم نے بیکار رکھا ہے اور ان کو یہ گمان

ہے کہ امیر لا تحد ان پر حملہ نہیں کر سکتا۔

﴿انساب الاشراف ج ۲ ص ۳۳۲﴾

غرض یہ کہ جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو فوجی دستہ خندقوں کی

طرف بڑھا، باغیوں نے پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیے جب اہل شام

خندقوں کا پھیرا لگاتے تو لوگوں نے پہاڑوں اور چھتوں پر سے پتھروں اور

پہاڑوں پر سے پتھروں اور تیروں کا نشانہ بنایا۔

﴿البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۳۳۲﴾

اسی میں جو اجمل کے سرکردہ لوگوں نے امیر مسلم کو مشورہ دیا کہ

ان کے محلے سے فوج گزار کر شہر پر قبضہ کر لیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۲۳۳﴾

عوانہ مؤلف نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کو رشوت دی گئی تھی تو انہوں

نے پشت دے دیا۔

تھوڑی دیر لڑائی ہوتی رہی چند سرغنہ مارے گئے اور کچھ فرار ہو گئے

اور اس طرح سے جا ملے۔ پانچ چھ سرغنہ گرفتار ہوئے اور مجرم بغاوت قتل کیے

گئے۔

رہیں وہ تفصیلات جو بعد میں گھڑی گئیں کہ ہزاروں آدمی قتل ہوئے

خواتین کی بے حرمتی کی گئی دو ہزار کنواری لڑکیاں حمل سے رہیں یا بے دریغ

مدینہ کو لوٹا گیا تو یہ سب واہیات میں اکاذیب محض ہیں۔ جو بعد کے مسلمانوں کو

پراگندہ کرنے اور پہلے مسلمانوں کی عزت و حرمت پر حرف لانے کے لئے

وضع کی گئیں۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۳۷۹ تا ۳۸۱﴾

بغاوت کا تو چند گھنٹوں میں قلع قمع ہو گیا تھا شہر کو فتنہ و عناصر سے

پاک کرنے میں ہفتہ عشرہ لگ گیا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۳۸۲﴾

یہ ہے غالی خارجی ناصبی عباسی کی واقعہ حرہ کے بارے میں فارجیانہ

تحقیق جو ہم نے مسلسل عبارت کی صورت میں پوری کی پوری نقل کر دی ہے

اگرچہ اس نے یزید کی حمایت میں پورا زور قلم صرف کر لیا ہے لیکن پھر بھی وہ

سب کچھ تسلیم کر لیا ہے جسے مان لینے سے اس کی جان جاتی ہے۔

مثلاً یہ تسلیم کرتا ہے کہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ پر چڑھائی

کے وقت حکم دیا تھا کہ جب اہل مدینہ پر غلبہ حاصل کر لو تو ان کا سب مال

و دولت اور اسلحہ وغیرہ قبضے میں کر کے شامی فوج میں تقسیم کر دینا بلکہ ان کے

کھانے پینے کا سامان غلہ وغیرہ اکٹھا کر کے شامیوں کو دے دینا۔

یعنی اہل مدینہ کا تمام مال و سامان مال غنیمت سمجھنا اور اپنے امیر لشکر

کو یہ بھی بتا دیا کہ مدینہ منورہ کے لوگ سب [illegible] ناکارہ ہیں ان کا بھی خوف نہ

اور آخر میں انھیں میرے باپ کی حلیمی نے باغی رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ سمجھ رہے ہیں کہ میرا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا گویا اہل مدینہ منورہ پر جو بھی مظالم توڑے گئے وہ سب یزید پلید کے حکم سے تھے اور یہ بھی بار بار لکھا ہے کہ اہل مدینہ باغی تھے اور انہیں بجرم بغاوت قتل کیا گیا۔

یعنی یزید کی بیعت توڑنے کے صلہ میں ان کا احترام صحابیت و تابعیت بھی ختم ہو گیا اور وہ سب بیک جنبش قلم باغی فسادی اور فتنہ پرور ہو گئے اور نادانستہ طور پر یہ بھی اقرار کر لیا کہ اہل مدینہ یزید کو گالیاں دیتے تھے حالانکہ پوری کتاب میں طوطے کی طرح یہی رٹ لگا رہا ہے کہ اہل مدینہ تو یزید کے قصیدے پڑھتے تھے اور اس کی امامت و خلافت پر متفق تھے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس مقدس ملائکہ نے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر اس کی بیعت کی تھی انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی تھی اور جب انہوں نے بیعت توڑ ہی دی تھی تو پھر ان صفحات میں یہ ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ تمام اہل حرمین نے یزید کی بیعت بخوشی قبول کی تھی اس لئے وہ صحابہ کا امام اور امیر ہے۔

بہر حال اہل مدینہ کی بیعت توڑ دینے کو عباسی بغاوت کا نام دیتا ہے اگرچہ اس کا پس خوردہ ابن یزید یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ یزید کے زمانے میں کوئی بغاوت نہیں ہوئی اور واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ چند بد اور لوگوں کی شرارت تھی اور اس شرارت کو بغاوت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

عباسی نے اس بات پر بھی بڑا زور دیا کہ مدینہ منورہ کو تاراج
کرنے والے لشکر کے امیر صحابی تھے اور وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ
جس مدینہ منورہ میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی
ہے وہاں کے لوگ فتنہ و فساد برپا کریں۔

اب اس منطق کو سوائے کسی شیطانی دماغ کے دھوسے کے اور کیا نام
دیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کو تباہ و برباد کرنے کی
سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا بدلہ اتارا جا سکتا ہے۔

تاہم عباسی نے اپنے زبردست محقق ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی
ہے کہ شامی فوج نے شہر رسول پر حملہ کر کے فوراً ہی غلبہ حاصل کر لیا پانچ سات
سرغنہ باغی قتل کئے گئے۔

اور پھر امن و امان بحال کرنے کے لئے ہفتہ عشرہ وہاں رکے رہے
حالانکہ یہ دعویٰ کا دور از دست تاریخی جھوٹ ہے جس کی مثال کہیں موجود نہیں
علاوہ ازیں اس نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ حکم قرآن کی رو سے یعنی کعبہ میں
بھی جنگ لڑی جا سکتی ہے۔

پھر مدینہ منورہ کے شورش پسندوں، فتنہ کیشوں اور باغیوں کی سرکوبی
کرنے سے کیا چیز مانع تھی حالانکہ پہلے خود ہی اس حدیث کا ذکر کرتا ہے کہ
مدینہ والوں کو خوفزدہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ اور ساتھ ہی
صفائی پیش کر دی ہے کہ یہ تو کوئی بتاتا ہی نہیں ہے کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا

کس نے تھا؟

اور پھر خود ہی بتا دیا کہ مدینہ منورہ خالص روحانی مرکز ہے اسے
عسکری مورچہ اور محور بنانے والے خود اہل مدینہ ہی تھے کیونکہ انہوں نے ہی
تو یزید کی بغاوت کی تھی اگر یزید نے ان کو قتل کر دیا تو کونسا جرم ہے گویا اہل
مدینہ ہی اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے کے موجب تھے اور (معاذ اللہ) لعنت
والی حدیث کا اطلاق بھی انہیں پر ہوتا ہے۔

یزیدی فوج کو راستہ کس نے دیا

تاہم محمود عباسی نے یہ تاثر دینے کی بھی ناکام کوشش کی ہے کہ مدینہ

منورہ کے کچھ لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی تھی بلکہ اکثر قبائل ان

مفسدین سے ناراض تھے جنہوں نے یزید کی بیعت کو توڑا تھا ﴿معاذ اللہ﴾

اور اس کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ جب یزیدی لشکر نے

اہل مدینہ کا محاصرہ کر رکھا تھا تو اس وقت بنو عبد الاشہل والے بنو

یزیدی لشکر کی حمایت کرتے ہوئے اس کو اپنے گھروں سے راستہ دے دیا تھا

کہ تم ادھر سے گزر کر ان فسادیوں کو قتل کر دو اور مدینہ منورہ کو لوٹ لو

﴿نعوذ باللہ من ہذا الک﴾

عباسی کا یہ محض فریب اور شدید کذب و افتراء ہے اور یہ سب کچھ

اس کے اپنے ہی شیطانی ذہن کی اختراع ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ذی

شعور شخص اپنے دشمن کو یہ کہے کہ آپ تشریف لائیے اور مجھے قتل کر کے

میرے گھر کا مال و اسباب لوٹ لیجئے۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو

اہل مدینہ نے جن ہتھیاروں کو مجبور کر لیا تھا کہا کہ ہمارے ساتھ عہد کرو کہ شامی

فوجوں کا ساتھ نہیں دو گے اور ہمارے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرو گے اگر تم

نے ہمارے ساتھ یہ عہد نہ کیا یا کسی قسم کے فریب کو بروئے کار لائے تو ہم

تمہیں قتل کر دیں گے۔ چنانچہ بنو امیہ نے ان کے ساتھ وعدہ کر کے یہ یقین دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

مگر موقع ملتے ہی مروان نے اپنے لڑکے عبد الملک بن مروان کو مسلم بن عقبہ کے پاس خفیہ طور پر بھیج کر یہ پیغام دے دیا کہ تم مدینہ منورہ کی مشرقی سمت سے حملہ کر کے مقام حرہ میں داخل ہو جاؤ گے تو تم بھی ایک راستے سے۔ جو تمہیں کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

چنانچہ عبد الملک بن مروان کے بتائے ہوئے راستے سے مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور اس حقیقت پر مورخین و محدثین کا قطعی طور پر اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر نے بھی اس واقعہ کو تقریباً ایسے ہی لکھا ہے۔

وسار مسلم بمن معه من الجيوش الى المدينة فلما اقترب منها ابتعدا اهل المدينة فى حصار يوم الحرة وقالوا لهم والله لتقتلنكم عن آخركم او تضطرونا موعنا ان لا تدلوا علينا احدا من عراة الشاميين ولا تما لئوهم علينا فا عطوهم العهود بذالك فلما وصل الجيش تلقا هم بنو اميه فجعل مسلم يسالهم عن الاخبار فلا يخبره احد فلا تحصر لذالك وجاء عبد الملك بن مروان فقال له ان كنت تريد النصر فما فما نزل شرقى المدينة فى الحرة الخ فشكره

مسلم بن عقبة على ذالك واستقل ما اشاربه

فقتل شرقي المدينة في الحرة

﴿البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹﴾

کیا یوم حرہ میں چند لوگ شہید ہوئے ہیں؟

غلام نبی عباسی نے واقعہ حرہ کی اہمیت ختم کرنے کے لئے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ اس حادثہ میں چند لوگ مارے گئے اور چند گھڑیاں جنگ لڑنے کے بعد یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اور چند گھڑیوں کی لڑائی میں بگڑ جانے والے نظم ونسق کو بحال کرنے کے لئے یزیدی افواج کو بھیجنے سے حرہ مدینہ میں ہر کتا بلا اور عباسی کے بیس خود وہ ابن یزید نے تو یہ لکھ دیا کہ حادثہ حرہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور صرف چند سو اہالیان مدینہ کے قتل سے اہل مدینہ کی اس شرارت کا قلع قمع ہو گیا۔

جہاں تک اہل مدینہ کی شرارت کا تعلق ہے اس کی وضاحت ہم آئندہ ابواب میں کریں گے مگر جہاں تک اہل مدینہ پر یزیدی افواج کے مظالم کی داستان ہے یہ اس قدر کرب انگیز ہے کہ بیان کرتے ہوئے جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عباسی وغیرہ والے اسے انتہائی معمولی واقعہ قرار دے کر حق بیعت ادا کرنے میں مصروف ہیں حالانکہ ان لوگوں کی یہ کذب بیانی گو شر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ حقائق سے

روگردانی تو کر سکتے ہیں لیکن حقائق کو تبدیل کر دینے کی طاقت ان میں ہرگز
نہیں دیگر مستند تواریخ اور کتب احادیث کے علاوہ ان کے تعلق اتنے مورخ
علامہ ابن کثیر بھی اس دردناک واقعہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
واقعہ حرہ انسانیت سوز مظالم کی انتہائی المناک داستان ہے اور یزیدی لشکر کی
وحشیانہ کیوں کی مثال پوری دنیا کے تاریخ میں نہیں ملتی۔

چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں مختلف رواتوں کی
روشنی میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے قتال
اور مدینہ منورہ کے تاراج کرنے میں اس قدر بے باکیاں کیں کہ سلف صالحین کو
اس کا نام مسلم کی بجائے مسرف رکھنا پڑا۔

نیز یہ کہ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کو قتل کرنے کے بعد ان کا تمام
مال و منال جہنم یزید لوٹ لیا۔ اور مدینہ منورہ کی عفت مآب عورتوں کے ساتھ
زنا بالجبر کا ارتکاب کیا حتی کہ جن خواتین کی عصمت دری کی گئی ان میں سے
ایک ہزار عورتوں نے زنا کے بچوں کو جنم دیا۔

اور یہ بھی بتایا ہے کہ شہید ہونے والے فسادی لوگ نہیں تھے بلکہ
متعدد صحابہ کرام اور صحابہ زادے تھے۔ اور کثرت سے ان لوگوں کی اولاد تھے
جن کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انصار و مددگار کے نسب سے یاد
فرمایا تھا۔

اور پھر یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد علامہ ابن کثیر نے یزید کی

افواج کو ان تمام احادیث کا مصداق قرار دیا ہے جن میں اہل مدینہ کو ایذا دینے اور خوفزدہ کرنے والوں کے متعلق سزاؤں اور وعیدوں کا بیان ہے۔

اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یزیدی افواج نے یہ تمام تر مظالم یزید کے حکم کے مطابق توڑے تھے اور یزید ان تمام شیطانی حرکات میں ملوث بھی ہے اور ان کا ذمہ دار بھی۔

واقعات حرہ
تاریخ کے آئینہ میں

جنگ حرہ میں یزید کی مرضی کے مطابق اہل مدینہ پر توڑے جانے
والے مظالم اور مدینہ طیبہ کی اہانت و بے حرمتی کی جو تصویر محدثین و مورخین
نے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

دول الاسلام ﴿تاریخ ذھبی﴾

﴿کان﴾ ابوہ قد جعلہ ولی العہد من بعدہ فقدم
من ارض حمص وجار الی قبر والدہ ثم دخل
دمشق فرکب الی الخضراء وکانت دار
السلطنۃ فخطب الناس وبایعوہ بالخلافۃ
وکتب الی الاقالیم بذالک فبایعوہ وامتنع
من بیعتہ اثنان عظیمان الحسین ابن علی
سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وعبداللہ ابن الزبیر ابن عمۃ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم نقض بیعتہ اکابر اھل
المدینۃ لسوء سیرتہ وقیل کان یشرب الخمر
وابغضوہ لما جری من قتل الحسین رضی
اللہ عنہ

وبعث جيشا الى المدينة ليقتلوهم ويدعوهم
الى الطاعة ثلاثة ايام فان اظاهروه والا قاتلوهم
فامتنعوا من طاعة وتعبئوا للقتال باظاهر
المدينة فالتقى الجمعان وكثر القتل وذالك
في آخر سنة ثلاثه وستين وانهزم المدنيون
وقتل منهم معقل الاشجعي وعبد الله ابن
حنظلة ابن الغسيل وعبد الله ابن زيد
الخطمي وخلولا من الصحابة ثم سار جيش
يزيد الى ابن الزبير وقد عاذ بيت الله وعنده
عبيده واتباعه فحاصره حتى بنا لغ يزيد قاتلي
وقاتلهم اياما وتصدوا على ابن زبير المنجنيق
وقتل جماعة فلا قوة الا بالله فبينما هم
كذالك اذجاء الخبر بهلاك يزيد

﴿دول الاسلام تاریخ ذہبی مطبوعہ حیدرآباد دکن ص ۳۱﴾

ترجمہ دول الاسلام ﴿تاریخ ذہبی﴾

﴿یزید کو اس کے باپ نے اپنے بعد ولی عہد مقرر
کیا چنانچہ پہلے وہ حمص میں اپنے باپ کی قبر پر آیا اور
پھر سوار ہو کر دار السلطنت دمشق پہنچا اور لوگوں کو
اپنی بیعت کے لئے کہا اور دیگر شہروں کو لکھا کہ مجھ سے
بیعت لیں اور دو عظیم شخصیتوں سبط رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین بن علی اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی زبیر کے بیٹے
عبداللہ ابن زبیر نے آپ کی بیعت سے انکار کیا پھر
اہل مدینہ کے اکابرین نے بھی اس کی بیعت توڑ دی
اس لئے کہ وہ یزید کو بدکردار تھا اور اہل مدینہ
کہتے تھے کہ یزید شرابی ہے اور انھیں یزید کی اس
بات پر بھی غصہ تھا کہ یزید نے حضرت امام حسین کو
شہید کروایا۔ اہل مدینہ کی بیعت توڑنے پر یزید نے
مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور کہا کہ اہل مدینہ کو میری
اطاعت کے لئے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اگر وہ
اطاعت کر لیں تو فبہا ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ
۶۳ھ کے اواخر میں مدینہ منورہ میں لوٹ مار کر کے بہت
سے لوگوں کو قتل کیا گیا ان میں حنظلہ الاسیدی، عبداللہ
بن حنظلہ غسیل الملائکہ اور عبداللہ بن زید منازلی شامل
ہیں اور یہ لوگ صحابہ کبار میں سے تھے مدینہ منورہ کو
اجاڑنے کے بعد لشکر یزید نے عبداللہ بن زبیر کے لئے
بیت اللہ شریف پر چڑھائی کی کعبہ شریف پر سنگ باری کر
کے یزید کی خدائی اور اطاعت کے لئے کہا گیا اہل حرم

کے انوار پر کعبہ شریف پر منجنیقوں سے پتھر برسائے
اور لوگوں کو قتل کیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اسی اثناء میں
یزید کی ہلاکت کی خبر آگئی۔

الاصابة فی تمیز الصحابه

﴿ابن حجر عسقلانی﴾

مسلم بن عقبه بن رباح بن سعد من قبل
یزید بن معاویة علی الجیش الذین غزوا
المدینة یوم الحرة ذکر ابن عساکر وقال
ادرک النبی صلی الله علیه وآله وسلم شهد
صفین مع معاویة وکان الرجالة وعنده فی
ادراکه انه استند الی ما اخرجه محمد بن سعد
فی الطبقات عن الواقدی باسانیده قال لما
بلغ یزید بن معاویة ان اهل المدینة اخرجو
عامله من المدینة وخلعوه وجه الیهم عسکر
امر علیهم مسلم بن عقبه المری وهو یومئذ
شیخ ابن بضع وتسعین سنة فهذا یدل علی
انه کان فی العهد النبوی کهل وقد افحش
مسلم القول والفعل باهل المدینة واسرف فی
قتل الکبیر والصغیر حتی سموه مسرفا وابا
المدینة ثلاثة ایام لذالک والعسکر یشهرون
ویقاتلون ویفجرون ثم رفع القتل وبایع من بقی

على انهم عبيد ليزيد بن معاوية وتوجه
بالعسكر الى مكة لمحاربة ابن الزبير المخذلة
عن البيعة ليزيد فعوجل بالموت فمات
بالطريق وزاك سنة ثلاث وستين واستمر
الجيش الى مكة في صرو ابن الزبير ونصروا
المنجنيق على ابي قبيس فجثم الحبر
بصوت يزيد ابن معاوية فانصر خوا وكفى الله
المومنين القتال والشعبة

* الاصابة ج ۲ ص ۴۷۰ *

ترجمہ!

الاصابہ میں مسلم بن حجہ کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ
جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ تھا اور بہت
چالاک ہوشیار آدمی تھا اور پھر جب اہل مدینہ نے
یزید پلید کی بیعت توڑ دی تو یہ شخص باوجود ستاسی سال
سال کا ہونے کے بحکم یزید مدینہ منورہ کو تباہ و برباد
کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ قول فعل میں فحش قسم کا
آدمی تھا اور اس نے مدینہ طیبہ کے صغیر و کبیر کے قتل
میں اس قدر زیادتی کی کہ مسرف کے نام سے مشہور
ہوا۔ اس نے تین دن مدینہ منورہ کو مباح قرار دے دیا
اور مدینۃ الرسول میں تین دن تک جس طرح چاہا

اور فسوق اور فجور ہوا اور ان کی فوجیں کرتے رہے اور

پھر لگا مدینہ پر چڑھائی کرنے کعبۃ اللہ پر منجنیقوں نے

پتھر برسائے حتیٰ کہ یزید کی ہلاکت کی خبر آگئی اور اللہ

تعالیٰ نے مسلمانوں کو یزید کے ظلم و جور سے بچا لیا

یزید کی بیعت کیوں توڑی

۶۳ھ میں یزید کی طرف سے عثمان بن ولید بن ابی سفیان امیر

مدینہ ہو کر آیا اور اسی زمانہ میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبداللہ بن حنظلہ

اور عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی و منذر بن زبیر و غیرہم شریف

مدینہ تھے شام کو روانہ کیا یزید نے ان لوگوں کی بہت بڑی عزت کی عبداللہ بن

حنظلہ کو علاوہ خلعت کے ایک لاکھ درہم اور باقی لوگوں کو دس دس ہزار درہم دے

کر رخصت کیا جب اہل مدینہ واپس آئے تو اہل مدینہ ملنے کو حاضر ہوئے اور

حال دریافت فرمایا۔

عبداللہ بن حنظلہ نے جواب دیا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے مل کر آئے

ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے نہ مذہب، جو شراب پیتا ہے اور راگ باجا سنتا ہے

خدا کی قسم اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا۔ حاضرین نے کہا ہم

نے تو سنا ہے کہ یزید نے تمہارا بڑا اکرام کیا ہے۔ خلعت اور جائزہ دیا ہے؟

عبداللہ نے فرمایا ہاں اس نے ایسا ہی کیا ہے لیکن ہم نے اس لیے

سے اس کو قبول کر لیا ہے کہ اس سے مقابلہ کی ہم میں قوت آجائے اس

مدینہ پر کن کر یزید سے زیادہ متنفر ہو گئے۔

(تاریخ ابن خلدون، ج ۵، ص ۱۲۸)

(معاہدین اثیر مترجم)

اگرچہ تمام مورخین و محدثین نے اس واقعہ کو تقریباً ایسے ہی بیان کیا ہے جیسا کہ ابن اثیر کی تحریر سے ظاہر ہے لیکن ہم محض اختصار کے پیش نظر فتح الباری شرح بخاری کا عربی متن اور بخاری شریف کے حاشیہ کی عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ علامہ ابن اثیر کے بیان کی تائید بھی ہو جائے اور مضمون بھی زیادہ وضاحت اختیار نہ کرے۔

فتح الباری شرح بخاری

بیعته، فلما خلع اهل المدينه فذكره، قلت وكان السبب فيه فاذكره الطبری مسندا ان يزيد بن معاوية كان امر على المدينة بن عمه عثمان بن محمد بن ابی سفيان فاوفد الى يزيد جماعة من اهل المدينة منهم عبد الله بن غسيل الملائكة حنظلة بن ابی عامر وعبد الله بن ابی عمرو حفص المخزومی فی آخرين فاكرمهم واجازهم فرجعوا فاظهروا عيبه وسبوه الى شراب الخمر وغير ذالك

ثم وثبوا على عثمان فاخرجوه وخلعوا يزيد بن
معاوية فبلغ ذالك يزيد فجهز اليهم جيشا مع
مسلم بن عقبه السرى وامره ان يدعوهم ثلاثا
فان رجعوا والا فقاتلهم

• فتح البارى شرح بخارى ج ۱۳ ص ۷۰

حاشیہ بخاری

وكان السبب فى خلعه ماذكره الطبرى ان
يزيد بن معاوية كان امر على المدينة ابن عمه
عثمان بن محمد بن ابى سفيان فاوفد يزيد
جماعة من اهل المدينة منهم عبدالله ابن
غسيل الملائكة وعبد الله بن عمر
والمخزومى فى آخرين فاكرمهم واجازهم
فرجعوا فاظهروا وعيبه والنسبوه الى شرب
الخمر وغير ذالك ثم وثبوا على عثمان و
فرجره فخلعوا يزيد بن معاويه الى آخر القصة

جوتوں کا ڈھیر

ہمارے ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب اہل مدینہ کو ان کے وفد کے واپس
بھیجے ہوئے وفد نے آکر اطلاع دی کہ یزید فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ شراب
پیتا ہے اور غنا کا رسیا ہے اور ان کا دین و مذہب جو کچھ بھی تو انہوں نے قرائن پر
عبداللہ مطیع کو اور انصار میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنا دیا پھر

یزید سے اہل مدینہ نے اس طرح اعلان نفرت کیا کہ ایک شخص نے اپنا عمامہ اتار کر کہا کہ میں یزید کی بیعت کو اس طرح توڑتا ہوں جس طرح میں نے اپنا عمامہ اتارا ہے۔

پھر ایک شخص نے اپنا جوتا اتار کر کہا کہ میں یزید کی بیعت سے اس طرح نکل رہا ہوں جس طرح میں نے یہ جوتا اتار دیا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اہل مدینہ کے اس اجتماع میں سے ہر شخص نے اپنا اپنا عمامہ اور اپنا اپنا جوتا اتار اتار کر رکھنا شروع کر دیئے حتیٰ کے غلاموں اور جوتوں کے ڈھیر لگ گئے۔

عربی متن ملاحظہ ہو!

فلما كانت وقعة الحرة وكان سببها ان اهل المدينة خلعوا يزيد بن معاوية ولوا على قريش عبد الله بن مطيع وعلى الانصار عبد الله بن حنظلة بن ابى عامر فلما كان فى اول هذا السنة اظهر وا ذالك واجتمعوا عند المنبر فجعل الرجل منهم يقول قد خلعت عمامتى هذه وبلتيها عن راسه ويقول الاخر قد خلعته كما خلعت نعلى هذه حتى اجتمع تحتى كثير من العمائم والنعال مناراً

﴿البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۱۸﴾

قارئین کرام! اس بات کو خاص طور پر ذہن نشین رکھیں کہ وہی مقدس

نفوس یزید کی بیعت کو اس حقارت سے توڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے صحابہ کا
امام اور صحابہ کا امیر کہا جاتا ہے بہر حال اب آپ تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے
باقی حالات ملاحظہ فرمائیں۔ لکھا ہے کہ:۔

یزید کی ڈانٹ کا نتیجہ

عبداللہ بن حنظلہ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی تو
لوگوں نے بخوشی خوشی اور رغبت منظور کر لی۔ عثمان بن محمد والی مدینہ
نے یہ کل واقعات یزید کو لکھ کر بھیجے یزید نے اک ڈانٹ کا فرمان اہل مدینہ کو
لکھ بھیجا جس کو دیکھ کر اہل مدینہ سخت برہم ہوئے۔ انصار مدینہ نے اپنی اپنی
سرداری کے لئے عبداللہ بن حنظلہ اور قریش نے عبداللہ بن مطیع کو منتخب کیا
اور بالاتفاق سبھوں نے عثمان بن محمد اور مروان بن الحکم اور کل بنی امیہ کو مدینہ
منورہ سے نکال باہر کیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے عمرو بن سعید کو
مدینہ منورہ پر فوج کشی کا حکم دیا مگر اس نے انکار کر دیا پھر عبیداللہ ابن زیاد کو لکھا
اس نے بھی عذر پیش کیا۔ تب یہ خدمت مسلم بن عقبہ مری کے سپرد کی گئی مسلم
بن عقبہ بارہ ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔

یزید مشایعت کی غرض سے تھوڑی دور تک ساتھ آیا اور چند احکام کی
پابندی کی ہدایت کر کے واپس آ گیا اگر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو

حسین بن نمیر کو سردار مقرر کرتا۔ اہل مدینہ کو تین روز مہلت دینا اگر وہ میری اطاعت قبول کر لیں تو چھوڑ دینا ورنہ جنگ میں تامل نہ کرنا اور جب ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو تین روز تک قتل عام کا حکم جاری رکھنا مال و اسباب جو کچھ لوٹا جائے وہ سب فوج کا ہے۔

علی بن حسین سے بالکل تعرض نہ کرنا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کا اس معاملہ میں دخل نہیں ہے۔

جب اہل مدینہ کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے بنو امیہ کا مروان کے گھر میں نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا اور بالآخر یہ پیمان لے کر آزاد کیا کہ آئندہ وہ جنگ سے کنارہ کریں گے اور دوسروں کے ساتھ مل کر اہل مدینہ کی مخالفت نہیں کریں گے اور کسی دشمن کو جو اہل مدینہ کے خلاف ہوگا ظاہر نہ کریں گے۔

﴿ابن خلدون، ج ۵، ص ۱۲۸﴾

﴿معالم التنزیل﴾

یہاں تک جو واقعہ ابن اثیر وغیرہ نے بیان کیا اکثر یا کبھی واقعہ معمولی اختلاف کے ساتھ البدایہ والنہایہ و دیگر کتب تاریخ و حدیث میں موجود ہیں۔

البدایہ والنہایہ میں ایک قول یہ زیادہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کو یزید نے مدینہ منورہ تاراج کرنے کا حکم دیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا

بنت رسول کے بیٹے کو شہید کرنے اور مدینہ منورہ کو لوٹنے کے دو گناہ اپنے ذمہ نہیں لینا چاہتا اور البدایہ والنہایہ و فتح الباری شرح بخاری وغیرہ میں مزید یہ جملے بھی ہیں کہ جب امیر معاویہ کا وقت انتقال آیا تو یزید کو بلا کر یہ وصیت کی کہ اگر تمہیں مدینہ والوں سے معاملہ پیش آجائے تو مسلم بن عقبہ کے پیرو کرنا وہ تمہیں بچا لے گا۔

نیز یہ بتانے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان امور تحقیق کے مطابق بھی اہل مدینہ نے بنو امیہ کو شہر سے باہر نہیں نکالا۔

حالانکہ انہوں نے چند سطور پہلے ہی لکھا ہے کہ بنو امیہ کا مدینہ سے اخراج کر دیا مگر بعد میں انہوں نے خود ہی لکھ دیا ہے کہ بنو امیہ کو مروان کے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا کیونکہ ایک تو یزید کی وفات اور تشدد کا ردعمل بھی ہو سکتا تھا اور دوسرا ان کا دشمن کے ساتھ مل جانے کا بھی خدشہ تھا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ یزید ہمارے بیعت توڑنے کے بعد ہمیں سے تو نہیں بیٹھے گا اور دوسرے اس کا تشدد وانہ محظ بھی اسی نوعیت کا حامل تھا۔

چنانچہ انہوں نے بنو امیہ کا محاصرہ کیا بھی اور وعدہ لے کر یہ حصار توڑ بھی دیا کہ تم اہل مدینہ کے ساتھ رہو گے اور دشمنوں کے ساتھ مل کر نہ تو ہمارے ساتھ لڑو گے اور نہ ہی جاسوسی وغیرہ کرو گے۔ جو کچھ ہم بیان کرتے آئے ہیں اب آپ اس کا عربی متن ملاحظہ فرمائیں۔

البدايه والنهايه

وقال يزيد مسلم بن عقبه ادع الترم ثلاثافان
رجعوا الى الطاعة فاقبل منهم وكف عنهم والا
فاستعن بالله وقاتلهم واذا ظهرت عليهم
فاتلج المدينة ثلاثا ثم اكفف عن الناس
وانظر الى علي بن حسين فاكفف عنه
واستوص به خيرا واذن مجلسه فانه لم
يدخل في شئ مما دخلوا فيه وامر مسلم اذا
فرغ من المدينة ان يذهب الى مكة لحصار ابن
الزبير وقال له ان حدث بك امر فعلى الناس
حصين بن نمير السكوني وقد كان يزيد كتب
الى عبيد الله بن زياد ان يسير الى الزبير
فيحاصره بمكة فاباى عليه وقال والله لا
اجمعها للفاسق ابدا اقتل ابن بنت رسول الله
واغزو البيت الحرام وقد كانت له مرجاة
قالت له حين قتل الحسين ويحك ماذا
صنعت وما ذا ركبت وعصته تعنيفا شديدا
قالوا وقد بلغ يزيد ان ابن الزبير يقول في خطبته
يزيد القرود شارب الخمور تارك الصلوة
منعكف على الفيدات .
قال فبعث البريد الى مسلم بن عقبه
المري وهو شيخ كبير ضعيف فاانتدب

لذالک وارسل معه یزید عشرة آلاف فارس
وقیل اثنا عشر الفا وخمسة عشر الف رجل
واعطی کل واحد منهم مائة دینار وهو علی
فرس له، قال المدائنی وجعل علی اهل
دمشق عبد الله بن سعد الغزاری وعلی اهل
حمص حصین بن نمیر السکونی وعلی اهل
الاردن جیش بن دلجه القینی وعلی اهل
فلسطین روحبن زنباع الجذامی وشریک
الکنانی وعلی اهل القسریح طریف بن
النعمان الهلالی وعلیهن مسلم بن عقبه المز
نی من غطفان وانما لیمنیه السلف مسرف بن

عقبی۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۱۸)

یہ لشکر کون تھے؟

البدایہ والنہایہ کی اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یزید نے جو پندرہ ہزار فوج کی جمعیت مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے لئے روانہ کی تھی ان میں غیازی لوگوں کو شامل نہیں کیا گیا تھا بلکہ دمشق، اردن، حمص، قنسرین وغیرہ کے لوگ تھے۔

جن پر سپہ سالار مقرر کرنے کی ترتیب یہ تھی کہ اہل دمشق پر عبداللہ فزاری، اہل حمص پر حصین بن نمیر، اہل اردن پر جیش بن دلجہ، اہل فلسطین پر

لوگوں میں زیاد اور شبث کھانی اور اہل مصر میں برطریف بن حسان کو مقرر کیا گیا اور ان سب پر خونخوار مسرف کو امیر بنایا تھا اور مدینہ منورہ کو لوٹنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا جن کے دلوں میں حرمت مدینہ کا تصور بھی نہ پیدا ہو سکے اور پھر ان کے لئے دس ہزار گھوڑوں کا انتظام کرنے کے ساتھ ہر شخص کو سو سو دینار بھی قبل از وقت انعام کے طور پر ادا کر دیا گیا تھا۔ اور بیت المال کی یہ رقم کسی کافر ملک کو فتح کرنے کے لئے نہیں بلکہ مرکز اسلام مدینۃ الرسول کو تاراج کرنے کے لئے خرچ کی گئی تھی

یزید کے جاسوس

اب آپ دیگر واقعات بھی پہلے تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے ملاحظہ فرمائیں!

مسلم بن عقبہ کی وادی القریٰ میں ہوا سے ملاقات ہوئی اور عمرو بن عثمان بن عفان سے اہل مدینہ کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے انکار کیا لیکن ان کے ہمراہیوں نے بتا دیا مسلم بن عقبہ وادی القریٰ سے کوچ کر کے ذی خشب ہوتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچ گیا اور اہل مدینہ سے کہلا بھیجا کہ امیر المومنین یزید چونکہ تم لوگوں کو شریف سمجھتے ہیں اور میں بھی تمہاری خوشنودی پسند کرتا ہوں اس وجہ سے تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں پھر بھی اگر اس اثناء میں تم لوگوں نے راہ راست اختیار کر لی تو فبہا ورنہ فوراً ہی چلا جاؤں گا اور اگر

تم لوگوں کو پیچھے رہنے کا بیان کرو جب یہ میعاد گذر گئی۔

تو مسلم نے کہلا بھیجا کہ تم جنگ کرو گے یا صلح، اہل مدینہ نے کہا کہ

ہم جنگ کریں گے۔ مسلم نے کہا کہ جنگ نہ کرو بلکہ امیر کی اطاعت قبول کر

لو اس میں تمہاری بہتری ہے۔

اہل مدینہ اپنی رائے پر جمے رہے بالآخر صف آرائی کی نوبت آئی

مہاجر عثمان بن زنیج بن عوف بن عدی پر مشتمل بنائے گئے جس کو اہل مدینہ نے

بطور شیر پناہ کے منتخب کر رکھا تھا۔ عبداللہ بن مطیع قریش کی ایک جماعت کے

ساتھ مدینہ منورہ کی ایک سمت پر اور معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کی ایک

جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کی دوسری سمت پر متعین ہوئے اور ان سب

پر عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو سپہ سالار بنایا گیا انہوں نے گروہ کثیر کو

ساتھ لشکر راستی کی کمک بندی کر دی

﴿ابن خلدون جلد ۵۔ ص ۱۲۹﴾

﴿معدن اثیر﴾

علامہ ابن اثیر وغیرہ کا مندرجہ بالا بیان بھی تقریباً وہی ہے جو دیگر

مورخین و محدثین نے بیان کیا ہے البدایہ والنہایہ وغیرہ دیگر کتب حدیث

و تاریخ میں مزید یہ الفاظ ہیں کہ حوالہ نے مسلم بن عقبہ کو جو مدینہ والوں کی

جاسوسی کیا تھی وہ یہ تھی کہ تم مقام حرہ کی طرف سے حملہ کر کے مدینہ منورہ میں

داخل ہو سکتے ہو کیونکہ ایک یہی راستہ ہے جس پر تمہاری کامیابی کا انحصار ہے

اور یہ بات اس کو عبدالملک بن مروان نے بتائی تھی اب آپ مندرجہ بالا

واقعہ عربی متن دیگر کتب معتبرہ سے ملاحظہ فرمائیں!

وسار مسلم بمن معه من الجيوش الى المدينة
فلما اقترب منها اهل المدينة فى حصار بنو
اميه وقالوا اليهم والله لقتلنكم عن آخركم
اوتعطوا فامرتنا ان لا ندلو عليكم احداً من قولاء
شاميين ولا تمالئوهم عليكم فاطرهم العهد
بذالك، فلما وصل الجيش تلتاهم بنو اميه
فجعل مسلم للينسا لهم عن الاخبار فلا يخبره
احد فاتى عمر لذالك وجاء عبدالملك بن
مروان فقال له ان كنت تريد النصر فاذا اترل
شرقى المدينة فى الحرة فانا نخرج اليك
كانت الشمس فى اقفيتكم وفى وجوههم
فادعهم الى الطاعة فان اجيبوك والا
فاستعين بالله وقاتلهم فان الله ناصرك
عليهم ادعا لقوا الامام وخرجوا عن الطاعة
فشكره مسلم بن عقبه على ذالك وامتثل ما
اشار به فنزل شرقى المدينة فى الحرة ودعا
اهلها ثلاثة ايام كل ذالك يابون الا محاربة
والمقاتلة فلما مضت الثلاث قال لهم فى
اليوم الرابع وهو يوم الاربعاء لليلتين بقيتا من
ذالحجة سنة ثلاث وستين قال لهم يا اهل

المدينة فقد سمعت الثلاث وان امير
المومنين قال لي انكم اصله وعشيرته وانه
لكثيره ارافة نمما لكم وانه امر لي ان ادخلكم
ثلاثا فقد مضت فمالنا انتم صانعون قما لمرون
امر تحاربون؟

فقال بل تحارب، فقال لا تفعلوا بل
سالموا ونجعل جندنا وقوتنا على هذا الملحد
يعني ابن زبير

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۱۹﴾

البدایہ والنہایہ میں مزید ہے مسلم بن عقبہ اہل مدینہ سے
کہا کہ تم یزید کی بیعت کرلو اور میرے ساتھ مل کر مکہ معظمہ پر چڑھائی بھی کرو
تاکہ اس ملحد یعنی ابن زبیر کو گرفتار کیا جاسکے تو اہل مدینہ نے کہا کہ اے دشمن
خدا تو ہمیں بیت الحرام کی بے حرمتی پر آمادہ کر رہا ہے اور دونوں ہی طرف
صف آرائی ہوگئی۔

فقالوا يا عدو الله الوارث فالك لما مكانك
منه انحي شركم تذهبون فتلحدون في بيت
الله الحرام

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۱۹﴾

جنگ کیسے ہوئی؟

اب آپ باقی واقعات بھی حسب سابق پہلے تاریخ اور پھر اس کے

بعد دیگر کتب مجروح کے متن کی صورت ملاحظہ کریں۔

چنانچہ ابن اثیر میں ہے ﴿ شوامیہ کی یہ عہدی اور بیاسوی کا قائد وداعی

کر کے مسلم بن عقبہ اپنے ہمراہیوں کو مرتب کر کے حرہ کی طرف سے مدینہ

منورہ پر حملہ آور ہوا۔ عبداللہ بن حنظلہ مقابلہ پر آئے اور اس جرأت و مردانگی

سے دست بدست لڑے کہ شامی اسوار فوج کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔

مسلم نے للکار کر پیادوں کو آگے بڑھایا حضرت فضل بن عباس بن

ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے اجازت

لشکر مسلم پر حملہ آور ہوا تو شامی پیادوں کے رخ پھر گئے دوسرے حملہ میں ایک

دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگنے لگے۔ بعد ازاں حضرت فضل بن عباس کی

درخواست پر حضرت عبدالرحمان حنظلہ نے مدینہ منورہ کے تمام اسواروں کو

آپ کی ماتحتی میں دے دیا۔

حضرت فضل بن عباس نے اس شدت اور تیزی سے حملہ کیا کہ

شامی فوج کا شیرازہ منتشر ہو گیا سواروں اور پیادوں کی ترتیب درہم برہم

ہو گئی مسلم بن عقبہ کے ارد گرد صرف پانچ سو پیادوں کی جماعت رہ گئی باقی

سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

فضل بن عباس نے مسلم بن عقبہ کے قریب پہنچ کر ایک طمطراق کے

ساتھ یہ سمجھ کر تلوار کا وار کیا کہ یہ مسلم کے دارالامان قدر زور کا تھا کہ خود ہی آڑیاں

ٹوٹ کر گلے میں گھس گئیں ہاتھ سے علم گر گیا اور ساتھ ہی خود بھی زخمی ہو گیا۔

فضل بن عباس جوش و مسرت سے پکار اٹھے۔

قتلت طاغية القوم ورب الكعبة

رب کعبہ کی قسم میں نے طاغوتوں کے سردار کو قتل کر دیا۔

مسلم ابن عقبہ قریب سے بولا تم نے دھوکا کھایا ہے وہ ایک رومی غلام

تھا فضل نے جھپٹ کر علم اٹھا لیا مسلم نے لشکر کو للکارا اب نے چاروں طرف

سے فضل بن عباس کو گھیر لیا بالآخر آپ بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے

جب حضرت فضل بن عباس شہید ہو گئے تو مسلم ابن عقبہ نے لشکر

شام کو حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی طرف بڑھایا عبداللہ بن حنظلہ اپنے رکاب

کی فوج کو لشکر شام پر حملہ آور ہونے پر ابھار رہے تھے کہ حصین بن نمیر اور

عبداللہ بن مضاء الاشتری اپنے اپنے کمان کی فوجیں لئے ہوئے عبداللہ بن

حنظلہ اور ان کے ہمراہیوں پر تیر باری کرتے ہوئے بڑھے حضرت عبداللہ

بن حنظلہ نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ جو شخص تیزی کے ساتھ جنت میں جانا

چاہتا ہے وہ اس علم کو سنبھال لے۔

اہل مدینہ سنتے ہی دوڑ پڑے اور نہایت دلیری سے لڑ کر شہید

ہونے لگے حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے کل لڑکے اور اخیافی بھائی محمد

بن ثابت بن قیس بن شماس، عبداللہ بن زید بن عاصم اور محمد بن عمرو بن حزم

انصاری، عبید اللہ بن عبداللہ بن موہب، وہب بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود،

عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن خطاب، زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب میدان جنگ میں شربت شہادت پی

کر موت کی ٹھنڈی نیند سو رہے تھے۔

ان لوگوں کے شہید ہونے کے بعد لشکر مدینہ کے پاؤں اکھڑ گئے

مسلم بن عقبہ قتل و غارت کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا تین روز تک قتل

عام کا بازار گرم رہا شامی لشکر نے اہالیان مدینہ کا مال و اسباب لوٹ لیا

اور اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے معقل بن سنان اشجعی، محمد بن ابی حذیفہ، محمد

بن ابی الجہم وغیرہم کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اس واقعہ میں تین سو چھ آدمی

شرفائے قریش و انصار اور ان کے علاوہ اور قبائل و موالی اس تعداد کے دو چند

کام آئے۔

﴿تاریخ ابن خلدون جلد ۵ ص ۱۳۰﴾

﴿مدینہ ابن اثیر﴾

اب آپ ان واقعات کا عربی متن حسب سابق فتح الباری سے ملاحظہ کریں

فتح الباری شرح بخاری

فلما ظهرت فارسنا المجيش ثلاثا ثم اكف

عنهم فتوجه اليهم فوصل في ذوالحجة سنة

ثلاث وستين فحاربوه وكان امير الانصار عبد

الله بن حنظله وعلى قريش عبد الله بن

مطيع وعلى غيرهم مثل الاقبائل معقل بن يسار

الاشجعي وكانوا تحصنوا خندقا فلما وقعت

الرقعة للهزم اهل المدينة فقتل ابن حنظلة وفر ابن مطيع واباح مسلم بن عقبه المدينة ثلاثا فقتل جماعة صبرا منهم معقل بن سنان ومحمد بن ابى الجهم بن حزيفه ويزيد بن عبد الله بن زمعة وبايع الباقين على انهم خول يزيد.

والقدح ابو بكر ابى خثيمة بسند صحيح الى جويرية بن اسماء سمعت اشياخ اهل المدينة يتحدثون ان معاويه لما احتضر دعا يزيد فقال له ان لك من اهل المدينة يوما فان فعلوا فارمهم بمسلم بن عقبة فان عرفت نصيحته فلما ولي يزيد وفد عليه عبد الله بن حنظله وجماعة فاكرمهم واجازهم فرجع فعرض الناس على يزيد وعابه ودعاهم الى خلع يزيد فاجابوه فبلغ يزيد فجهز اليهم مسلم بن عقبه ، فاستقبلهم اهل المدينة بجمع كثيرة فهابهم اهل الشام وكرهوا قتالهم فلما حشب القتال سعوا في جوف المدينة للكمين وذلك ان بني حارثه ادخلوا قوما من شاميين من جانب الحره فتركت اهل المدينة القتال وتخلو المدينة خوفا على اهليهم فكانت الهزيمة وقتل من قتل وبايع مسلم الناس على انهم خول ليزيد يحكم في دمائهم واموالهم واهليهم

بما شاء

واخرج الطبراني من طريق محمد بن سعيد بن
اسامة ان معاويه لما حضره الموت قال يزيد
قد وطئت لك البلاد ومهدت لك الناس
ولست لخائف عليك الا اهل الحجاز فان
رابك منهم ريب فوجه اليهم مسلم بن عقبه
فانى قد جربته وعرفت نصيحته قال فلما كان
من خلافهم عليه ما كان دعاه فوجهه فابا
حالها ثلاثا ثم دعاهم الى بيعة يزيد وانهم
اعبد له فمن ابى فاضرب عنقه

ومن رواية عروة بن الزبير قال لما مات
معاوية اظهر عبد الله بن الزبير الخلاف على
يزيد بن معاوية فوجه يزيد مسلم بن عقبة في
جيش اهل الشام وامره ان يبدأ بقتال اهل
المدينة ثم يسير الى ابن الزبير بمكة قال فذ
كمل مسلم بن عقبة المدينة وبها بقايا من
الصحابة فانصرف القتل.

(فتح الباري شرح بخاري ص ۱۳ ج ۱۷)

البدايه والنهايه

ثم تهيأ والتقتال وقد كانوا اتخذوا خندقا بينهم
وبين بني عقبه وجعلوا جيشهم اربعة ارباع
على كل ربع امير وجعلوا اجمل الارباع

الربع الذی فیه عبد الله بن حنظله غسیل ثم
اقتتلو قتالاً شدید ثم انهزم اهل المدینة وقد
قتل من الفریقین خلق من السادات والاعیان
منهم عبد الله بن مطیع وبقی له سبعة بنین
یحیه وعبد الله بن حنظله الغسیل واخوه لامه
محمد بن ثابت بن شماس ومحمد بن عمرو
بن حزم وقتصر به مروان وهو مجندل فقال
رحمک الله فکم من ساریة قد انتک تطیل
عندها القیام والسجود

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۰﴾

یہ کیسی بیعت تھی ؟

فتح الباری کی جو عبارت آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے جو بیعت یزید کے لئے بچے کھچے اہل مدینہ سے طلب کی تھی وہ اس طرح تھی کہ یزید اگر چاہے تو تمہیں احکام خداوندی کی طرف بلائے اور اگر چاہے تو تمہیں گناہ و معصیت کا حکم دے تمہیں اس کا ہر حکم ہر حالت میں تسلیم کرنا ہوگا۔ کیا عباسی اور دیگر خارجی بتا سکتے ہیں کہ یہ کیسی بیعت تھی۔ کیا اسے اسلامی بیعت قرار دیا جا سکتا ہے ؟

مدینہ لوٹ لیا

بہرحال اب قارئین

(تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے باقی واقعات ملاحظہ فرمائیں)

چوتھے دن جب مسلم بن عقیل قتل و غارت سے تھک گیا تو اس نے بیعت کی غرض سے اہل مدینہ کو پیش کیے جانے کا حکم دیا۔ لشکریان شام چاروں طرف پھیل گئے جو جہاں ملتا اسے پکڑ لاتے اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کرتا تو اسے فوراً قتل کر دیا جاتا۔ رفتہ رفتہ علی بن حسین کو گرفتار کر کے پیش کیا گیا۔ مروان بن الحکم نے ایک پیالہ شہد پیش کیا۔ آپ نے تھوڑا سا نوش فرما کر رکھ دیا۔ مسلم بن عقبہ بولا تم کیوں نہیں پیتے؟

علی بن الحسین علیہ السلام یہ سن کر کانپ اٹھے! اور گھبرا کر پیالہ اٹھا لیا۔ مسلم بن عقبہ نے کہا تو خوفزدہ نہ ہو۔ اگر تمہارا کوئی تعلق اہل مدینہ سے ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا لیکن امیر المومنین نے مجھے ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ تم نے ان کو لکھنا تھا کہ ان معاملات سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ تو اب اگر تمہارا جی چاہے تو شہد نوش کر لو ورنہ خواہ تو اہ پینے کی ضرورت نہیں۔ مسلم نے یہ کہہ کر علی بن حسین کو اپنے برابر بٹھا لیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد کہا۔ شاید تمہارے متعلقین میرے پاس آنے سے پریشان ہوں گے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو مسلم بن عقبہ نے سواری منگوائی اور آپ بلا دقت کے اپنے گھر چلے آئے۔ یہ واقعہ ۶۳ھ میں جب کہ ذوالحجہ کی دو راتیں باقی تھیں پیش آیا۔ یہ سن معاویہ کے عہد میں ہوا۔

(تاریخ ابن اثیر جلد ۵، ص ۱۳۱)

البدايه والنهايه

ثم اباح مسلم بن عقبة الذى يقول فيه السلف
مسرف بن عقبة قبحه الله من شيخ المسرمدا
اجهله المدينة ثلاثة ايام كما امره يزيد لا
جزاه الله خيرا وقتل خلقاً من اشرافها وقرائها
وانتهب اموالا كثيرة منهـا وقد شر عظيم
وفساد عريض على ما ذكره غير واحد فمن
قتل بين يديه صبراً معقل بن يسار وقد كان
صحبة قبل ذالك ولكن اسمه فى يزيد كلا
ما غليظا فنقم عليه بسببه

﴿البداية والنهاية جلد ٨، ج ٢٣٠﴾

واستدعى بعلى بن الحسين فجاء يمشى بين
مروان بن الحكم وابنه عبد الملك ليا خذه
بهما عنده لسانا ولم يشعرا ان يزيد اوصاه به
فلما جلس بين يديه استدعى مروان بشراب
وقد كان مسلم بن عقبه حمل معه من الشام
شيئا الى المدينة فكان يشاب له بشرابه فلما
جاء الشراب شرب مروان قليلا ثم اعطى
الباقى لعلى بن حسين ليا خذ له بذالك لما كان
وكان مروان موالا لعلى ابن الحسين فلما انظر
اليه مسلم بن عقبة قد اخذ الاناء فى يده قال له
تشرب من شرابنا ثم قال له انما جئت مع

هذين لفناء من بها؟

فما تحتك يد علي بن الحسين رجل لا يضع الاناء من يده ولا يشربه ثم قال له لو لا ان امير المؤمنين اوصاني بك لضربت عنقك ثم قال له ان شئت لصونك بغيرها فقال هذا الذي في كفك ان اردت فاشرب ثم قال له مسلم بن عقبة ثم الى عهدا فاجلس فاجلسه مع علي السرير وقال له ان امير المومنين اوصاني بك وان هؤلاء شغلوني عنك ثم قال لعلي بن الحسين لعل اهلك فزعوا، فقال اي والله فامر بدابة فاء

سرجت ثم حمله عليها حتى ردة الى منزل

مكرما

(البدایہ النہایہ جلد ۸، ص ۲۲۰)

ان واقعات پر تبصرہ

اگرچہ ہم ابھی جنگ حرہ کے اندوہناک واقعات کی قدرے مزید تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں، تاہم ہم علامہ ابن اثیر اور دیگر حضرات کی بیان کردہ روایات کے مطابق عباسی کے قتام ذیل قابل مشاہدہ ہو چکے ہیں۔

عباسی کا یہ بیٹا ہے کہ مسلم بن عقبہ جلیل القدر صحابی تھا اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے شرف یاب ہو چکا تھا۔ اور وہ نہیں

چاہتا تھا کہ جس شہر مقدس میں اس نے رسول اللہ کی زیارت کی ہے اس میں

فتنے اور شورشیں بپا ہوں چنانچہ اس نے حق صحابیت ادا کرتے ہوئے شہر

رسولؐ سے اٹھنے والے فتنے کو چند گھڑیوں کی لڑائی کے بعد ختم کر دیا اور آٹھ

دس روز مزید وہاں قیام کر کے فتنہ جو عناصر کا خاتمہ کر دیا۔

نیز یہ کہ اہل مدینہ کو جنگ کرنے کا قطعاً سلیقہ نہیں تھا اور دنیا میں

کبھی جنگی لحاظ سے انکی کمزور و حقیر کارروائی کہیں بھی نہیں کی گئی جس قدر اہل

مدینہ سے لڑی تھی وہ گویا وہ عسکریت سے قطعی طور پر نابلد تھے اور پھر مدینہ منورہ

میں ہی انصار کے ایک بڑے قبیلے کی صورت میں ایک ایسی پارٹی موجود تھی

جو حکومت کی خیر خواہ تھی۔ اور فسادیوں کے خلاف تھی۔ اور انہوں نے موقع

ملتے ہی حکومت کی فوج کو گھروں سے گزرنے کا راستہ دے کر حق نمک ادا کر

دیا تھا۔ نیز یہ بھی کہ اہل مدینہ کی عسکری قوت کمزور تھی اور وہ فن حرب میں ماہر

نہ ہونے کی وجہ سے چند ہی لمحوں میں پانچ سات لوگوں کے مرنے کے بعد

بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور پھر مسلم نے بھی لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور امن و

امان بحال ہو گیا۔

حالانکہ یہ سب کچھ قطعی طور پر جھوٹ اور بکواس اور تاریخ کے ساتھ

وحشیانہ مذاق کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اب تک جو بھی واقعات ہم نے کتب

تاریخ و احادیث وغیرہ سے نقل کئے ہیں ان میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ اہل

مدینہ شہر محبوب کو خونخواروں سے بچانے کے لئے پوری جرأت و جواں مردی سے لڑے اور آل وقت تک دشمنوں کے مقابلہ میں صف آرا رہے جب تک ان کے مقدس خون کا ایک قطرہ تک نہیں بہہ گیا۔

اور اگر مروان وغیرہ نے یزید کے جاسوس ہونے کا فریضہ نہ کیا ہوتا تو یزید کا شیطانی لشکر یا تو ختم کر دیا جاتا یا پھر تھک ہار کر واپس چلا جاتا اہل مدینہ نے سپہ سالار اعظم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے فن سپہ گری کا پورا پورا مظاہرہ کیا تھا یعنی مدینہ منورہ کے اردگرد تین سمتوں میں ناقابل تسخیر خندق کھودی تھی جو مضبوط ترین شہر پناہ سے کسی بھی طرح کم نہ تھی اور انہیں حرہ کی طرف سے دشمنوں کے حملہ کا کوئی خدشہ نہیں تھا کیونکہ اس طرف خاصی دشوار گزار زمین تھی کہ دشمن ادھر آنے کی کبھی جرأت نہ کرتا اگر اسے یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ ادھر خندق نہیں ہے اور یہ صرف مروان وغیرہ کی غداری اور وعدہ خلافی کا نتیجہ تھا کہ یزید کے سپہ سالار کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ اس طرف خندق نہیں ہے۔

اور شاید صحابی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت جو جنگ احزاب لڑی گئی اس میں اس طرف خندق نہیں کھودی گئی تھی کیونکہ حرہ کسی نرم و نازک زمین کا نام نہیں بلکہ پورے کے پورے سنگستان اور پتھریلی زمین کا نام ہے جبکہ جبل سلع کے عقب میں زمین نرم ہے اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے کہیں کہیں کوئی پتھر نظر آ جاتا ہے مگر

مقام حرہ تو تمام کا تمام پتھروں سے اٹا پڑا ہے،

بہر حال اہل مدینہ کا لشکری نظام قطعاً کمزور نہیں تھا اور ان کی

شکست کی وجہ صرف مروان وغیرہ کی غداری ہے اور عباسی نے محض جھوٹ

اور بکواس کا طومار باندھا ہے۔

اور یہ بھی قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے مسلم بن عقبہ نے جنگ یزید اہل

مدینہ کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا اور درندگی کی انتہا کر دی حتیٰ کہ لوگوں

کو پکڑ پکڑ کر شہید کر دیا گیا اور اس قدر بربریت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ کے

اوراق اب تک کانپ رہے ہیں اور اہل مدینہ کے قتل پر اس قدر اسراف اور

زیادتی تھی کہ اسے مسلم کے بجائے مسرف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نیز عباسی کی بے حیائی کی اس سے بڑھ کر شاید کوئی مثال نہ پیش کی

جا سکے کہ وہ ایک ایسے خونخوار وحشی درندے کی صفائی یوں پیش کر رہا ہے

کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے نہایت

شفقت و ہمدردی کے ساتھ مدینۃ الرسول کی اینٹ سے اینٹ بجا رہا تھا عرش

اعلیٰ سے بھی نازک مقام اور بہشت بریں سے بھی مقدس گلیوں میں خون کی

ندیاں بہا رہا تھا اس کے ساتھ صحابی اور تابعی تھے وغیرہ وغیرہ،

اب ہم قارئین کرام کو واقعہ حرہ کی چند مزید روایات سے روشناس

کرواتے ہیں درج ذیل واقعات سید المحدثین شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث

دہلوی کی کتاب جذب القلوب سے پیش کئے گئے ہیں آپ نے لکھا ہے

کتاب وفاالوفا (تاریخ مدینہ) مولفہ علامہ سمہودی سے تلخیص فرمائی ہے

جذب القلوب

خوارج کے معتمد ترین مورخ بلاذری کے استاد اور مشہور مورخ

علامہ واقدی کتاب حرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں۔

کہ حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں باہر تشریف

لے گئے جب حرہ زمرہ میں پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور آیت **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھی صحابہ نے سمجھا شاید حضور کو معلوم ہو گیا کہ اس سفر پر سرانجام مدعا کے موافق نہ ہوگا حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے کیا ملاحظہ کیا جو استرجاع فرمایا آپ نے فرمایا آپ نے فرمایا ایسا کوئی امر نہیں جو تمہارے اس سفر سے متعلق ہو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیا چیز ہے؟

ہم بھی جان لیں آپ نے فرمایا کہ اس حرہ سنگستان میں میری امت کے بہترین لوگ میرے صحابہ کے بعد شہید ہو گئے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جس وقت آپ اس مقام پر پہنچے تھے تو اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے تھے کہ اس حصہ میں میری امت کے بہترین لوگ شہید ہو گئے۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ توریت میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کے مشرقی سنگستان میں بہت سے مقتول ہوں گے جن کے چہرے

قیامت کے دن چودھویں چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

بحوالہ جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۳۳۲، مؤلفہ امام المحدثین

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ

لرزہ خیز داستان

رئیس المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی امام قرطبی کے حوالے سے مزید یہ نقل فرماتے ہیں۔

کہ یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ المری کو شامیوں کا ایک بڑا لشکر دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کو بھیجا تا کہ ان لوگوں کو مدینہ منورہ کے حرم میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو کرے چنانچہ مسلم نے تین دن تک حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کر کے دادِ بے دینی دی اسی سبب سے اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں اس واقعہ کا وقوع ورقم حرہ میں ہوا یہ جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے

یہاں پر ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین و انصار اور علماء تابعین کے علاوہ شہید کیا اور عورتوں بچوں کے علاوہ عوام میں سے دو ہزار آدمیوں کو مارڈالا سات سو حافظ قرآن اور قوم قریش کے ستانوے افراد کو ظلم کی تلوار سے ذبح کر ڈالا۔

فسق وفساد اور زنا کو مباح کر دیا کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک

ہزار عورتوں نے زہا کی اولاد جنی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں گھوڑوں کو جولانی دیتے تھے اور منبر کی بات سنیے کہ روضہ شریف اور منبر شریف کی درمیانی جگہ جس کی بابت صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے باغوں میں سے ہے یہاں پر ان کے گھوڑے پیشاب کرتے تھے اور مسلم بن عقبی لوگوں کو یزید پلید کی بیعت اور اس کی غلامی کے عہد پر اس طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے خواہ وہ اللہ جل جلالہ کی اطاعت پر بلائے اور خواہ گناہ و معصیت پر جبر و اکراہ کرے۔

﴿مذہب القلوب الی دیار المحبوب ص ۳۶﴾

ممکن ہے شاہ صاحب محدث دہلوی کے حوالہ سے پیش کی گئی ان عبارات کو تسلیم کرنے سے خارجیوں کو کچھ تامل ہو اس لئے ظلم و ستم کی یہی داستان ہم البدایہ والنہایہ کی چند تحریروں کی صورت میں بھی پیش کر دیتے ہیں اور ہم یہ روایات پیش کرتے وقت خاص طور پر اس بات کا بھی خیال رکھیں گے کہ تاریخ طبری کے غالی راوی ابو مخنف کی بیان کردہ کوئی روایت نہ بیان کی جائے کیونکہ عباسی ابو مخنف اور امام طبری سے بہت الرجک ہے۔

بلکہ ہم مزید کوشش کریں گے کہ البدایہ والنہایہ سے بھی محض اس راوی سے زیادہ روایات بیان کی جائیں جو عباسی کے نزدیک لائق اعتماد ہو۔

اور وہ راوی المدائنی ہیں جن کے متعلق اس نے اپنی کتاب میں لکھا

ہے بلاذری نے المدائنی اور ثقہ راوی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۷۳﴾

ہمیں یقین ہے کہ اگر بلاذری کی کسی روایت کو بیان کرنے کے

لئے المدائنی کو قدیم اور ثقہ راوی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

تو ابن کثیر کا ان سے روایت بیان کرنا ان کو غیر ثقہ اور جدید راوی

نہیں بنا سکے گا چنانچہ آپ اب عباسی کے ثقہ اور قدیم راوی کی زبان سے

جنگ حرہ میں پیش آنے والے اندوہناک واقعات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں

جو ہم شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تالیف مبارک جذب القلوب

سے پیش کر چکے ہیں۔

قال المدائنی عن ابی قرة قال قال هشام بن
حسان ولدت الف امرأة من اهل المدينة بعد
وقعت الحرة من غير زوج وقد لقحنی جماعة
من سادات الصحابة منهم جابر بن عبدالله

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۳۳۱﴾

مدائنی ابی قرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن حسان نے کہا

کہ واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے حرامی بچوں کو جنم دیا اور

سادات صحابہ سے ایک جماعت جن میں جابر بن عبداللہ بھی تھے نے مجھ

کر جان بچاؤں۔

قال المدائینی رجی الی سعید بن مسلم بن مسیب فقال له بایع؟ فقال بایع علی سیرة ابو بکر وعمر فان آمر بضرب عنقه تشهد رجل انه مجنون فخلی سبیله

﴿البایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۲۱﴾

مدائنی کہتے ہیں کہ جب حضرت سعید بن مسیب کو مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ بیعت کرو گے؟

سعید بن مسیب نے کہا کہ میں سیرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بیعت کروں گا مسلم نے کہا کہ اس کی گردن اڑا دو تو مدینہ منورہ کے ایک شخص نے یہ گواہی دے کر کہ یہ تو دیوانہ ہے آپ کی جان بچائی۔

وقال المدائنی عن شیخ من اهل المدینة قال سالت الزهری کم کان القتلی یوم الحرة؟ قال سبع مائة من وجوه الناس من المهاجرین والانصار وجوه الموالی من حره وعبد وغیرهم عشره آلاف والنهبی المدینة ثلاثة ایام

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۹۲۲﴾

اور مدائنی مدینہ کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ظاہری سے پوچھا گیا کہ یوم الحرہ میں قتل ہونے والوں کی تعداد کیا تھی؟ تو اس نے کہا کہ مہاجرین اور انصار سے سات سو آدمی شہید ہوئے اور دیگر آزاد

وغلام اور موالی جو قتل ہوئے ان کی تعداد دس ہزار ہے اور قتل ہونے والے مشورہ کو لوٹا گیا۔

واقعات حرہ کی دردناک تصویر ابھی باقی ہے یزید پلید کے لشکر وہ چہرے کے خدوخال ابھی پورے طور پر نمایاں نہیں ہو سکے ہمیں پورے طور پر اعتراف ہے کہ ابھی متعدد سوال تشنہ جواب ہیں جنہیں انشاء اللہ العزیز شہید ابن شہید حصہ سوم میں زیر بحث لایا جائے گا فی الحال مختصر طور پر عباسی کے ایک سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ مدینہ والوں کو قتل مدینہ والوں نے کیا تھا یا اس کا ذمہ دار یزید پلید ہے۔

مدینے والوں کے قاتل، مدینے والے تھے؟

قارئین کو یاد ہوگا کہ اہل مدینہ پر کئے جانے والے مظالم اور ستم آرائیوں کی تمام تر ذمہ داری عباسی کے نزدیک اہل مدینہ پر ہی عائد ہوتی ہے اور وہ اس حدیث کا اطلاق مدینہ والوں پر ہی کرتا ہے۔

جس میں ہے کہ جس نے مدینہ والوں کو خوفزدہ کیا اس پر خدا تعالیٰ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، عباسی کی مسلسل کذب بیانیوں اور شعبدہ بازیوں میں یہ بھی ایک بدترین جھوٹ ہے۔ کہ اس حدیث کا مصداق ان لوگوں ہی قرار دے دیا ہے جن کی حرمت کو محفوظ رکھنے کے لئے رسول غیب دان انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمادیا اور دیگر متعدد طریقوں

سے بھی دنیا والوں کو متنبہ کر دیا ہے تا کہ کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بد دلی کا تصور بھی نہ کر سکے مگر حیا ہی کے شاطرانہ ذہن کی داد دیجئے کہ وہ ایک تو مظلوم کو ہی ظالم ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اور دوسری طرف ظالم و قاتل کے دامن پر مظلوم کے خون کے دھبوں کو اپنے دل کی سیاہی میں چھپا لینے کی سعی نا مشکور کر رہا ہے۔

بہر حال آپ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے اور اذیت دینے والوں کے بارے میں حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشادات ہیں اور پھر جلیل القدر محدثین کے اقوال ملاحظہ کریں جن کی روشنی میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ وعیدیں کن لوگوں کے بارے میں ہیں اور کون کون ان کی زد میں آیا۔

اب فیصلہ ہوتا ہے

عن سعد رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یکید اہل المدینۃ احد الا انماع کما ع الملح فی الماء

(بخاری جلد ۱ ص ۲۵۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرے گا وہ اس طرح گھل

جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے

دوسری حدیث

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال المدینۃ حرم من کذا الی کذا لا یقطع شجرھا ولا یحدث فیھا حدث من احدث حدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین

(بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۵۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے نہ یہاں کوئی درخت کاٹا جائے اور نہ کوئی نئی بات کی جائے جو شخص یہاں نئی بات کرے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت ہے

نسائی کی روائت

وروی النسائی من حدیث السائب بن خلاد رفعہ من اخاف اھل المدینۃ ظالما لھم اخافہ اللہ وکانت علیہ لعنۃ اللہ

(فتح الباری، جلد ۷ ص ۲۳۵)

صاحب بن خلاد کی حدیث کو نسائی نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اہل مدینہ
پر ظلم کرتا ہے اور ان کو خوفزدہ کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کو
خوفزدہ کرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے

خدا کی لعنت

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من
اذى اهل المدينة اذا الله وعليهم لعنت الله
والملائكة والناس اجمعين

﴿فیض القدیر جلد ۴، ص ۱۹﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل مدینہ کو ایذا
دینے والے اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتے ہیں اور ان پر اللہ
تعالیٰ اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے

فرمان رسول

اخبرنی عبد الله بن عبد الله بن جبیر قال
سمعت عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم
قال آیة الایمان حب الانصار وآیة النفاق
بغض الانصار ﴿بخاری شریف﴾

عبداللہ بن عبداللہ بن جبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان

کی نشانی انصار کی محبت اور منافقت کی نشانی بغض

انصار ہے

اھل مدینہ کو ستانے والے کی سزا

عن ابی عبد اللہ قراظ یقول سمعت ابا ھریرۃ
وسعد یقولان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اللھم بارک لاھل المدینۃ فی
مدھم وصاع المدینۃ وفیہ من ارادا ھلھا بسوء
اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔

(مسلم شریف، جلد ۱، ص ۴۳۵)

حضرت عبداللہ قراظ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنھما سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ
یا اللہ مدینہ والوں کے پیمانوں میں برکت عطا
فرما اور جو شخص اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو
اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دیتا ہے جس طرح نمک
پانی میں گھل جاتا ہے۔

اھل مدینہ کو ڈرانے والے کی سزا

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخلاص اہل
المدینۃ اعافہ اللہ وکانت علیہ لعنت اللہ

﴿فیض القدیر، جلد ۲، ص ۳۰﴾

﴿مسلم شریف، جلد ۱، ص ۴۴۲﴾

﴿فتح الباری، جلد ۴، ص ۲۳۵﴾

﴿البدایہ والنہایہ، جلد ۸، ص ۲۳۴﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اہل مدینہ کو ڈراتا ہے

وہ اللہ تعالیٰ کو ڈراتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

ہے۔

اس ضمن میں مزید اور روایات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں تاہم اختصار سے کام لیتے ہوئے انہی چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے اب آپ فیصلہ ملاحظہ فرمائیں!

یہ فیصلہ ھے

خارجی عباسی کا یہ دعویٰ قارئین بھولے نہیں ہوں گے کہ یہ تو سبھی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے پہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا کس نے تھا؟

اور ساتھ ہی یہ ہوائی چھوڑ دی کہ اہل مدینہ کو یزید وغیرہ نے خوفزدہ نہیں کیا بلکہ یہ تمام مظالم مدینہ والوں نے خود ہی مدینہ والوں پر ڈھائے ہیں۔ اب اس دجال اعظم اور فاتر العقل کو کون سمجھائے کہ تمہارا یہ استدلال نہ صرف عقل سے بھی کمزور ہے

کیونکہ ان تمام روایات میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اہل مدینہ کا اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ موجب لعنت ہے۔ بلکہ ایک ایک جملہ میں تفصیلی طور پر اہالیان مدینہ کو مخصوص کر کے فرمایا گیا۔

کہ ان کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر رہنے والا کوئی شخص زیادتی نہ کرے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء و مقصود بھی یہ تھا کہ میرے شہر میں بسنے والے باہر کے مفسدین سے مامون و محفوظ رہیں اور یہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ یزیدی افواج کے سپاہی سب کے سب عسکر شام اور حمص وغیرہ کے رہنے والے تھے اور ان میں ایک

شخص بھی مستقل طور پر مدینہ منورہ کا رہائشی نہیں تھا سوائے خاندان مروان
کے جو پہلے ہی مستحق لعنت قرار دیئے جا چکے تھے

اور ان کو بھی اس واقعہ کے بعد مدینہ منورہ کی سکونت ترک کرتے ہی
بنی حالت نظر آئی کیونکہ دائرہ رحمت میں لعنتی لوگوں کا رہ جانا ممکن ہی نہیں
تھا بہر حال یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہل مدینہ پر اہل مدینہ نے ظلم
نہیں کیا بلکہ یزید اور اس کی بھیجی ہوئی شریر افواج نے کیا تھا۔

اس واضح ترین واقعاتی استدلال کے بعد اب محدثین کرام کا فیصلہ
ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے ان روایات کی شرح کرتے وقت کیا ہے۔

ان روایات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ واضح ارشاد
موجود ہے کہ جس نے اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کیا یا ان پر ظلم کیا اور انہیں
خوفزدہ کیا تو وہ اس طرح گھل گھل کر مر جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل
جاتا ہے اور اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اب دیکھئے کے گھل گھل کر کون مرا

چنانچہ ان روایات کی شرح میں علامہ کرمانی اور علامہ عینی شارحان
بخاری واضح طور پر یہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم و ستانے کی سزا کے طور پر
فرمان رسول کے مطابق مسلم بن عقبہ اور یزید بن معاویہ جلد ہی ایسی اذیت
ناک موت مر گئے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

کرمانی شرح بخاری

یعنی من اراد السکر بهم لا یمهله الله ولم
یکن کما انقضی شان من حاربها ایام بنی امیة
مثل مسلم ابن عقبة فانه هلک منصرفه
عنها ثم هلک مرسله الیها یزید بن معاویه
وعلی اثر ذالک ۔ کرمانی شرح بخاری، جلد ۹، ص ۹۲

یعنی مدینہ والوں سے مکر کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ
اسے مہلت نہیں دے گا اور نہ ہی یہ ممکن ہے جیسا کہ جو
اس کے دور میں مدینہ والوں سے لڑائی کرنے کا حال
ظاہر ہے مثل مسلم بن عقبہ کے کہ وہ واپسی پر ہی
ہلاک ہو گیا پھر اس کو بھیجنے والے یزید بن معاویہ کی
ہلاکت بھی اس کی دلیل ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری

وقال الخطوی اراد السکر بهم یمهله الله ولم
یکن له کما انقضی شان من حاربها ایام بنی
امیة مثل مسلم بن عقبه فانه هلک فی
منصرفه عنها ثم هلک مرسله الیها یزید بن
معاویه علی اثر ذالک۔

﴿عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۱۰، ص ۲۲۱، طبع مصر﴾

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کا مطلب بھی آخر یا وہی ہے

جو آپ علامہ کرمانی کی عبارت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب عبارت

خاص معتمد اور صحیح الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فتح الباری شرح بخاری

المراد لمن ارادها فی الدنیا بسوء، وانه لا یحصل

بل یذهب سلطانه عن قرب کما وقع لمسلم

بن عقبة وغیره، والمراد من کادها اغتیالا لا

وطلبا لغرتها فی غفلة فلا یتم له امر بخلاف

من اتی ذالک جهادا کما استفیدها مسلم بن

عقبة وغیره

(فتح الباری شرح بخاری، جلد ۷، ص ۲۳۵)

اب آپ مخلصانہ تو بتائیں آپ نے بلاوجہ اس حدیث پاک کی شرح شاہ صاحب

الحق محدث دہلوی کی تحریر کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ

وعن سعد قال قال رسول الله صلی الله علیه

وآله وسلم لا یکید اهل المدینة احد الا انماع

کما ینماع الملح فی الماء

مندرجہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث

دہلوی لکھتے ہیں۔

بد سگالی نکند وایذا نکند اهل مدینه را هیچ
یکے سگر آنکه از روفنائی گردد عقریب
چنانچه میگذارد نمک در آب همچنانکه
ظاهر شد از حال یزید شقی که بعد از واقعه حره
در اندک فرصت هلاک شد و بعقاب الهی و
الم فراق وصل بگذاشت و فنائی شد متفق علیه

(وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۳۹۵)

ترجمہ:

کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی نہیں کرے گا اور انہیں اذیت نہیں دے گا جس کی کوشش کرنے والا بہت جلد اس طرح ختم کر دیا جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

چنانچہ اس کا حال ظاہر ہے کہ یزید پلید واقعہ حرہ کے تھوڑا عرصہ بعد ہی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوا اور وصل میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

بتاتا کیوں نہیں؟

عباسی کا دعویٰ تھا کہ یہ تو بتاتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے کی سزا میں مقرر ہیں لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا کہ ان پر ظلم کیا کس نے تھا یہ کہنا کہ مدینہ والوں پر ظلم یزید نے نہیں بلکہ مدینہ والوں ہی نے کیا تھا۔ حالانکہ تمام ثقہ راویوں نے واقعہ الحرہ میں پہلے ہی فرما دیا ہے کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے

(۱۱) یزید پلید اور اس کا ساتھی مسرف بن عقبہ تھا اور اپنے اس ظلم و تشدد کی سزا

بھی ان دونوں کو فوراً ہی مل گئی اور رسول برحق کا فرمان پورا ہو کر رہا بلکہ

محدثین تو ان دونوں ملعونوں کی ہلاکت کا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا فرمان پورا ہونے کی گواہی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ حدیث کا فتوی

انہی روایات کے پیش نظر امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ یزید کو

ملعون قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ والوں سے برائی کرنے

والوں کو ملعون قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام

لوگوں کی لعنت ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر یہ روایات نقل کرنے کے بعد امام

احمد بن حنبل وغیرہ کا متفقہ و اتفاقی طور پر یہ فیصلہ درج کرتے ہیں۔

وهو رواية عن احمد بن حنبل اختارها الخلال
وابو بكر عبد العزيز والقاضي ابو يعلى وابنه
القاضي ابو الحسين وانتصر لذلك ابو الفرج
الجوزي مصنف مفرد وجرب لعنته

البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۳

حافظ ابن کثیر ایک فیصلہ کن مزید حدیث بیان کرتے ہیں کہ اہل

مدینہ پر ظلم کرنے والے اور خوفزدہ کرنے والے کی قیامت تک کسی قسم کی کوئی

عبادت قبول نہیں ہوگی۔

عن السائب ان عبداللہ بن رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من اخاف اھل
المدینۃ ظلما اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والا
لملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم
القیامۃ صرفا ولا عدلا

البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۲۳

قاتل کی گواہی

عباسی کہتا ہے کہ اہل مدینہ نے اہل مدینہ کو قتل کیا مگر اہل مدینہ کا
قاتل اقرار کرتا ہے کہ میں مدینہ والوں کا دشمن ہوں چنانچہ شیخ محقق شاہ عبد
الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں نے جب یزید کی بیعت
توڑی تو یزید پلید مسرف کے پاس آیا اس کو یہ کہا کہ فاجر کے مرض میں گرفتار
بستر ہلاکت پر پڑا ہوا ہے۔

یزید نے کہا اگر تجھ میں یہ ضعف اور مرض نہ ہوتا تو اس لڑائی اور کا
حاکم اور ولی تجھ کو بناتا کیونکہ میرے باپ معاویہ نے مرض موت میں یہ
وصیت کی تھی کہ اہل حجاز سے کوئی لڑائی در پیش آئے تو اس کی تدبیر مسلم بن
عقبہ کے ذریعہ سے کرنا یہ سن کر مسرف اٹھ کر بیٹھا اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم
ہے اگر تو نے یہ کام کسی اور کے سپرد کیا اس لئے کہ اس کام میں اہل مدینہ کا
دشمن ہونے سے سوا کوئی فضیلت ہو سکتی

وجذب القلوب، ص ۴۱

مسلم بن عقبہ کا انجام۔

قارئین تو جان ہی چکے ہیں کہ قاتل خود اقبال جرم کر رہے ہے کہ میں قاتل ہوں اور خارجیوں کے تابعدار و کلاء اس کی صفائی پیش کر رہے ہیں بہر حال آخر پر مسلم بن عقبہ کا انجام بھی ملاحظہ فرمائیں جسے جلیل القدر صحابی کے طور پر متعارف کرایا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ اس نے مدینۃ الرسول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیضان حاصل کیا تھا وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے شرارتیں اور بغاوتیں کریں بہر حال مسلم بن عقبہ کا انجام ملاحظہ فرمائیں۔

جذب القلوب

اہل مدینہ کے قتل و غارت کے بعد مسرف نے ارادہ کیا کہ اب عبداللہ بن زبیر کو تباہ کر دوں اس مقصد کے لئے مکہ معظمہ کو چلا لیکن وہ یمن روانگی کے بعد وہ جس مرض میں مبتلا تھا اسی میں مر گیا۔

مدینہ منورہ کے ایک مقتول کی ماں نے قسم کھا رکھی تھی کہ اگر قدرت پاؤں گی تو مسرف کو زندہ یا مردہ جلا دوں گی چنانچہ اس عورت کو مسرف کی موت کی اطلاع ہو گئی تو اس نے قبر کھود ڈالی جب ان کی قبر کو کھولا تو اس میں ایک اژدہا دیکھا جو مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا تھا اور اس کے جبڑے کی ہڈی منہ میں لے کر چبا رہا تھا لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر فرار ہو گئے اور عورت نے

کہا تو اور مطلق نے اس کے اعمال کی سزا دے دی اور تو اب انتقام نہ لے اس کے لئے اتنا ہی عذاب کافی ہے مگر وہ عورت نہ مانی اور کہا اسے پاؤں کی طرف سے الٹا لو مگر جب اس کے پاؤں کی طرف دیکھا تو وہاں بھی ایک اژدہا لپٹا ہوا تھا اس عورت نے دعا کی کہ الٰہی مجھے میری قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرما پھر ایک بکری اس اژدہا کی دم پر ماری تو وہ اس کے سر سے جدا ہو گیا پھر مسرف کی لاش نکال کر دار پر کھینچا گیا پھر اس کی لاش پر پتھر برسائے گئے اور آخر پر جلا دیا گیا۔

﴿جذب القلوب ص ۲۴۴﴾

یہ ہے عباسی کے بزدل کا ایک جلیل القدر صحابی کا انجام۔

عبرت ہے اہل نظر کے لئے

تصویرِ حُسین علیه السلام

آیت مباہلہ میں امام حسین شامل نہیں؟

شیخ الاسلام قبلہ امام مظلوم سیدنا امام حسین علیہ السلام اور دیگر اہلبیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عباسی وغیرہ کی دشمنی اور عداوت کی انتہا یہ ہے کہ وہ ایسی آیت اور حدیث جس میں ان مقدس خاندان کی شان و عظمت کا اظہار ہوتا ہے ان کے معیار تحقیق پر پوری نہیں اترتی حتیٰ کہ وہ آیات واحادیث جن پر مفسرین ومحدثین کا اجماع ہے کہ جناب حسنین کریمین اور ان کے والدین کی شان میں ہے۔ ان کے نزدیک ناقابل قبول اور موضوعات کا پلندہ ہیں۔

اس کتاب کے باب اول میں آپ ان خوارج کی یہ تحریریں پڑھ چکے ہیں جن میں آیت مباہلہ اور آیت تطہیر میں امام حسین علیہ السلام کو شامل کرنے کو دلیل رافضیت کہا گیا ہے اور یہ غم خوئیں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس اطلاق مذکورہ بالا مقدس نفوس پر ہو ہی نہیں سکتا۔

جیسی روح ویسے فرشتے

چنانچہ آیت مباہلہ کے متعلق محمد عبدہ اور رشید رضا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

مباہلہ تو صرف نبی تھے تھا۔

اس لئے یہ غیر ممکن ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت حسنین کریمین علیہم السلام کو
ساتھ لیکر نصاریٰ پر لعنت کرنے آتے اور انہی دونوں کے حوالے سے دلیل بھی
دی ہے کہ تم اپنی تو اپنے ساتھ اپنی عورتیں اور بچے لاؤ ہم نے نہیں لانے تھے پھر
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا ضرورت تھی کہ آپ عورتوں اور
بچوں کو ساتھ لے کر نکل آتے۔ اور پھر آخری بات ان اس بات پر توڑی ہے کہ
تمہارا کا اطلاق اپنی بیٹی پر کوئی عرب کر ہی نہیں سکتا۔

کیونکہ لغت عرب اسکی اجازت ہی نہیں دیتی اور پھر تو اسوں کو ایسا ہوتا
ہے کہہ دیا تو یا اگلی ہی تلاوت ہے اس آیت کا کسی طریقہ سے بھی حضرت
علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین کریمین
رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

جیسی روح ویسے فرشتے کے مصداق عباسی کو پوری دنیا سے اسلام
میں دو ایسے مفسر مل ہی گئے جن کے استدلال عباسی کے اہانت رسالت
منصوبہ کو کچھ نہ کچھ تقویت مل گئی جہاں تک ان دونوں تو مولود مفسروں کے
حدود اربعہ کا تعلق ہے وہ تو صرف یہ کہ یہ دونوں ایک ہی دور کے سرپھرے ہیں ایک
عبدہ استاد ہے اور رشید رضا شاگرد ہے قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے

کہ عباسی کے بیان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو مفسر ہیں
مگر حقیقت یہ نہیں بلکہ محمد عبدہ کی تفسیر کو رشید رضا نے جمع کیا ہے اور
سر ایک ہی قلم سے ہے وہ مفسروں کے نام سے پیش کیا گیا ہے محمد عبدہ

شہید رضا الہ الامام اور استاد ریتا ہے مصر کا وہ مفسر ہے جس کی تفسیر 12 اکثر حصے تفسیر پر لکھے پر مشتمل ہے اور تفسیر پر لکھے نہ صرف یہ کہ پہلی سے بلند تر سطح پر پہنچا دیتا ہے۔ ہم اگلی تفسیر کے ضمن میں کسی دوسری کتاب میں پیش کریں گے یہاں صرف اس آیت کے تحت اس کی ایک دلچسپ بحث کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپ اس کا اس پر موقف تو پڑھ ہی چکے ہیں کہ مباہلہ تو ہوا تھا اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور کسی کو ساتھ لیکر مباہلہ کے لئے تشریف لاتے جبکہ نصرانیوں کے بچے اور عورتیں بھی ساتھ تھیں۔

اب مباھلہ ھوگیا

اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ زیر آیت لکھتا ہے کہ جناب حیدر کرار جناب حسنین کریمین کو مباہلہ میں شامل کرنا تو شیعوں کا کام ہے البتہ اصل بات یہ کہ مباہلے کے وقت حضرت ابوبکر صدیق اور ان کی اولاد حضرت فاروق اعظم اور ان کی اولاد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اگلی اولاد اور حضرت علی اور اگلی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے تھے۔

روایت کا عربی متن ہے۔

قال فجاء بابی بکر وولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان وولدہ وبعلی وولدہ والظاھر ان الکلام فی جماعۃ المومنین۔

تفسیر منار الایمان جلد سوم ص ۳۲۲ مولفہ محمد عبدہ مرحوم رشید رضا

کہا پس آپ نے ساتھ علی اور ان کی اولاد کے یہ کلام ظاہر ہے مومنوں

کی جماعت ہیں۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ وہ تمام تر دلائل جن سے ثابت ہوتا ہے

کہ سابلہ ہوا ہی نہیں تھا سے بھی مراد نہیں لی جا سکتی اور ابنا ہو یا نسا ہو دونوں

کو شامل کر لینے کا کوئی جواز موجود ہی نہیں وغیرہ وغیرہ سب ہی باطل قرار

دے لئے اور پھر یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ اصحاب علیہم الرضوان اللہ علیہم اجمعین اور

ان کی اولادیں بھی اس مباہلہ میں شامل تھیں تو اب ان دلائل کا کیا بنے گا

جن کی رو سے خاندان اہل بیت کو آیت مباہلہ سے خارج کیا گیا ہے حالانکہ

اس روایت میں یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ اصحاب علیہ السلام کے ساتھ علی اور ان کے

بیٹے بھی تھے۔

حقیقت صرف یہ کہ دروغ گو را حافظہ نباشد چونکہ یہ تمام کا تمام

شاخسانہ خود ہی تیار کیا گیا تھا اور اس لئے کچھ اصل کتب احادیث و تفاسیر میں

موجود ہی نہ تھی۔ اس لئے اس کی حیثیت تار عنکبوت سے زیادہ کس طرح ہو

سکتی ہے۔

بہر حال اہم عباسی کی تلاش کی داد ضرور دیں گے جس کو علمائے سلف و

خلف کی سینکڑوں تفاسیر کھنگالنے کے بعد ایک ایسی تفسیر مل ہی گئی جس کا

کچھ حصہ نقل کر کے شان اہل بیت کی تنقیص کرنے کا فریضہ سر انجام دے لیا۔

ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا

اس سے پہلے ہم متعدد کتب احادیث و تفاسیر سے آیت مباہلہ کی

تفسیر بیان کر چکے۔

قارئین کرام کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیت تطہیر کے معاملہ میں عباسی وغیرہ نے ابن تیمیہ جیسے غالی اور متشدد شخص کو بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں کا اکثر حصہ ابن تیمیہ کے ہی استدلال کا مرہون منت ہے اور یہ صرف اس ایک شخص کی تحقیق کا اب تک صحیح حق و صداقت تسلیم کرتے ہیں مگر ان آیات کی تفسیر کرتے وقت دانستہ طور پر ابن تیمیہ کی تحقیق کو بھی نظر انداز کیا۔

اور جملے لکھ کر کہ ان آیات میں اہل بیت کو شامل کرنے کی روایات شیعوں کی وضع کردہ ہیں۔ اور اعتقاد رکھنا کہ یہ اہل بیت کے حق میں ہیں یہ شیعیت کی دلیل ہے تاوانستہ طور پر ابن تیمیہ کو بھی شیعہ بنا دیا۔

کیونکہ ابن تیمیہ باوجود اپنے فطری تشدد اور عداوت اہل بیت کے

ان ہر دو آیتوں میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مقدس بیٹوں کو شامل سمجھتا ہے

حالانکہ اس نے شان اہل بیت میں آنے والی ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کو کمزور ضعیف اور بناوٹی وغیرہ ثابت کرنے کی پوری

ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا

اس سے پہلے ہم متعدد کتب احادیث و تفاسیر سے ثابت کر چکے ہیں

خصوصاً بیان کر چکے ہیں۔

قارئین کرام کو یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیت تطہیر کے معاملہ

میں نہایہ وغیرہ نے ابن تیمیہ جیسے غالی اور متشدد شخص کا بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے

حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں کا اکثر حصہ ابن تیمیہ کے ہی استدلال کا مرہون

منت ہے اور یہ صرف اس ایک شخص کی تحقیق کو اب تک صحیح حق و صداقت تسلیم

کرتے آئے ہیں مگر ان آیات کی تفسیر کرتے وقت وہ انتہائی طور پر ابن تیمیہ کی تحقیق

کو بھی ٹھکرا دیا۔

اور صاف لکھ کر کہ ان آیات میں اہل بیت کو شامل کرنے کی روایات

شیعوں کی وضع کردہ ہیں۔ اور اعتقاد رکھنا کہ یہ اہل بیت کے حق میں ہیں یہ

شیعیت کی دلیل ہے تاوانستہ طور پر ابن تیمیہ کو بھی شیعہ بنا دیا۔

کیونکہ ابن تیمیہ باوجود اپنے فطری تشدد اور عداوت اہل بیت کے

ان ہر دو آیتوں میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدہ

فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے مقدس بیٹوں کو شامل سمجھتے ہے

حالانکہ اس نے شان اہل بیت میں آنے والی ایک ایک آیت اور

ایک ایک حدیث کو کمزور ضعیف اور بناوٹی وغیرہ ثابت کرنے کی پوری

کا ذکر کر دیا ہے اور ایک ایک روایت کی گردن پر اپنے مقدس قلم کا خونی خنجر

چھیر تا چلا گیا ہے۔

ابن تیمیہ اور آیت مباھلہ

باوجود اس کے کہ ابن تیمیہ نے قرآن اور رسول کی توہین و تنقیص میں

پورا زور صرف کر دیا ہے

وہ آیت مباہلہ کے متعلق لکھتا ہے۔

ان یقال اما اخذ علیا والحسن والحسین فی
المباھلة فحدیث صحیح رواہ مسلم عن
سعد بن ابی وقاص قال فی حدیث طویل لما
نزلت ھذہ الآیة فقل تعالوا ندع ابناء نا وابنا
ء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم دعا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا و
فاطمة وحسنا وحسینا فقال اللھم ھولاء
اھلی ولکن لا دلالة فی ذالک علی الامامة
ولا علی الافضیلة

منھاج السنة جلد چہارم ص ۳۲ ابن تیمیة

ترجمہ

اور جو کہتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) مباہلہ میں

علی اور حسنین علیہم السلام کو تو ساتھ لیا تو یہ حدیث صحیح ہے جسے مسلم نے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل حدیث کی صورت میں

روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ پس فرمایا آؤ بلائیں ہم اپنے

بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری

جانیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بلایا اور فرمایا! یا اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

یہ روایت اہل بیت کی امامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔

اگر چہ ابن تیمیہ نے آخری سطر میں پلے دل کے پھپھولے پھوڑ ہی

لئے ہیں اور یہ لکھ دیا کہ یہ روایت تو بالکل درست اور صحیح ہے مگر اس سے

اہل بیت کی فضیلت کی دلیل کا ثابت نہیں ہوتی۔

یہ بحث تو الگ نوعیت کی حامل ہے کہ اس میں دلیل افضلیت ہے

یا نہیں، بہر حال ابن تیمیہ جیسے غالی شخص نے بھی اس روایت کو قطعی طور پر

درست تسلیم کیا ہے کہ نزول آیت مباہلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

جناب علی المرتضیٰ جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء اور جناب حسن و حسین کو ساتھ لیکر

بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ! یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

مگر یہاں پر تو علامہ نے ابن تیمیہ کی گردن توڑ کر رکھ دی ہے اور یہ

اعلان کر دیا کہ مندرجہ نفوس قدسیہ کی طور پر بھی آیت مباہلہ میں شامل نہیں ہیں

صحیح اور مدعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے خلاف کر کے خود ہی اپنی

جہالت اور نادانی کا ثبوت دے چکے ہیں۔

کیا یہ سب شیعہ ہیں ؟

اگر چہ ابن تیمیہ کا یہ بیان عباسی وغیرہ کے لئے حجت ہونا چاہیے

کیونکہ ان کی تمام تر فتوحات کا مدار ابن تیمیہ ہی کے منہاج و مسلک پر ہے

تاہم قارئین کرام کی دلچسپی اور معلومات کے لئے ہم اس ضمن میں مزید متعدد

حوالے کتب معتبرہ سے پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ غیر جانبدار

دامن ایمان و انصاف اور حق و دیانت سے یکسر خالی ہے اور یہ لوگ محض

عناد ان رسول ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کے پیش نظر من گھڑت

دستہ الزام پیش کرتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کتب معتبرہ کا بھی انکار کر

دیتے ہیں جنہیں پوری شد و مد سے خود بھی عظیم تصانیف تسلیم کرتے ہیں۔

بہر حال آیت مباہلہ سے متعلق متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش

کئے جاتے ہیں۔ تاکہ قارئین فیصلہ کر سکیں کہ کیا یہ سب مفسرین و محدثین

شیعہ ہیں یا عباسی کا دماغ خراب ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قال لما نزلت ھذہ الآیۃ فدعا رسول اللہ ابناءنا

ونساءنا ونساءکم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا

فقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی

صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۸

2 ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۳۶

3 مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۳۶۲

4 مسند احمد جلد چہارم ص ۳۲۴

5 صفات شرح مشکوۃ جلد ششم

6 مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا قاری

7 تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی

8 فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۵۳

9 دلائل النبوۃ جلد اول ص ۲۹۸

10 مظاہر حق جلد چہارم ص ۵۹۴

11 نسیم الریاض جلد سوم ص ۳۶۷

12 صواعق محرقہ جلد اول ص ۱۰۷

13 زاد المعاد ابن قیم جلد اول ص ۴۹۱

14 ریاض النضرہ جلد دوم ص ۱۸۴

15 تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵

16 طبقات ابن سعد جلد اول ص ۴۹۱

17 معارج النبوۃ جلد چہارم ص ۳۰۶

18 مولد العروس ۱۱۱

19 البدایہ والنہایہ جلد ششم ص ۳۵

20 ﴿اسد الغابہ جلد دوم ص ۱۲ ۔ جلد پنجم ص ۵۲﴾

21 ﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۵۰۳﴾

22 ﴿اشرف السوانح ص ۸۵﴾

23 ﴿اسعاف الراغبین ص ۱۰۶﴾

24 ﴿سیرت رسول عربی ص ۳۶۱﴾

25 ﴿شرح فقہ اکبر ص ۱۳۲﴾

26 ﴿مدارج النبوۃ ص ۲۳۲﴾

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

27 ﴿مرعاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۲۳۲﴾

28 ﴿کنز الاعمال جلد پنجم﴾

29 ﴿روح المعانی جلد دوم﴾

30 ﴿کشاف جلد اول﴾

31 ﴿مجمع البیان جلد اول﴾

32 ﴿جامع البیان جلد اول﴾

33 ﴿مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد ہفتم﴾

34 ﴿زرقانی علی المواہب﴾

35 ﴿ارشاد الساری﴾

36 ﴿فتاویٰ عزیزیہ﴾

37 ﴿تحفہ اثنا عشریہ﴾

38 ﴿خصائص نسائی﴾

39 ﴿فضایل ابن اثیر﴾

40 ﴿تاریخ کامل ابن اثیر﴾

41 ﴿بیہقی شریف﴾

42 ﴿مکتوبات مجدد﴾

43 ﴿تفسیر مظہری﴾

44 ﴿فتح القدیر﴾

45 ﴿فتوحات مکیہ﴾

46 ﴿تفسیر بحر المحیط﴾

47 ﴿تاریخ اسلام﴾

مذکورہ بالا روایت کا ترجمہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ بلائیں اپنے بیٹے اور ان کے بیٹے۔ الی الآخر الایۃ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ سلام علیہا اور حسن و حسین علیہم السلام کو بلایا اور فرمایا! یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

تفسیر و حدیث وغیرہ کی ان کتاب جلیلہ کے بعد دیگر متعدد کتب تفاسیر سے اس آیت مبارکہ کے شان نزول اور انتخاب رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کریں۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سیدہ فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیغام بھیجا اور پھر ان کو ساتھ لیکر اہل نجران کے سامنے تشریف لائے تو نجرانی بھاگ گئے۔

لما انزلت هذه الاية فقل تعالوا ارسل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى علي و فاطمة ابنيهما الحسن والحسين *اور پھر مزید وضاحت سے بیان کیا ہے* قال مضر قال قتادة لما اراد النبي صلى الله عليه وآله وسلم اهل نجران لهذا بيد حسن و حسين وقال لفاطمة اتبعنا فلما رائي ذالك اعداء الله رجعوا

﴿تفسیر ابن جریر جلد سوم ص ۳۰۱﴾

مشہور محدث و مفسر اور فقیہ امام قرطبی و دیگر مفسرین کرام حضور سرور کائنات علیہ السلام کے اس انتخاب کے متعلق یوں وضاحت فرماتے ہیں۔

ابناء نا دليل على ان ابناء البنات يسمون ابناء و ذالك ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم جاء بالحسن و الحسين و فاطمة تمشي خلفه و علي خلفها و هو يقول لهم ان دعوت فامنوا *تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۰۵*

ابتداء تا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں کو اپنے بیٹوں کے نام سے منسوب کیا جائے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ آپ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے پیچھے تھے اور آپ ان سے کہتے تھے تم دعا مانگیں تو تم آمین کہنا۔

اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:

قال کثیر من العلماء ان قوله علیه السلام
فی الحسن و الحسین لما یا هل ابناء نا وابناء
کم وقوله فی الحسن ان ابنی هذا سید
مخصوص بالحسن والحسین ان یسمیا ابنی
ان النبی صلی الله علیه آله وسلم دون غیر
هما لقوله علیه السلام کل سبب ونسب
ینقطع یوم القیامه الا نسبی و سببی

﴿تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۰۵﴾

ترجمہ

اکثر علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جو مباہلہ کے وقت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو اپنے بیٹے فرمایا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کہ یہ میرا بیٹا سید ہے مخصوص ہے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لئے آپ نے ان کو بیٹوں کے نام سے پکارا سوا اس کے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام حسب ونسب منقطع ہو جائیں گے اور ہمارا حسب ونسب قائم رہے گا۔

گھر کی گواہی

ابن تیمیہ کا فیصلہ آیت مباہلہ کے متعلق قارئین سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ ایک ایسے شخص کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس نے ہزاروں روپے خرچ کر کے ابن تیمیہ کی بریت کے لیے سلیمان بن محمود آلوسی سے کتاب لکھوائی تھی۔ یعنی نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب، آپ زیر آیت اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں

قال جابر فدعا ھما الی الملاعنة فی العداء
علی ذالک الثر فقدا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم واخذ بید علی و فاطمة
والحسن والحسین ثم ارسل علیھا

﴿تفسیر فتح البیان جلد اول ص ۲۰۲﴾

ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں پر لعنت کرنے کے لئے بلایا گیا تو صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہاتھ پکڑا اور دشمنوں کی طرف لے گئے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد نواب صدیق حسن بھوپالی ابناءنا سے حضرات حسنین کریمین اور نساءنا سے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ کا مراد لیا جانا درست تسلیم کرتے ہوئے یہ وضاحت پیش کرتے ہیں کہ یہ نساءنا اور ابناءنا کے نام سے موسوم کیا گیا ملاحظہ ہو۔

بذکر البنین عن البنات اما لدخولهن فی النساء ولکونهم الذین یحضرون مواقف المخاصام دونهن وفی الآیات دلیل ابناء البنات یسمون ابناء لکونه صلعم اراد بالابناء ذا المصنفین کماء تقدم الابناء والنساء

﴿تفسیر فتح البیان جلد اول ص ۳۰۵﴾

ابن تیمیہ کی سے چاٹنے والے عباسی کو اب جیا دآنا چاہیے کہ تمہارے ابن تیمیہ بذاتہ اور اس کی بریت کرانے والے ابن تیمیہ نواز جناب نواب بھوپالی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں اگرچہ یہ سائی مباہلہ کرنے کے عہد پر قائم نہیں رہے تھے مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تکذیب کرنے کے لئے جناب علی و فاطمہ اور حسنین کریمین کو ساتھ لیکر ان پر لعنت کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔

تفسیریں ھی تفسیریں

حقیقت یہ ہے کہ اکابرین اہل سنت کی تمام تر کتب تفاسیر میں زیر آیت (فقل تعالوا) یہی مرقوم ہے کہ حضرات حسنین کریمین اور ان کے

والدین کریمین علیہم السلام کو ساتھ لے کر حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسائیوں کے مقابلہ میں تشریف لائے تھے۔ بعض کتابوں میں یہ واقعہ مزید وضاحت کے ساتھ اسطرح ہے کہ۔

فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وقد غرا محتضنا الحسن آخذا بید الحسین
وفاطمہ تمشی خلفہ وعلی خلفہا وھو یقول اذا
انا دعوت فامنوا

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ آپ نے امام حسینؓ کو گود میں اٹھا رکھا تھا اور حضرت امام حسنؓ کو انگلی سے لگایا ہوا تھا۔ آپ کے پیچھے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ اور آپ ان کو فرماتے تھے جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا۔

فقال اسقف نجران یا معشر النصاری انی
لاری وجوھا لو شاء اللہ ان یزیل جبلا من
مکانہ لازالہ بھا فلا تباھلوا فتھلکوا ولا یبقی
علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیامہ

اس قافلہ نور کو دیکھا تو عیسائیوں کے پادری اعظم نے کہا اے گروہ نصاریٰ میں جن صورتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر یہ چاہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹا دے تو یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ پس ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور کوئی عیسائی بھی قیامت تک زمین پر باقی نہیں

رہے گا۔

چنانچہ اپنے اسقف کے منع کرنے سے عیسائیوں نے مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے کہ اہل نجران پر یقینی ہلاکت طاری ہو جاتی اور ہم ان پر لعنت کر دیتے تو یہ بندر اور سور بن جاتے۔ ان پر آگ برستی اور اللہ تعالیٰ ان کی بستیاں جلا دیتا۔ اہل نجران جل جاتے حتیٰ کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے جل جاتے اور تمام عیسائیوں کا یہ حال ہوتا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔ عربی متن یہ ہے۔

والذی نفسی بیدہ ان الھلاک قد تدلی
علی اھل نجران ولو لاعنوا لمسخوا قردۃ
وخنازیر ولا ضطرم علیھم الوادی نارا
ولاستاصل اللہ نجران واھلہ حتی الطیر
علی رؤس الشجر ولما حال الحول علی
النصاری کلھم حتی یھلکو

48 ﴿تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۹۹﴾

49 ﴿تفسیر عرائس البیان جلد دوم ص ۳۵۱﴾

50 ﴿تفسیر در منثور جلد دوم ص ۶۱﴾

51 ﴿تفسیر الاتقان جلد دوم ص ۰۰﴾

52 ﴿تفسیر نیشاپوری جلد سوم ص ۱۳۷﴾

53 ﴿تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳۷۱﴾

54 ﴿تفسیر ابو سعود۔ جلد اول ص ۶۹۸﴾

55 ﴿تفسیر مدارک جلد اول ص ۱۳۱﴾

56 ﴿تفسیر حقانی جلد اول ص ۱۵۳﴾

57 ﴿تفسیر بیضاوی جلد اول ص ۱۱۲﴾

58 ﴿تفسیر مدة الابرار جلد اول ص ۴۳۸﴾

59 ﴿تفسیر نووی جلد اول ص ۱۳۶﴾

ان حوالوں کے بعد

کیا عباسی یہ بتائے گا کہ محدثین و مفسرین کا یہ گروہ جن کی کتابوں کے ناقابل تردید حوالہ جات ہم نے پیش کیے ہیں کس عقیدہ کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ کیا امام مسلم ۔ امام ترمذی ۔ امام احمد بن حنبل ۔ امام ابن حجر عسقلانی ۔ امام شاہ عبدالحق محدث دہلوی و دیگر ائمہ حدیث و تفسیر جنہوں نے اس روایت کو قبول کیا ہے یہ نہیں جانتے تھے کہ نساء، تاء و ابناء، تاء کا اطلاق بیٹی اور نواسوں پر درست ہے یا نہیں؟

کیا ان لوگوں کی ریسرچ سے تمہارا معیار تحقیق بلند و بالا ہے کیا چودہ صدیاں بعد تم پر ہی یہ راز منکشف ہوا ہے کہ اگر جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء اور جناب حسنین کریمین کو اس آیت میں شامل کیا جائے تو لغت عرب کے

خلاف ہو جائے گا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تم پر ہونے والے القاء کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ان محدثین و مفسرین کا کیا بنے گا جن ستر ہزار لوگوں کی کتابوں سے حوالے ہم نے پیش کئے جا چکے ہیں۔

بیٹے رسول کے

اگرچہ جو حوالے ہم پیش کر چکے ہیں ان کے بعد مزید کوئی دلیل نہ بھی دی جائے تو وہ بہر صورت کافی ہیں۔ اور ان کے بعد خارجیوں کی خود ساختہ دلیل کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ تاہم تمام حجت کے طور پر ہم چند اسی روایات اور بھی پیش کئے دیتے ہیں جن میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بیٹے کہا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کے دوران جناب حسن علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے۔

ولقد سمعتنا ابا بکرۃ قال بینا النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یخطب جاء الحسن فقال ابنی ھذا سید

60 ﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۵۳﴾

بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے

عراق والوں نے مچھر کے خون کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو انہوں نے فرمایا حیرت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو شہید کر دیا اور مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھ رہے ہیں۔

انظروا الی هذا السئل عن دم البعوضة لقد قتلوا ابن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

61 ﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۹۷۶﴾۔

مندرجہ بالا دونوں روایات بخاری کے علاوہ تفسیر و حدیث کی دیگر بھی سینکڑوں کتب معتبرہ میں موجود ہیں لیکن ہم نے ان حوالہ جات سے اس لئے اغراض کر لیا ہے کہ عباسی وغیرہ بخاری کی ثقاہت کے بڑے اور است منکر نہیں اگرچہ وہ روایات کو قطع برید کر کے کام نکالنے کی کوشش کر لیتے ہیں۔

بہر حال ہم اس ضمن میں مزید ایک روایت پیش خدمت کرتے ہیں ترمذی شریف وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اللّٰھم میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت اور اُن سے محبت کر جو ان سے محبت کرتا ہے۔

فقال هذان ابنای وابنائے ابنتی اللهم انی احبهما فاحبهما و احب من یحبهما

62 ﴿ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۱﴾

63 ﴿مستدرک جلد 1 ص ۳۳۱﴾

64 ﴿ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱﴾

65 ﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۲﴾

66 ﴿مرآۃ ج ۸ ص ۳۷۶﴾

67 ﴿البدایہ النہایہ ج ۸ ص ۹۷﴾

68 ﴿اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۳﴾

69 ﴿الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۸﴾

70 ﴿طبرانی شریف حدیث نمبر ۹۱۴۳۸﴾

علاوہ ازیں بھی یہ روایت سینکڑوں کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ اور ان تمام روایات کی موجودگی میں لوگوں کو یہ باور کرانا کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے کس طرح سمجھ سکتے تھے صریح دھوکا اور حقائق سے روگردانی نہیں تو اور کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیارے جناب حسنین کریمین کو اپنے بیٹوں کے نام سے یاد کرتے ہیں تو مباہلہ کے وقت آپ کے لئے حکم خداوندی ابناءنا کی تعمیل کرتے وقت ان کو بیٹا سمجھنے میں کیا امر مانع تھا۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم مبارک میں ہے کہ آپ کی صلبی طور پر کوئی اولاد نرینہ موجود نہیں۔ اور اس نے یہ حکم بھی فرما رکھا ہے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین

﴿احزاب آیت ۴۰﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

اس ارشاد گرامی کی موجودگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد فرمانا کہ محبوب بلاؤ اپنے بیٹے اور انکے بیٹے ﴿ابناءنا وابناءکم﴾ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر قرآن کی مہر ہے حسن وحسین میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دیگر مفسرین زیر آیت ﴿ابناءنا وابناءکم﴾ لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ دلیل ہے اس بات کی کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام حضور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔

هذا الآية دلالة على ان الحسن و الحسين عليهما السلام كان ابنى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

﴿تفسیر کبیر جلد دوم ۷۰۰﴾

بہر حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاج شناس شخصیت تھے آپ جانتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اولاد نرینہ نہ ہونے کے باوجود کیوں فرمایا ہے کہ اپنے بیٹوں کو بلاؤ تو آپ کو معلوم تھا کہ حسین وحسن وہ جو ہم

اپنے بیٹے کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے، کہ

محبوب اپنے ان نواسوں کو لاؤ جنہیں تم بیٹے کہتے ہو۔

اور اگر آپ نے اپنے لامحدود اختیارات کے پیش نظر مشیت ایزدی

کے عین مطابق اپنے نواسوں کو بیٹوں میں شمار کر لیا تو اس میں لغت عرب کا

کون سا قاعدہ ٹوٹ گیا۔ جبکہ اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں تخصصات نے

لغت عرب کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کر رکھا ہے۔ یہ تو تائید اردو عالم کی

خصوصیت ہے کہ آپ نے اپنے نواسوں کو بیٹے بنا کر خدا تعالیٰ کے ارشاد کی

تعمیل فرمائی مشیت ایزدی کی خواہش تھی کہ جن کو میرا محبوب بیٹوں کے نام

سے یاد کرتا ہے میں بھی انہیں انکے بیٹوں کے نام سے پکاروں اور قیامت

تک کوئی سر پھرا میرے محبوب کے اس رشتہ سے انکار نہ کر سکے۔

اور یہ کوئی ایسی ناقابل فہم بات نہیں۔ کیونکہ حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ تمام انبیاء کرام کی اولاد انکی پشتوں

سے چلی اور ہماری اولاد پشت علی سے چلی ہے، اس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ

اوراق میں حسب ونسب کے زیر عنوان پیش کی جائیگی اور ابناء وبنات کی بحث کو

انہی افادہ پر ختم کیا جاتا ہے۔

نساء ناکی تحقیق

نصب وخسار وہ خطرناک بیماری ہے جو سب سے پہلے مریض کی

عقل سلب کرلی ہے اور پھر اسے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

عباسی وغیرہ نے تحقیق کے نام پر جن بھونڈے طرکات کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل دید بھی ہیں اور انکے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے عبرت تک بھی سینکڑوں مفسرین و محدثین کی تحقیق کا مذاق اڑا کر ان لوگوں نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ عرب اپنی بیٹی پر لفظ نساء کا اطلاق کر ہی نہیں سکتا کیونکہ نساء ہنا کا لفظ ہر صورت یہاں بیویوں پر ہی بولا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عرب ہوتے ہوئے یہ عجیب کرتے کہ نساء ہنا کے حکم خداوندی کے جواب میں بجائے ازواج مطہرات کے اپنی بیٹی کو لیکر آئے۔

سبحان اللہ یہ ہیں ان خوارج کی تحریف مار خانیاں اور یہ ہے وہ تحقیق جسے اتنے طمطراق سے پیش کیا جا رہا ہے۔

بخاری شریف و دیگر سینکڑوں کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ارشاد فرمایا کہ بیٹی کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

بقول عباسی کے چاہیے تو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکو بجائے سیدۃ النساء العالمین کے سیدۃ بنات العلمین فرماتے کہ بیٹی تو اس پر خوش نہیں کہ تو تمام جہانوں کی بیٹیوں کی سردار ہے مگر ایسا نہیں ہوا حضور

سردرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کو نساء العلمین کی سردار کہا ہے۔

اور یہ نص حدیث سے ثابت ہے۔

اب جبکہ فرمان رسول علیہا الصلوٰۃ والسلام سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ آپ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں تو پھر یہ سمجھ لینے میں کونسی مشکل درپیش ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نساءنا کی تعمیل ارشاد میں آپکا انتخاب کر کے تمام عورتوں کی نمائندگی کروادی تھی۔

کیا جناب سیدہ فاطمۃ الزہرہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام ازواج مطہرات کی سردار نہیں تھیں اور آپ کا تشریف لے جانا ان سب سے زیادہ اہم اور ضروری نہیں تھا

اور عباسی وغیرہ کی یہ سراسر جہالت اور بے وقوفی ہے کہ کوئی عرب لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر کر ہی نہیں سکتا اور یہ فارمولا پیش کر کے اس نے نہ صرف سینکڑوں کتب احادیث کی تکذیب کی ہے بلکہ قرآن حکیم کی آیات کو بھی جھٹلانے کی ناپاک جسارت کی ہے اور قرآن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ لغاتوں کے خلاف قرار دیا ہے۔

قرآن پڑھیے

یہی نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض اپنی مرضی سے ہی "نساءنا" کی تعمیل میں اپنی صاحبزادی مکرمہ کو مباہلہ کے لئے منتخب

فرمایا تھا تاکہ آپ جان سکتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم بھی فساد کی اصلاح بھی کے لئے استعمال فرما لیتے ہیں۔ اور یہ بات صحابہ کرام پر بھی ظاہر تھی جبھی تو صحابہ کرام کو یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ آپ نے فساد سے بچنے کیوں فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون کو یہ پتا چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے اور اسکی خود ساختہ خدائی کا خاتمہ کر دیں گے تو اس نے حکم دیا کہ جو لڑکا بھی پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم پروردگار پھر بھی زندہ رہے اور تخت رسالت و نبوت پر متمکن ہوئے اور فرعون مع اپنے ساتھیوں کے غرق ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے۔

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے۔

واذ نجیناکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناء کم ویستحیون نساء کم

﴿البقرہ ۴۹﴾

کہ جو بے حیائی کی تعلیمات والی جو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کی جائے اللہ تعالیٰ بیٹوں کو ابقاء کرتے اور بیٹیوں کو بے حیائی کی بھینٹ چڑھنے سے بچا لیتے ہیں!

کیا یہ قرآن مجید عربی ہے یا نہیں؟ اب قرآن مجید کی اس برہان
عظیم کے بعد عیسائی اور اس کے ساتھیوں کو چلو بھر پانی میں ناک ڈبو کر مر جانا
چاہیے اور اپنی اتفاقیہ دانی سے توبہ کرنا چاہیے۔

انہی الفاظ پر مباہلہ کی بحث ختم کیا جاتا ہے، آیت میں انفسنا
وانفسکم سے مراد حضور نے حضرت علی اور اپنی ذات مبارک کو لیا ہے انہی بحث
کے لئے پڑھیں ہماری تحقیقی تصنیف مشکل کشا یہ کتاب سیرت حیدر کرار پر
آٹھ سو صفحات کی تاریخی دستاویز بھی اور تفسیر عشق بھی۔

آیت تطہیر میں حسینؑ کیسے؟

آیت تطہیر جس کی تفصیل ہم بھی بیان کریں گے۔ کے متعلق

نامحمود عباسی کا وہی موقف ہے کہ اس میں نہ امام حسین شامل ہیں اور نہ ہی آپ کے والدین کریمین اور نہ ہی آپ کے بڑے اور محترم امام حسن۔ اور اپنا یہ موقف درست ثابت کرنے کے لئے جس دجل و فریب سے اس نے کام لیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے چنانچہ وہ اس آیت کے بارے میں جو استدلال پیش کرتا ہے اسے یہاں دوبارہ نقل کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ آیت تطہیر مختص اور صرف ازواج مطہرات کے بارے میں ہے اور رجس سے پاکی کا اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے نسبی قرابت دار کو خواہ وہ چچا ہوں یا داماد یا نواسے رجس سے پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ فرمایا اور نہ اس کا اطلاق ان میں سے کسی پر ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اس آیت میں ازواج نبی کے جن بیوت یعنی گھروں کا ذکر ہے وہی

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکونہ گھر تھے۔

وہی تو مہبط وحی تھے۔

وہیں تو آیات قرآنی کا نزول ہوتا تھا

وہی تو فرشتوں کے اترنے کی جگہ تھی۔

ان ہی بیوت میں آپ کے ساتھ سکونت رکھنے والی ازواج مطہرات ہی تو تھیں جن کو اہل بیت کہہ کر آیت تطہیر میں مخاطب کیا گیا ہے مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہتے تھے نہ آپ کے داماد حضرت علی علیہ السلام اور نہ آپ کی بیٹی فاطمہ اور نہ ان کی اولاد صاحب روح المعانی نے صحیح کہا ہے کہ اہل بیت میں الف لام عوض مضاف الیہ کے آیا ہے یعنی بیت النبی اور اس سے مراد صاف طور سے لکڑی اور مٹی کے بنے ہوئے گھر ہے نہ کہ قرابتداروں اور اہل نسب کے گھرانے سے اول بیوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیت سکونت ہے نہ کہ مسجد وغیرہ اس بنا پر آپ کے اہل سے مراد آپ کی ازواج مطہرات ہے۔

اور پھر آخر پر لکھا ہے کہ سیاق آیات کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کو اس آیت میں شامل کرنے کے لئے حدیثیں وضع کر لی گئیں۔

﴿مقدمہ طبع سوم خلافت معاویہ و یزید﴾

تفسیر روح المعانی کی پوری عبارت تو ہم اس بحث کے آخر پر درج کریں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ عباسی نے یہاں پر بھی اپنی فطری بددیانتی کو بروئے کار لاتے ہوئے عبارت کا محض ایک مختصر ٹکڑا نقل کر کے باقی معاملہ گول کر دیا ہے کاش یہ تمام عبارت محقق صاحب روح المعانی علامہ محمود

آدمی کی تحقیق کو بھی راہ صواب پر پھیر لیتا تو ہم ان کی چند عبارات نقل کر کے بات ختم کر دیتے۔ کیونکہ صاحب روح المعانی نہ صرف یہ کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی مدح و ستائش میں آنے والی متعدد روایات کو تحلیلی طور پر درست سمجھتے ہیں بلکہ یزید پلید کو فاسق و فاجر اور ملعون قرار دیتے ہیں اور قتل حسین کا ذمہ دار بھی قرار دیتے ہیں اور امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف خروج حق و صداقت بلند کرنا بھی شرعی قرار دیتے ہیں۔

گھر کی گواہی

بہر حال یہ معاملہ تو آئندہ والی آل میں سے ہوگا یہاں ہم میں صرف یہ واضح کرنا ہے کہ آیت تطہیر میں حضرت امام حسین علیہ السلام شامل ہیں یا نہیں؟

چنانچہ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے "منہاجی" وغیرہ کے پیشرو اور معتمد ترین شخص ابن تیمیہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں تا کہ اسے بھی رافضیوں اور شیعوں کی فہرست میں شامل کر لے۔ ملاحظہ ہو ابن تیمیہ اپنی رسوائے زمانہ کتاب منہاج السنہ میں لکھتا ہے۔

ان هذا الحديث صحيح فى الجملة فانه قد ثبت عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم انه قال لعلى وفاطمة وحسن اللهم ان هؤلاء اهل بيتى فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا

وروى ذالك مسلم عن عائشة قال خرج
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن
غداة وعليه مرط مرحل من أسود فجاء
الحسن بن علي فادخله ثم جاء الحسين
فادخله ثم جاءت فاطمة فادخله ثم جاء علي
فادخله ثم قال انما يريد الله ليذهب
عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا
وهو مشهور من رواية ام سلمة من روائة احمد
والترمذي "ولكن ليس في هذا دلالة على
عصمتهم ولا امامتهم

﴿منهاج السنة جلد چہارم ص ۲۲۹ ابن تیمیہ﴾

ترجمہ

بے شک یہ حدیث فی الجملہ صحیح ہے اور بے شک یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کے لئے فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں الٰہی تو ان کو ہر عیب سے خوب اچھی طرح پاک کر دے اور یہ روایت مسلم شریف میں ہے جسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ بالوں کا کمبل اوڑھے ہوئے نکلے تو حضرت حسن ابن علی آئے اور اس کمبل میں داخل ہو گئے پھر حسین علیہ السلام آئے تو وہ بھی اس کمبل میں داخل ہو گئے پھر جناب

فاطمۃ الزہرا تشریف لائیں تو آپ بھی کمبل میں داخل ہو گئیں اور پھر حضرت علی تشریف لائے تو وہ بھی اس کمبل میں داخل ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت انما یرید اللہ آخر تک فرمایا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت مشہور ہے جسے امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے بیان کیا مگر یہ آیت ان کی امامت اور عصمت پر دلالت نہیں کرتی۔

اگرچہ آخر پر ابن تیمیہ نے اپنے فرسودہ ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کر لیا ہے کہ یہ آیت عصمت اہل بیت کرام پر دلالت نہیں کرتی تاہم وہ ان روایات کو قطعی طور پر صحیح اور درست تسلیم کرتا ہے جن میں سرکار رسالتمآب علیہ التحیۃ والثناء نے جناب حیدر کرار جناب فاطمۃ الزہرا اور جناب حسنین کریمین کو کمبل میں چھپا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان کی خوب خوب تطہیر فرما دے اور اس آیت کے مصداق بھی چاروں نفوس قدسیہ ہیں حالانکہ شان نزول کے اظہار سے تمام امہات المومنین کو بھی شامل ہے۔

ابن تیمیہ پر ایک سوال

یہاں ہم ابن تیمیہ پر اپنی ذہنیت کی وساطت سے ایک یہ سوال ضروری سمجھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مصداق طہارت عصمت کے سوا اور بھی

سے وہ قوم کو بتا دیا جائے اور یہ کام ابن تیمیہ کی ذمہ داری ہوگا خاص طور

پر عباسی کو یہ وضاحت کرنا چاہئے گا کہ آیا یہ آیت بقول تمہارے صرف حضور

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہی ہو تو کیا یہ ان کی عصمت کی

پاکیزگی اور طہارت پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

کون بھولا تھا؟

ہم یہاں یہ بحث و تمحیص کرنے جا رہے ہیں کہ آیت تطہیر میں جناب حیدر

کرار، جناب فاطمہ اطہر ہ اور جناب حسنین کریمین کو شامل کرنے والی

حدیث مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح ہے یا ناقابل قبول کیونکہ عباسی کا سب سے

بڑا معتمد مصنف ابن تیمیہ اس کو درست اور قطعی طور پر صحیح مانتا ہے اور عباسی کو

اسنے سیاسی اغراض کی وجہ سے بنائی ہوئی قرار دیتا محض یاوہ گوئی اور واضح

جہالت ہے۔

لہذا فقط ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم اس حدیث کے رجال پر

بحث کر کے مضمون کو خواہ مخواہ طویل کریں۔ ہاں اگر ابن تیمیہ نے اہل بیت

کی شان میں آنے والی دیگر روایات کی طرح اس کو بھی ضعیف اور وضعی

وغیرہ بنا دیا ہوتا تو ہم بتحقیق فقط رجال سے بحث کرتے۔

چنانچہ اب ہم عباسی وغیرہ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیات تطہیر کو

نازل فرماتے وقت خداوند قدوس کو بھول لگی تھی یا نعوذ باللہ خداوند کو سمجھنے میں

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطا ہوئی تھی ؟ معاذ اللہ

اور یہ بھی بتاؤ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر اب تک

کے تمام محدثین و مفسرین ان روایات کی بنا پر ٹھوکر کھا کر گمراہ کیوں نہ ہوئے

ہیں یا تمہارا ہی دماغ خراب ہے کہ چودہ سو سال کے بعد تم پر روایت کی

صحت اور عدم صحت کا انکشاف ہو گیا ہے ؟

بدنصیب انسان تمہارا حشر و ہی ہوا کاش تم یہ ہی سوچ لیتے کہ خدا نے قرآن

کو صاحب قرآن سے اور مقصد وحی الٰہی کو مہبط وحی الٰہی سے زیادہ کوئی بھی

نہیں جان سکتا خواہ وہ کتنا بھی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔

کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ قرآن رسول ہاشمی صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور آیات کا مطلب تم سمجھ رہے ہو حضور علیہ

السلام نے اسی وقت اپنے قرابتداروں کو اس میں شامل فرما لیا اور تم آج بتا

رہے ہو کہ انہیں شامل کیا ہی نہیں جا سکتا۔

سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ میرے گھر والے

ہیں اور تم گھروں کو مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے آج ثابت کر رہے ہو

تمہارے پاگل پن کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو گی کہ تم حضور علیہ السلام

کے نسبی قرابت داروں کو اہل بیت مان لینے سے بھی انکار کر رہے ہو۔

بجائے ایسا گمان کر لینے سے سینکڑوں دیگر احادیث مبارکہ بھی متاثر

ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گی جو اس دین قرار پا رہی ہیں۔

تعصب کی آگ میں جلنے والو! تمہاری عقلیں اس قدر ماؤف
اور تمہارے دماغ یوں پراگندہ ہو چکے ہیں کہ تمہیں اپنا گھر جلتا ہوا بھی نظر
نہیں آتا۔ اور

تمہیں حالی گلشن کو بھی نہیں پہچانتا آیا!
دشمن سے دھوکا کھانا ہے تم کہتے ہو سان ہے

بہر حال اب ہم اپنے قارئین کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں
کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی اور داماد عثمان کو مع
آپ کے عزت مآب شوہر اور مقدس بیٹوں کے آیت تطہیر میں شامل فرمایا
اور یہ روایات قطعی طور پر درست ہیں اور محدثین و مفسرین نے اسے تواتر کے
ساتھ نقل فرما کر یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت بالا تفاق صحیح ہے اور اس
کا انکار سوائے کسی فاتر العقل دیوانے اور مجنوں و مجہول کے اور کوئی نہیں کر
سکتا۔

اب آپ اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں اس ضمن میں جو
روایتیں کتب احادیث میں آئی ہیں وہ یہ ہیں۔

روایت نمبر 1

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آیہ تطہیر کے متعلق جو
روایت بیان فرماتی ہیں۔ وہ یہ ہے۔

عن عائشة قالت خرج النبي صلى الله عليه
وآله وسلم غداة وعليه مرط مرحل من شعر
اسود فجاء الحسن بن علي فادخله ثم جاء
الحسين فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها
ثم جاء علي فادخله ثم قال انما يريد
الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر
كم تطهيرا *مسلم وغيره*

ترجمہ

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں
کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف
لائے اور آپ پر کالے بالوں کا مخطط کمبل تھا۔ جب وہ (نواسہ)
آئے تو حضرت حسن بن علی آ گئے آپ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے انہیں کملی میں داخل فرما لیا اور پھر جناب
حسین علیہ السلام آئے تو وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو
گئے پھر سیدہ فاطمہ الزہرا تشریف لائیں تو آپ نے
ان کو بھی داخل فرما لیا۔ پھر حضرت علی آئے اور ان کو بھی
داخل فرما لیا۔ اور پھر فرمایا اے نبی کے گھر والو اللہ یہی
چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی دور کر دے اور تمہیں
خوب پاک و صاف کر دے۔

روایت نمبر ۴

دوسری روایت اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے:

عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها في بيت نزلت انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت فدعا النبي صلى الله عليه وآله وسلم فاطمة وحسن وحسين فجعلتهم بكساء صلى وخلف ظهره ثم قال اللهم هو لاء اهل البيتي فاذهب عنهم الرجس وطهر هم تطهيرا قالت ام سلمة انا معهم يا رسول الله قال انت مكانك انت على الخير

اور ایک روایت میں یہ مزید ہے کہ:

قالت ام سلمة فرفعت الكساء لادخل معهم فجبذ به من يدي فقلت وانا معكم يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟

فقال انك من ازواج النبي صلى الله عليه وآله وسلم على خير

ترجمہ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ میرے گھر میں نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

تھم نے جناب فاطمہ اور جناب حسن و حسین کو بلایا
اور ان پر اپنی کملی اوڑھا دی پھر فرمایا۔ اللہ یہ میرے
اہل بیت ہیں تو ان سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دے
خوب پاکیزہ فرما دے حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ
میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی
ان کے ساتھ ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ تم اپنے مکان پر رہو اور خیر پر رہو۔

دوسری زائد روایت کا ترجمہ یہ ہے

کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں نے اپنے ہاتھ سے کملی
مبارک کا پلو اٹھا کر عرض کی کیا یا رسول اللہ میں بھی
آپ کے ساتھ ہوں؟
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہی
کی بیویوں میں سے ہو اور خیر پر ہو۔ اس سے پہلے کہ
ہم مزید تفصیل پیش کریں چند کتابوں کے نام پیش
کرتے ہیں جن سے یہ روایات اخذ کی گئی ہیں اگرچہ
اس ضمن میں دیگر بھی بے شمار کتابوں کے نام گنوائے
جا سکتے ہیں تاہم ان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

● مسلم شریف ج دوم ص ۲۷۴

۱۔ ترمذی شریف ج دوم ص ۲۲۷

۲۔ المسند ج سوم ص ۱۲۶

۳۔ مشکوٰۃ شریف ج دوم ص ۴۳۰

۴۔ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۸۱

۵۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص ۱۳۵

۶۔ ایضاً ص ۳۲۲

۷۔ مرآۃ شرح مشکوٰۃ ج ششم ص ۴۵۰

۸۔ اقتضاء الصراط المستقیم ج دوم ص ۳۶۲

۹۔ مسند احمد ج دوم ص ۳۹۲ ج چہارم ص ۱۰۷

۱۰۔ اسد الغابہ ج سوم ص ۱۲ ج پنجم ص ۵۲

۱۱۔ مدارج النبوۃ ج دوم ۲۶۲

۱۲۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۳، ۱۲۴

۱۳۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ فی الصحابہ ج دوم ص ۵۰۳

۱۴۔ تزہۃ المجالس ج دوم ص ۲۲۲

۱۵۔ نور الابصار ص ۱۱۱

۱۶۔ اشرف الطبر ص ۱۲۰۱۔

۱۷۔ اسعاف الراغبین ص ۱۰۶

۱۸۔ مواہب اللدنیہ ص ۱۷۳۴

الاصابہ فی اسماء الصحابہ ج سوم ص ۳۷

شجرۃ الدویہ ص ۲۷

الہدایہ النہایہ ج پنجم ص ۳۵

تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۲۲

تفسیر کبیر ج ششم ص ۴۶۵

تفسیر ابن کثیر ج سوم ص ۴۹۳

تفسیر خازن ج پنجم ص ۲۵۹

تفسیر معالم التنزیل ج پنجم ص ۲۵۹

تفسیر در منثور ج پنجم ص ۱۹۹

تفسیر حسینی ج دوم ص ۱۲۱

تفسیر روح المعانی ج ششم ص ۱۲۷

تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۲۶

اس مسئلہ پر مزید حوالوں کے لئے باری کا جواب تصنیف مشکل کشا ملاحظہ فرمائیں!

آیت تطہیر میں کون کون شامل ہیں

بلاشبہ آیت تطہیر امہات المومنین کو بھی شامل ہے کیونکہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنت منکن اجرا عظیما ینساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضعف لھا العذاب ضعفین و کان ذالک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ و تعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریما ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی واقمن الصلوٰۃ واتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔

﴿سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۸ تا ۳۳﴾

ترجمہ

اے نبی اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی
زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ تو میں
تمہیں کچھ متاع (دنیوی) دے دلا کر خوبی کے
ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالم آخرت کو مقصود رکھتی ہو
تو اللہ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم
تیار کر رکھا ہے اے نبی کی بیویو جو کوئی تم میں سے صریح
خواہش کا ارتکاب کرے گی تو اسے دوہری سزا دی
جائے گی اور یہ اللہ کے لئے بالکل آسان ہے اور جو
کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی فرماں بردار رہے گی اور اچھے عمل کرتی
رہے گی تو اس کا دوہرا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے
لئے ایک عمدہ نعمت تیار کر رکھی ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویو! تم عام
عورتوں کی طرح نہیں ہو جبکہ تم تقویٰ اختیار کر رکھو تم
گفتگو میں نرمی (و نزاکت) مت اختیار کرو کہ (اس
سے) بچے ایسے شخص کو جس کے دل میں خرابی ہے

﴿برا﴾ خیال پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور قاعدے کے

مطابق خود کو مست دکھاتی پھرو اور نماز کی پابندی رکھو اور

زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو

جس کسی چاہتا ہے کہ اے ﴿نبی کے﴾ گھر والو تم سے

آلودگی دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا رکھے۔

یا اھل البیت کیوں؟

یہ ہیں وہ تمام آیات اور ان کا ترجمہ جو آیت تطہیر کے ساتھ منسلک

ہیں ہم ان میں کوئی ایک آیت نقل کر کے بھی موقف بیان کر سکتے تھے مگر اس

سے وہ وضاحت نہ ہو سکتی جو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔

چونکہ آیت تطہیر کی وہ تفسیر جو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمائی ہے عباسی کو قطعاً منظور نہیں اور وہ تفسیر اسے اس لئے نامنظور ہے کہ

آیت تطہیر سے پہلے آنے والی پانچوں آیات میں محض حضور سرور دو عالم کی

ازواج مطہرات کا ذکر ہے اس لئے پچھلی آیت کا رخ کسی دوسرے کی طرف

پھیر جانا خلاف قاعدہ ہے چنانچہ ہم ان آیات قسم کی روشنی میں عباسی وغیرہ

قسم کے سر پھروں سے ایک سوال کریں گے کہ ان آیات مبارکہ میں خداوند

تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے حضور سرور کائنات علیہ السلام کی ازواج مطہرات

رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے وقت ہر جگہ پر وہی صیغہ استعمال فرمایا ہے جو عورتوں

کے لئے مخصوص ہے مگر آیت تطہیر میں اس کے برعکس وہ صیغہ استعمال فرمایا

ہے جو مردوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کنتن امتعکن اسر حکن

اور دوسری تیسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے

کنتن منکن اور لھا العذاب

اور چوتھی پانچویں اور اس آیت میں ہے

منکن اجر ھا لھا لستن کاحیتن بیو تکم تبر جن

یہ تمام صیغے مانیث کے ہیں مگر آیت کا وہ حصہ جو آیت تطہیر کے نام

سے موسوم ہے اور ان آیات سے مختلف ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے

ایک بار بھی مونث کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں عنکم الرجس یطھر کم تطہیرا اور یہ دونوں صیغے محض جمع مذکر کے لئے

بھی استعمال ہو سکتے ہیں جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے پہلے حضور سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا جہاں جہاں بھی ذکر کیا

ہے آپ کی بیویوں کا کہ نام سے کرتے ہوئے ازواجکن اور یا نساء النبی

کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں اور یہاں ان کے بجائے یا اھل البیت کہہ کر

خطاب کیا ہے اگر ان الفاظ یا اہل بیت میں خاص حکمتیں پوشیدہ نہ ہوتیں تو

اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں بھی یا نساء النبی اور یا ازواج النبی کے اشارے سے

بشارت تطہیر دے سکتے تھے۔

مفسرین محدثین کرام نے اس جملہ کی متعدد حکمتیں اور وجوہات بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔ تاہم جمہور کا مذہب یہ ہے آیت کریمہ سرکار دو عالم کی ازواج مطہرات کو بھی شامل ہے اور جناب حسنین کریمین اور ان کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس آیت تطہیر میں شامل ہیں چنانچہ امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مقام پر لکھی فرماتے ہیں کہ یہ آیت فریقین پر مشتمل ہے اور اگر صرف ازواج مطہرات کے لئے ہوتی تو مذکر کے صیغوں کی بجائے مونث کے صیغے آئے ہوتے۔

والجمهور ان المراد من اهل البيت فى الآية ما يشتمل الفريقين مع عملا بجميع الاية قوله عنكم ويطهركم ولو كان المراد النساء خاصة لكان عنكن ويطهركن.

﴿اشرف السوانح ص ۱۵﴾

جمہور کے اس فیصلہ کے ساتھ عباسی وغیرہ کو اختلاف ہو تو ہو مگر حقیقت قطعی طور پر یہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر خود اپنے عمل سے واضح کر دی اور خداوند قدوس کے یا اہل البیت کے اشارہ کی دعوت کا جاتے ہوئے دینی صاحبزادی مکرمہ سیدۃ النساء العلمین جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنی مخصوص عبائے پاک میں لے کر بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ارجاس کو دور ہی رکھنا ہے۔ اور اس دعا میں سوائے ان چاروں نفوس قدسیہ کے اور کوئی بھی شامل نہیں کیونکہ آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استفسار پر بھی یہی ارشاد فرمایا کہ تم آل عبا میں شامل نہیں ہو بلکہ اپنے مقام پر رہو اور خیر پر ہو۔

ہم نے قارئین کو مضمون کی طوالت سے بچانے کے لئے کتابوں کے صفحے وغیرہ لکھ دینے پر ہی اکتفا کر لیا ورنہ اگر تمام کتابوں کی عبارتیں اور مباحث نقل کی جائیں تو یہ مضمون ہزاروں صفحات سے بھی متجاوز ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آیت تطہیر میں سے کسی ایک مشہور محدث نے بھی انکار نہیں کیا بلکہ سب نے یہی لکھا ہے کہ یہ آل عبا کو شامل ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔

وقد روی عن عائشة وام سلمة امی المومنین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشتمل علی الحسن والحسین وامھما وابیھما فقال اللھم ھولاء اھل البیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

﴿البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۳۵﴾

ترجمہ

۱۱ واوازیں خاص طور پر سمجھنے کی یہ بات ہے کہ جس طرح مردوں کی ضمیر سے نازل ہونے والی آیت میں ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شامل ہونا سرکار دو عالم کا خاصہ ہے اسی طرح صاحبزادی رسول اور ان کے بیٹوں اور شوہر کا شامل ہونا بھی سرور دو عالم کا خاصہ ہے۔

اور یہ امر جمہور فقہا کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ اگرچہ اولاد کا انتساب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہے تاہم یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹی کی اولاد کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

وقد ذکر انھا من خصائصہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم انہ ینسب الیہ اولاد بناتہ۔

﴿الحاوی الفتاوی﴾

اور جب کسی آیت کی تفسیر خود صاحب قرآن نے بیان فرما رکھی ہو تو آج چودہ صدیاں بعد کسی سر پھرے کے پیٹ میں بل اٹھنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

آیت تطہیر کے متعلق بالوضاحت اور وجدانی بحث دیکھنی ہو تو ہماری تصنیف البتول کا مطالعہ کریں اور انہی الفاظ پر یہ بیان ختم کیا جا رہا ہے کیونکہ طلاشیان حق کے لئے یہ استدلال بھی کافی ہے۔

امام حسین سے منسوب غلطیاں

اب جبکہ ثابت ہو چکا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام آیت تطہیر میں شامل ہیں تو اس نص قرآنی کے بعد عباسی وغیرہ کے پاس ایسی کون سی دلیل باقی ہے جس کے ماتحت وہ شہزادۂ گلگوں قبا کو لاپتی ضدی، خانگی جھگڑالو اور معاذ اللہ بیعت یزید نہ کرنے کے جرم میں جاہلیت کی موت مرنے والا اور جہنمی وغیرہ کہہ سکیں۔

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ محبوب اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ آپ کے اہل بیت سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دے۔

حضور سرور دو عالم حضرات حسنین علیہ السلام اور ان کے والدین کو کملی مبارک میں چھپا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ہر آلودگی کو دور رکھ کر انہیں خوب پاکیزہ فرما دے۔

ان نصوص کی موجودگی میں امام عالی مقام کی شان اقدس پر حرف گیری کرنا کفر صریح اور دین اسلام سے برگشتگی نہیں تو اور کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ ہے اللہ یعنی اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ تمہیں ارجاس سے پاک کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرما لینا ہی کافی نہیں ہے جبکہ کسی بھی کام کے پورا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرما لینا ہی کافی ہے اور اس پر قرآن کی گواہی ہے کہ۔

اذا ارادا للہ شیاء کن فیکون۔ ادھر یرید اللہ ہے ادھر ارادہ اللہ

ہے کیا اور ہو گیا۔

اور پھر اس بشارت خداوندی کے بعد مسترد ہو کہ سید الانبیاء حضور پر

نور احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین علیہ السلام کو کملی میں

لے کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ میرے اہل بیت ہیں

ان سے ارجاس و آلودگی کو دور رکھ۔ تو کیا امام الانبیاء علیہ تحیۃ

والثناء کی یہ مبارک دعا شرف قبولیت کو پہنچی کہ نہیں؟

کیا کوئی مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ محبوب خدا کی دعا قبول نہیں

ہوئی جبکہ آپ سے بڑھ کر دونوں عالم میں کوئی مستجاب الدعوات پیدا ہی

نہیں ہوا۔

رجس کیا ہے

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ رجس کیا ہے جس سے اہل خانوادۂ

تقدیس و عظمت کو علیحدہ رکھا گیا تو اس کے متعلق بھی طویل ترین مباحث

ہمارے سامنے موجود ہیں مختصر یہ کہ

قال ابن عطیۃ والرجس اسم یقع علی الاثم

والعذاب وعلی النجاسات

وقال امام نووی: قیل ھو شک وقیل العذاب و

قیل الاثم

وقال الزهری: الرجس اسم لکل مستقذر من

عمل وغیرہ

﴿اشرف السوانح ۱۱﴾

ابن عطیہ کہتے ہیں رجس کا وقوع سب سے اونچے گناہوں کے عذاب کے

اور سب سے نیچا ستھوں کے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ کہا رجس شک کو اور کہا عذاب کو اور کہا گناہ کو

زہری کہتے ہیں کہ رجس اعمال وغیرہ کے تمام گناہوں کا نام ہے نیز

اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ رجس کے معنی۔

﴿تفسیر کبیر، گناہ کفر اور ہر برا کام ہے﴾

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رجس عمل

شیطان ہے اور ہر وہ کام ہے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو اور رجس

شک اور برائی کو کہتے ہیں۔

وقال ابن عباس یعنی عمل الشیطان ما لیس
للہ فیہ رضا وقیل الرجس الشک وقیل السوء

﴿خازن ج ۵ ص ۲۱۱ معالم ج ۵ ص ۲۱۱﴾

بہر حال یہ مسلمہ امر ہے کہ رجس گناہ اور برائی اور ہر ان کام کو کہتے

ہیں جو رضائے خدا کے خلاف ہو اور یہ قرآن و حدیث کی نصوص سے ثابت

ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو رجس سے

مکمل طور پر طشت از بام کر دیئے جانے کا حکم صادر فرما دیا ہے۔

کہاں ہے عباسی اور اگلی تے جانے والا ابن یزید اور سلیمان جو

بتانے کہ کیا ایسی عظیم المرتبت ہستی کے کسی اقدام کو جرم و خطا کا نام دیا جا سکتا

ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ ان کی موت معاذ اللہ جاہلیت کی موت اور خودکشی کے

مترادف ہے۔

حسین تو محفوظ ہیں

کیا ایسی برگزیدہ شخصیت کو جسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خالق کائنات

نے گناہوں سے محفوظ فرما دیا ہو یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ان کی والدہ کو بھی فرما دیا تھا کہ بیٹی نیک اعمال کرلو پھر حسین علیہ

السلام کس شمار و قطار میں ہے۔

ہمیں تو حیرت ہے کہ یہ تمام نہاد محققین کا ٹولہ یا تو اسلام کا قلادہ

گردن سے اتار پھینکنا چاہتا ہے یا پھر یہ لوگ بالکل ہی اندھے ہو چکے ہیں

اور انہیں محبت یزید نے بصارت و بصیرت سے قطعی طور پر محروم کر دیا ہے

کیا تاریخ اسلام کو تابناک بنانے کا یہی طریقہ باقی رہ گیا تھا کہ

اسلام کی اعلیٰ ترین اقدار کو جرم و گناہ اور خطائے اجتہادی کا نام دے دیا

جائے تو عیسائی مورخوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سمجھنا بھی غلط قرار دے دیا جائے۔

اس سے بڑھ کر بددیانتی اور اسلام کے منافی قرار دے دیا جائے کیا

تم یہ سمجھتے ہو کہ امام حسین علیہ السلام کو آیت تطہیر میں نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو شامل نہ بھی کرو تو جب بھی آپ کی تقدیس و عظمت وہی رہتی ہے

تو یہ بیان جہاں تک تمہاری خرافات کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

خارجیوں کا استدلال

تم یہ استدلال پیش کرتے ہو کہ یزید خلیفۂ برحق تھا اس کی اطاعت

ضروری امر تھا اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق جو امیر کی

اطاعت سے نکل گیا اور اس کی بیعت کئے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا اور

تم یہ بھی کہتے ہو کہ اس کی موت مرنے والا واجب القتل ہے اس لئے اس کی لاش کو

بغیر دفن کئے چیلوں گدھوں اور کتوں کے لئے چھوڑ دو۔

ہم پوچھتے ہیں کہ ان روایات کا اطلاق امام عالی مقام امام حسین

علیہ السلام پر کر کے تم کافر ہوئے کہ نہیں؟

یاد رکھو کہ جو شخص شہزادۂ رسول کے متعلق اس قسم کا گمان بھی کرے وہ

دین اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے اور

تم صرف یہ کہ ارتکاب کر چکے ہو بلکہ بدترین کافر ہو چکے ہو اور یہ ہم اپنی

طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص

بہتان کفر باندھے جو کافر نہیں تو اس کا کفر اسی پر لوٹ آتا ہے۔

تم کہتے ہو حسین علیہ السلام کس شمار و قطار میں ہے اور اس کی موت جاہلیت کی اور وہ زخیوں کی موت ہے معاذ اللہ وہ باغی تھا اور شریعت میں ایسے باغی کی لاش کو دفنانا منع ہے اور اسے چیلوں اور کتوں کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ معاذ اللہ۔ اور پھر خود کو مسلمان بھی سمجھتے ہو اور اہل سنت ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ کیا حسین علیہ السلام کا تذکرہ اس انداز سے کرنا سنت رسول ہے یاد رکھیئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حسین علیہ السلام کی آمد پر خطبہ چھوڑ کر منبر سے اتر آتے تھے حسین علیہ السلام کو کاندھے پر بٹھا کر ان کے ہاتھوں میں اپنی دو انگلیاں پکڑا کر ان کا گھوڑا بن جاتے تھے اور دعم الراکب عنہ و فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے تھے جس نے حسین علیہ السلام سے لڑائی کی اس نے ہم سے لڑائی کی تو تم حسین علیہ السلام سے لڑنے والے کو بیدانش جنتی کہہ رہے ہو تم خود کو اہل سنت کس طرح کہہ سکتے ہو جبکہ تمہارا مسلمان ہونا ہی مشکوک ہو چکا ہے۔ توبہ کے دروازے تو بند نہیں لیکن تمہارا توبہ کی طرف لوٹ آنا اب ممکن نہیں رہا کیونکہ دشمن آل رسول کو اللہ توبہ کی بھی توفیق نہیں دیتا۔

دلیل پر دلیل

بہر حال ہم تمہاری ان خرافات کا بار بار اعادہ کرنا بھی گناہ سمجھتے ہیں

اس لئے تمہارے استدلال کو توڑنے کے لئے صرف اشاروں اور کنایوں سے ہی کام لیں حقیقت یہ ہے کہ جو روایات تم لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے خلاف استعمال کی ہیں وہ سب کی سب تو یزید پلید کی ناجائز امارت پر شاہد عدل ہیں کیونکہ

امام عالی مقام شہزادۂ رسول صلی علیہ وآلہ وسلم سید امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت کرنا اس امر کی واضح ترین دلیل ہے کہ یزید کی حکومت عند الشرع قطعی طور پر غلط تھی۔

اور یہ اس طرح کے اگر امارت یزید پلید درست ہو تو اس کی بیعت

امام حسین علیہ السلام کے لئے ضروری تھی ورنہ آپ کی موت جاہلیت اور جہنمیوں کی موت ہوتی۔

مگر امام حسین علیہ السلام کی موت نہ جاہلیت کی موت ہے اور نہ جہنمیوں کی موت ہے نہ باغیوں کی موت اور نہ مجرموں کی موت بلکہ آپ کی موت شہادت کی موت ہے شرفیوں اور مجاہدوں کی موت ہے ایسا غداروں اور جنتیوں کی موت ہے نہ صرف جنتیوں کی موت بلکہ جنت کے سرداروں کی موت ہے اس لئے کہ حسین علیہ السلام کو تو تاجدار مدینہ اور صاحب شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ہی جنت کے جوانوں کی سرداری کا تاج پہنا رکھا ہے۔

کیا اس سے بڑھ کر بھی رسوائی کی کوئی اور صورت ہو سکتی ہے کہ جس

بہ گزیدہ و برگزیدہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے جوانوں کا سردار

کہے اس کی موت کا مداوا اللہ جہالت کی موت کہا جائے اور جس کی شہادت کا

تصور کرے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنسوؤں کی برسات کر

دی ہو اسے باغی اور خاطی قرار دے دیا جائے۔

یہ حدیث

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال

الحسن والحسین سید الشباب اھل الجنۃ

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۷﴾

﴿ابن ماجہ ص ۱۱﴾

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۳۵﴾

﴿مسند احمد جلد سوم ص ۶۴، ۸۲ جلد پنجم ص ۳۹۱﴾

﴿مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۶۲۵﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۹۶﴾

﴿الاصابہ جلد اول ص ۳۲۹﴾

﴿استیعاب جلد اول ص ۳۷۵﴾

﴿مراۃ شرح مشکوۃ جلد ہشتم ص ۴۷۵﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واضح ترین فرمان اقدس

کے بعد کہ حضرات حسن و حسین علیہما السلام جنت کے جوانوں کے

سردار ہیں کسی سر پھرے کا ان پر بغاوت وغیرہ کا الزام لگانا محض جہالت اور حقائق سے گریز ہے جنت کی سرداری اس شخص کو کیسے مل سکتی ہے جو دین اللہ بھی نہ سیکھے اور دنیاوی جاہ و جلال کا متوالا بھی ہو دنیاوی حکومت کا بھوکا بھی ہو اور سرکش و باغی بھی ہو لیٹر اور ڈاکو بھی ہو دوسروں کا حق بھی چھینتا پھرتا ہو اور جس میں فتنے بھی پیدا کرتا پھرتے اور بزرگوں کا کہا بھی نہ مانتے۔

اب یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا امام حسین علیہ السلام کے متعلق تمام روایات تصورات غلط اور باطل ہیں اور یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ معاذ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر جنت اور جنت کے جوانوں کی سرداری کا کوئی معیار نہیں تھا اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلط آدمی کے لئے یہ اعزاز عظیم مقرر کر دیا ہے معاذ اللہ کیونکہ جنت کے نوجوانوں کی سرداری کا خلعت کوئی معمولی اعزاز تو نہیں جو ہر شخص کو عطا ہو جاتا یہ تو اسے ہی مل سکتا تھا جو اس کا اہل ہو اپنے غلاموں سے ہر خوبی میں بہتر و برتر ہو اس کا تقویٰ و طہارت اور اس کی عبادت و ریاضت ان سب سے بڑھ کر ہو جن کا وہ سردار ہے یہی نہیں بلکہ یہ اعزاز تو صرف اسی ہستی کو مل سکتا ہے جس نے دوسرے سب لوگوں سے بڑھ کر آخرت کو دنیا پر ترجیح دے رکھی ہو۔

اور اس کا کردار مکمل طور پر بے داغ اور ہر دنیاوی آلائش سے پاک

ہو۔

اگر سرکار دو عالم کا یہ فرمان درست ہے تو پھر یہ عقیدہ رکھنا پڑے گا

کہ جناب امام حسین علیہ السلام کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، ہر کلام

اور ہر بات رضائے الٰہی کے تابع اور منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے۔

تعصب کی عینک

ہم اس امر کا متعدد بار اظہار کر چکے ہیں کہ معاندین سیدہ رسول بصارت و بصیرت سے قطعی طور پر محروم ہو چکے ہیں اور انہیں کچھ نہ کچھ نظر آتا بھی ہے تو وہ تعصب اور بد دیانتی کی عینک کا صدقہ ہے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مشروط فرمان مغفرت کے پیش نظر یزید کو یزید، کتی بختی، صحابیہ کا امام، صحابیہ کا امیر، امیر المجاہدین اعظم فاروق ثانی امیر المومنین امام المجاہدین یگانۂ روزگار اور رشد و ہدایت کا آفتاب محدث و مفکر اور عابد و زاہد بنا کر پیش کیا جاتا اور جس کے متعلق حضور آقائے نامدار تاجدار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوان جنت کی سرداری کی بشارت دی ہو اسے سراپا جرم و خطا اور سزاوار جہنم تک کہہ دیا ہو بس یہ سارا کمال تعصب کی جنوں خیزی کا عطا کردہ ہے۔

ورنہ شہزادۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں تو اس قدر صراحت کے ساتھ صحیح تر روایات کا ذخیرہ موجود ہے کہ جس کے اظہار کے لئے سینکڑوں صفحات بھی کم ہیں بہر حال ہم ان میں سے چند روایات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں تاکہ حق و باطل کا واضح امتیاز ہو جائے یزیدیوں نے اس

مقدس ذات پر حرف گیری کی ہے جس کے متعلق دل میں ذرہ برابر بھی برا گمان آ جائے تو ایمان کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

مقام حسین نگاہ رسولؐ میں

فاضل محترم دو روایات ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا آسمانِ تطہیر میں شامل ہونا اور نوجوانانِ جنت کا سردار ہونا صحیح احادیث کی صورت میں ثابت ہے اب آپ اس سلسلہ میں مزید روایات ملاحظہ فرمائیں۔

ہم تم سے تم ہم سے

حضرت یعلی ابن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے جو حسین علیہ السلام سے محبت کرے حسین علیہ السلام اسباط میں سے ایک سبط ہیں عربی متن ہے۔

عن یعلی بن مرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین علیہ السلام منی وانا من الحسین احب اللہ من احب حسینا حسین علیہ السلام سبط من الاسباط

(نور الابصار صفحہ ۱۱۹)

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۶)

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۳۹۲﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۹۵﴾

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۰۶﴾

کیا دنیا کا کوئی معمار یہ ثابت کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جسم کا کوئی عظیم اعزاز یزید بدبخت کے لئے بھی مقرر فرمایا ہو۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے کو یہ بھی فرماتے ہیں حسین علیہ السلام ہم سے ہیں اور یہ اعزاز بھی دیتے ہیں کہ ہم حسین علیہ السلام سے ہیں یہی نہیں بلکہ محبان حسین علیہ السلام کو بشارت دیتے ہیں کہ جو میرے حسین علیہ السلام سے محبت کرے خدا تعالیٰ اس سے محبت کرے اور یہی نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں حسین علیہ السلام اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔

شارحین حدیث نے سبط کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سبط وہ درخت ہے جس کی جڑ ایک اور شاخیں لاتعداد ہوں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو اس لئے اسباط کہا گیا ہے کہ ان سے آپ کی بہت زیادہ نسل مبارک چلی اور اس کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا

وقطعناھم اثنا عشر اسباطاً"

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے مختلف گروہوں کا متعدد بار ذکر اسباط ہی کے نام سے کیا ہے یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نواسے کو سبط کہہ کر پکارا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک کو

کثرت کے ساتھ امام حسین علی سے چلتا تھا۔ محمل الحق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

اسباط جماعت وفرزندان یعقوب علیہ السلام واسباط از بنی اسرائیل چنانچہ قبائل از عرب وسبط بالتحریک وبا صل درختے کہ اوراشاخہائے بسیار باشد وشیخ وے گفتے وتسمیہ حسین علیہ السلام بہ سبط اشارہ اں است باآنکہ منصب بزرگ واز نسل وے خلق کثیر۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۹۵)

بہر حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی ذات سے منسوب کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حسین علیہ السلام کی شان میں کسی قسم کی بد گوئی براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کے مترادف ہے۔

والعانہ محبت

حضرت برید ورضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں جناب حسن اور جناب حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے انہوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں زیب تن فرما رکھی تھیں۔ اور وہ چلتے چلتے گر پڑتے تھے (ان کو گرتے دیکھا تو امام الانبیاء سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ

چھوڑ دیا اور منبر سے نیچے اتر آئے اور ان دونوں کو گود میں اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا کر ارشاد فرمایا۔ اللہ جل مجدہ وتعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد اور تمہارے مال آزمائش ہیں ہم نے ان دونوں بچوں کو گرتے دیکھا تو ہم صبر نہ کر سکے حتیٰ کہ ہم نے اپنی بات قطع کرتے ہوئے ان کو اٹھا لیا۔ متن یہ ہے۔

عن بريدة قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخطبنا اذ جاء الحسن و الحسين عليهما قميصان احمران يمشيان ويعثران فنزل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من المنبر فحملهما ووضعهما بين يديه ثم قال صدق الله انما اموالكم واولادكم فتنة نظرت الى هذين الصبيين يمشيان ويعثران فلم اصبر حتى قطعت حديثي ورفعتهما

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۱﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۶۲۳﴾

﴿البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۲۰۵﴾

﴿البرزاز "لمعات" اشعۃ اللمعات"

جلد چہارم ص ۱۹۵ نسائی مسند احمد﴾

یہ ہے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والہانہ محبت اپنے نواسوں

سے کہ ان کو گرستے دیکھا تو خطبہ چھوڑ دیا۔ جن مقدس ہستیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت و محبت کا یہ عالم ہو جنہیں حضور اپنی اولاد کہہ کر قرآن کی آیت سے استدلال قائم کریں ان کے مقابلہ میں یزید پلید کی قصیدہ خوانی کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔

آنسو رسولؐ کے

سیدہ ام الفضل بنت حارث زوجہ عباس رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آج رات ایک بھیانک خواب دیکھا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہے؟

عرض کی حضور بہت ہی خطرناک ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے عرض تو کرو تو انہوں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا جیسے آپ کے جسم انور کا ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر لڑکا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں رہے گا۔

چنانچہ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر صاحبزادہ پیدا ہوا اور رسول اللہ کے فرمان کے مطابق میری گود میں رہتا اور پھر میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بچے کو آپ کی

گو میں رویا اور ذرا سا خیال بہت جانے کے بعد جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کیوں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے آ کر خبر دی ہے کہ میرے بیٹے کو میری امت شہید کرے گی ہم نے پوچھا کہ اس کو؟ تو اس نے کہا۔ تو پھر جبریل نے وہاں کی سرخ مٹی بھی ہمیں لا کر دی۔ متن یہ ہے۔

عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقالت یا رسول الله انی رایت حلما منکرا اللیلة قال وما هو؟ قالت انه شدید قال وما هو قالت رایت کان قطعة من جسدک قطعت ووضعت فی حجری فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم رویت خیرا تلد فاطمة ان شاء الله غلاما یکون فی حجرک فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری کما قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فدخلت یوما علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فوضعته فی حجری ثم کانت منی التفاتة فاذا عینا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تهریقان الدموع قالت فقلت یا نبی الله یابی

انت وامی مالکہ؟

قال اتانی جبریل علیہ السلام فاخبرنی ان

امتی سیقتل ابنی ھذا فقلت ھذا؟

قال نعم واتانی بتربتہ حمراء

﴿المستدرک جلد سوم ص ۱۷۶﴾

﴿مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۶۱۴﴾

﴿مرآۃ جلد ہشتم ص ۴۹۱﴾

﴿ماثبۃ بالسنۃ ص ۱۳۱﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۰۰﴾

﴿مسند احمد جلد اول ص ۸۵﴾

﴿جلد سوم ص ۶۴۲، ص ۲۶۵، جلد ششم، ص ۲۹۲﴾

ان آنسوؤں کی قیمت

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جس شہزادے کو خیر کی شہادت مبارک ہو اس کا تصور کرتے ہوئے بھی تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک سے آنسوؤں کے سوتے پھوٹ نکلیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ جس کی شہادت کی خبر دینے کے لئے جبریل کو مامور فرمائیں اسے عام لوگوں میں شمار کرنے کا کیا جواز ہے اور اس شہادت عظمیٰ کو ایک اتفاقی حادثہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے جس کا ازل سے ہی اس قدر اہتمام اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہو۔

ہمیں تو ان لوگوں کی عقلوں پر افسوس ہو رہا ہے جو یہ باور کرانے

کے در پے ہیں کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو فلاں جلیل القدر صحابی
نے کوفہ جانے سے روکا اور آپ کے فلاں رشتہ دار نے اس فتنہ انگیزی سے
منع کیا اور آپ کو فلاں نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر سمجھانے کی کوشش کی مگر آپ اپنی
ضد پر اڑے رہے آپ کوفہ والوں کے خطوط فخریہ طور پر لوگوں کو فرماتے اور
ہر قیمت پر یزید کجیلا کا ذرائی کے منصوبہ کو محض حب جاہ کے لئے پورا کرنے
پر تلے ہوئے تھے اور آپ نے معاذ اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امت کو فتنوں
میں مبتلا کرنے کے لئے فتنوں کا دروازہ کھول دیا۔

اس قسم کے تاثرات پھیلانے والے لوگوں کو محققین کی صف میں شمار
کرنا انصاف و دیانت کی گردن پر چھری پھیرنا نہیں تو اور کیا ہے ہم پوچھتے
ہیں کہ مخبر صادق اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کے آنسوؤں کی یہی
قدر و قیمت ہے کہ ان کے ماتھی ہونے کا لیبل بھی چہروں پہ چپکایا جائے اور
انکی دی ہوئی خبروں کا بھی مسخرا اڑایا جائے۔

جس شہادت کی خبر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذریعہ جبریل امام الانبیاء
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے ظہور سے پچاس برس پہلے بھیج رکھی تھی اسے
کسی بھی بڑے سے بڑے صحابی کے مشورے سے کس طرح ملتوی کیا جا سکتا
تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام یہ جانتے ہوئے بھی کہ مشیت الٰہیہ کا پروگرام کیا
ہے اپنے سفر سے رک جانا کس طرح گوارا کر سکتے تھے؟

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

دہم ایک فتنہ انگیز، باغی کثیر اور مفسد کی انساب کی شہادت کے تصور سے شرما

خنجر رو دے تھے اور حیرت سے جبریل پر سوال کرتے تھے کہ میرے اس بیٹے

کی شہادت کی خبر دے رہے ہو جو میری گود میں ہے۔

حقیقت یہ کہ جس رسول مقدس کا ہر سانس رضائے الٰہی کے تابع ہو

وہ کسی باغی اور لٹیرے کی موت پر غم کے آنسو ہرگز نہیں بہا سکتا تھا اور وہ بھی

اس صورت میں کہ اس واقعہ کے ظہور میں آنے سے نصف صدی پہلے۔

اور پھر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرزمین کربلا کی سرخ مٹی پیش

کرنا اور دیگر روایات کے مطابق اس کو سونگھ کر آپ کا فرمانا کہ اس سے

غریب و بلا کی بو آتی ہے انجانے غم نہیں تو اور کیا ہے جس کی موت کے تصور

سے امام الانبیاء کی آنکھیں چھلک پڑیں اور غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اسے

مجرم اور باغی کے نام سے یاد کرنے والوں کو شرم آنی چاہیے اس لئے کہ شہزادۂ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت میں فوائد تلاش کرنا تاجدار مدینہ

کے آنسوؤں کی توہین ہے جن کے ایک قطرہ کی قیمت دونوں جہانوں کی دولت

بھی کم ہے اور خاص طور پر یاد رکھنے کی یہ بات ہے کہ یہ روایت صحیح کتب اخبار

و سیر میں آئی ہے اور محدثین نے اس کی صحت پر ہر دور میں مہر تصدیق ثبت

کی ہے اور یہ ہرگز ایسی روایت نہیں جسے شیعوں کی من گھڑت قرار دیا جائے

اور نہ ہی اسے ابو مخنف اور طبری کا مبالغہ کہہ کر کذب و افترا کا پلندہ قرار دیا جا

سکتا ہے۔

یہ محبت یہ پیار

(۱) ابو الحسن بن ضحاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لعاب اس طرح چوس رہے تھے جیسے کوئی کھجور چوستا ہے۔

رمی ابو الحسن بن الضحاک عن ابی هريرة قال رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يمتص لعاب الحسين كما يمتص الرجل التمرة

(نور الابصار ص ۱۲۹)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون پیارا ہے تو آپ نے فرمایا حسن اور حسین اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ اور پھر ان کو سونگھتے اور اپنے ساتھ لپٹا لیتے۔

عن انس قال سئل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اى اهل بيتك احب اليك قال الحسن والحسين و كان يقول لفاطمة ادعيلى ابنى فيشمهما ويضمهما اليه

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۷﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲۹۳﴾

﴿اثبات الہدات جلد چہارم ص ۱۹۵﴾

﴿مرآۃ جلد ہشتم ص ۲۷۸﴾

﴿صواعق محرقہ ص ۱۹۲﴾

عن ابی هريرة ان النبی صلی الله علیه وآله
وسلم جلس فی المسجد فقال این لکع فجاء
الحسین یمشی حتی سقط فی حجر اسامة
فی لحیة رسول الله صلی الله علیه وآله
وسلم فمه ای الحسین فادخل فاه فی فیه ثم
قال اللهم انی احبه فاحبه واحب من یحبه۔

﴿نور الابصار ص ۱۳۹﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما
تھے اور آپ نے فرمایا بچہ کہاں ہے پس جناب حسین
علیہ السلام چلتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے
اور اپنی انگلیاں نانا جان کی ریش مبارک میں پھیرنے
لگے اور پھر حسین علیہ السلام نے اپنا منہ کھولا تو حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنی زبان

میں اپنی زبان بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

اسی طرح ابو ہریرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں میں پکڑ کر پہلے ان کے پاؤں رکھے اور پھر اپنے سینے پر رکھ کر بوسہ دیا اور دعا فرمائی کہ یا اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

عربی متن یہ ہے:

صلیہ وآلہ وسلم وھو آخذ بکفی حسین وقد ساء علی قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یقول ترق عین بقۃ قال فرقی الغلام حتی قضع قدمیہ علی صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتح فاک ثم قبلہ ثم قال اللھم احبہ فانی احبہ

(الاستیعاب جلد اول ص ۳۸۴)

کیوں سنو گھٹنے تھے

چار عرب و عجم امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے نواسوں

سے یہ والہانہ پیار ہم سے کس بات کا تقاضا کرتا ہے یہ نام نہاد محققین کو

سوچنا چاہیے۔

جن سے تمہارا انبیاء کی محبت کا یہ عالم ہو کہ ان کو دیکھے بغیر آپ

بے قرار ہو جائیں اور یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے بیٹوں کو لاؤ اور ان کو سوکھے

کو سینے سے چمٹا لیں ان سے بغض رکھنا محبت رسول کی توہین و تنقیص نہیں تو

اور کیا ہے حضور تو فرماتے ہیں کہ مومن ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ ہم کو

ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھے اور تو وہی ہو سکتا ہے جا

کی ہر ادا کو محبوب رکھا جائے چہ جائے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تنقید کی جائے اور محبت محبوب میں نقائص

تلاش کئے جائیں۔

جس کے لعاب دہن کو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبریا چاہتے

ہیں اس کے ضمیر کی پاکیزگی اور قلبی طہارت کا انکار کس طرح کیا جا سکتا

ہے کیا حضور امام الانبیاء اپنے شہزادوں کو بچے سمجھ کر سونگھتے تھے نہیں بلکہ آپ تو

اپنے نواسوں سے اجساد اطہر میں بسی ہوئی جنت کی خوشبوؤں کو سونگھتے تھے

عام بچوں کو سونگھنے کا کیا جواز ہے سونگھا تو اسے جاتا ہے جس میں خوشبو ہو۔

محبت ہی محبت

یہی وجہ ہے کہ حسین علیہ السلام تا حیات انبیاء کے پاس آتے تو والہانہ

اپنی گود کھول دیتے اور حسین علیہ السلام نانا کی آغوش میں بیٹھ کر آپ کی ریش مبارک سے کھیلنا شروع کر دیتے نواسہ کی معصومانہ ادا ہوں پر نانا کو اس قدر پیار آتا کہ آپ ان کے منہ میں اپنی زبان ڈال دیتے اور پھر دعا فرماتے یا اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

میزان قائم کر دیا

اور پیغمبر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک میزان قائم فرما دیا تا کہ حسین علیہ السلام کو جنہیں سے محبت کرنا اور دراصل ہم سے محبت کرنا ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنا حقیقت میں ہم سے دشمنی رکھنا ہے اور ان کی محبت ہماری محبت اور ان کی دشمنی ہماری دشمنی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی حسن و حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔

عن ابو هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من احب الحسن والحسين فقد احبني ومن ابغضهما فقد ابغضني

(ابن ماجہ ص ۱۱)

﴿مسند احمد جلد دوم ص ۳۲۱، ۵۳۱﴾

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۱﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۶۵﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۹۲﴾

﴿مراٰۃ جلد ہشتم ص ۴۷۶﴾

اور پھر اس مسئلہ کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی ہماری بیٹی فاطمہ الزہراء اور ان کے شوہر حیدر کرار اور ان کے بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اجمعین سے صلح رکھے گا اس کی ہمارے ساتھ صلح ہے اور جو انکے ساتھ لڑائی کرے گا اس کی ہمارے ساتھ لڑائی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیٰ علی والحسن والحسین وفاطمہ فقال انا حرب لمن حاربتم سلم لمن سالمتم

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۳۵، ص ۲۰۵﴾

﴿صواعق المحرقہ ص ۱۸۷﴾

﴿اشعۃ اللمعات ج چہارم ص ۶۹۱﴾

﴿ترمذی شریف ج دوم ص ۲۲۹﴾

مرآۃ جلد ششم ص ۳۷۹

مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۶۲۲

جہنم کا راستہ

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فیصلہ فرما رکھا ہے کہ بغض حسین علیہ السلام جہنم میں داخلے کی دلیل ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن و حسین میرے بیٹے ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے ہم سے محبت کی جس نے ہم سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

اور جس نے حسن و حسین سے بغض رکھا اس نے ہم سے بغض رکھا جس نے ہم سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا وہ جہنم میں داخل ہوا۔

ان سلیمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحسن والحسین ابنائی من احبھما احبنی ومن احبنی احبہ اللہ ومن احبہ اللہ ادخل الجنۃ ومن ابغضھما ابغضنی ومن ابغضنی ابغضہ ومن ابغضہ ادخلہ النار۔

المستدرک للحاکم جلد سوم ص ۱۹۶

کتب احادیث میں اس قسم کی روایات مزید کئی طریقوں سے بھی ہو
جود ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے محبوب حضور رحمۃ اللعالمین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدر کرار جناب فاطمۃ الزہرا جناب حسن
اور جناب حسین علیہم السلام کی محبت کو اپنی ذاتی محبت کے نام سے موسوم
کیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں بار بار دعا فرمائی ہے کہ یا اللہ میں
حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور تو ان سے بھی
محبت کر جو ان سے محبت کرے۔

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کی عظمت کے لئے یہ معمولی بات
فضیلت ہے کہ امام الانبیاء ان کے لئے خدا تعالیٰ سے بھی محبت طلب کرتے
ہیں اور مخلوق خدا کے لئے بھی یہ معیار قائم کرتے ہیں۔ کہ میرے نواسے سے
محبت کرو گے تو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔

کیونکہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں یقیناً شرف
قبولیت کو پہنچ چکی ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے محبوب سے محبت فرماتا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں قطعی وضاحت ہو جاتی ہے کہ امام حسین
سے محبت کرنا عین منشائے خدا اور رسول ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا
عین خدا اور رسول کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا ہے ان سے صلح خدا اور رسول
سے صلح اور ان سے جنگ کرنا اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے مترادف

اب دشمنان حسین علیہ السلام اور حامیان نوح علیہ السلام کو فیصلہ کرلینا

چاہیے کہ حسین علیہ السلام کس شمار و قطار میں ہے کہ نہیں۔

تم کہتے ہو حسین علیہ السلام راہ حق سے بھٹک کر یزید کے مقابلہ میں

آ گئے تھے مگر رسول برحق ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی دشمنی کو اپنی دشمنی

سے موسوم کرتے ہیں۔

تم کہتے ہو یزید کو اپنی حکومت کے تحفظ کے لئے ایسا اقدام ضروری

تھا کہ حکومت کے باغیوں اور سرکشوں کے سر قلم کر دیے جائیں۔

مگر حضور سرور دو عالم فرماتے ہیں جس نے حسین کے ساتھ صلح رکھی

اس کی ہمارے ساتھ صلح ہے اور جس نے حسین کے ساتھ جنگ کی اس نے ہم

سے ساتھ جنگ کی تو اس صورت میں حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے اور

کرنے والوں کی وکالت کرنا جہنم کا راستہ نہیں تو اور کیا ہے؟

کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے سب سے ضروری امر یہ

ہے کہ وہ اپنی پسند چھوڑ کر رسول کی پسند کو ترجیح دے اور اپنی رضا کو خدا اور رسول

کی رضا کے تابع کر دے یہ کہاں کی مسلمانی ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس

کا محبوب پسند کرتا ہو اور اس سے محبت کرتا ہو اس سے خود بھی اظہار نفرت کیا جائے

اور دوسروں کو بھی وہاں نفرت دیا جائے۔

امام حسین محبوب خدا کے محبوب ہیں ان سے مبالغے کے ساتھ بھی

حجت جائز ہے۔ پھر جائے گا ان پر الزام تراشیوں اور بہتانوں کا اہم خدمت

اسلام اور تحقیق رکھ دیا جائے اسلام کے نام پر تحقیق کرنے کا ہر گز یہ مطلب

نہیں کہ اسلام کے مسلمہ اصول و ضوابط کو پامال کرتے ہوئے بنیاد تحقیق بھی

جائے۔ اور پھر تحقیق بھی تو ہو وہ ان میں تو بے ایمانی اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ

بھی نہیں تحقیق کیا ہے؟

عبارات کو قطع برید کرنے اور سو فیصدی کذب سرائی کا نام تحقیق

کب ہو سکتا ہے یہ تو بس تو شہ جہنم اور جھوٹی شہرت کے حصول کا ایک ذریعہ

ہے۔

تم نے شبیر علیہ السلام پر طعن و تضحیک کے تیر برسا کر شبیر کے نانا کو بھی

صریح طور پر اذیت دی ہے۔ حضور سرور عالم کا ارشاد ہے کہ جس نے ہمارے

ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے ہمیں ایذا دی۔ اور حسین علیہ السلام تو جگر

کے گوشت کے ٹکڑا کو ٹکڑا ہیں حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے

ان کو ایذا دینے والو تم نے در حقیقت اللہ کے رسول کو ایذا دی ہے جب کہ

اللہ و رسول کو ایذا دینے والوں پر قرآن نے لعنت فرمائی ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الد

نیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا

(پ ۲۲ ع ۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے

ہیں ان پر اللہ لعنت کرتا ہے۔ دنیا و آخرت میں ان
کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے

دو پھول محمد عربی کے

جملہ انبیاء علیہم تحیۃ والثناء اپنے شہزادوں جناب سیدنا حسن علیہ السلام اور جناب سیدنا حسین علیہ السلام کو فرماتے تھے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں چنانچہ یہ روایت متفق علیہ صحیح اور توراۃ سے ثابت ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان الحسنین
ھما ریحانای من الدنیا بعض روایات میں ہے
ریحانتای من الدنیا۔

﴿ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۰﴾

﴿بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰﴾

﴿مسند احمد حنبل ج ۲ ص ۵۵۷﴾

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۰۵﴾

﴿مشکوٰۃ ص ۶۴۱﴾

﴿نور الابصار ص ۱۴۰﴾

مندرجہ بالا روایت سینکڑوں کتب احادیث و سیر میں موجود ہے چونکہ بخاری ان لوگوں کے لئے مسلمہ کتاب ہے اس لئے زیادہ حوالہ جات

ہو رہی ہیں کہ کسے دیکھنا تو یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس
مقدس ہستی کو اپنا پھول کہتے ان کو پامال کرنے والوں اور ان کے دکھ دینے والوں
کا حشر کیا ہوگا؟

جن کے دامن یزید بیت کے کانٹے سجے ہوئے ہیں وہ قیامت کے
دن رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جا کر طالب
شفاعت ہوں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل رضا کی دلآویزیوں اور رضا
جوئیوں کے سائے پھیلانے والے ہرگز ان کے حق دار نہیں کہ انہیں
مسلمان سمجھا جائے ان کو مسلمان خیال کرنا بھی توہین اسلام ہے۔

یہ تصور ذہنی و قلبی نہیں کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو
اذیت دینا رسول اللہ کو اذیت دینے کے مترادف ہے بلکہ یہ ایک واقعی امر
و حقیقت ہے کیونکہ حضور سرور کائنات کو آپ سے جس قسم کی والہانہ محبت
ہے اس کا اقتضا یہ ہے کہ آپ کو خدا کی خوشی سے خوشی اور غم سے غم حاصل
ہو اور اس کے متعلق بیشتر شواہد کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں

چنانچہ حضرت زید بن ابی زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک
دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
حجرہ مبارک سے نکلے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک سے گزر
رہے تھے تو آپ نے امام حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی تو آپ

نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجھے اس کے رونے سے تکلیف ہوتی ہے۔

عن زید بن ابہ زیادۃ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من بیت عائشۃ فمر علی بیت فاطمۃ فسمع حسینا یبکی فقال الم تعلمی ان بکاؤہ یوذینی

(نور البصار ص ۱۴۹)

بہر حال یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی بھی محبت ہو ہم حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں اور محبت رسول سے محبت کرنا عین ایمان اور محبت رسول سے بغض صریح منافقت ہے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے میری عترت کو ستایا اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوگا۔

متن یہ ہے۔

اشتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی

ذوق جبریل

امام عالی مقام علیہ السلام بچپن میں اپنے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے تو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسین کو بلانا چاہا تو امام حسن کو بلانے کے بعد فرمایا حسن پھر تو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف دوڑی یا رسول آپ چھوٹے بچے سے کیا امید رکھتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا میں حسین علیہ السلام کو جبریل کہتے ہیں کہ

حسین علیہ السلام کو پکڑ لو چنانچہ کتب احادیث میں یہ روائے اس طرح مرقوم

اصرح الحسن والحسین ابنی یدی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایھا حسن فقالت
فاطمۃ یا رسول اللہ تستنھض الکبیر علی
الصغیر فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا
جبریل یقول لھا ھذا الحسن

اے بخش روایت میں یہ لفظ ھی حسن بھی آیا ہے

(الاصابہ تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی
جلد اول ص ۳۳۱)
(شواھد النبوۃ ص ۲۰۴)
(نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۲۲۲)
(نور الابصار ص ۱۳۹)
(خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۲۶۵)
(اشرف الموبد ص ۴۳)

یہ اعزاز عظیم

قرۃ العین بتول اور سیدتین رسول جناب حسینہ کریمہ کی بچپن ہی
اس خصوصی سے پیش منظر اور پیش منظر کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو دو باتیں

شہزادوں کی شان و عظمت کا جو اس واقعہ سے ظہور ہوتا ہے اس کا رتبہ کا یہ ساتھ ہی ہے کہ خداوند قدوس جل و علی کو ان کی مقدس حیات طیبہ سے ایک خاص لگاؤ اور گہرا شغف تھا۔ ورنہ کیا وجہ تھی کہ اس عالم انسانیت میں کروڑوں بچوں نے تحصیل ہوئی مگر ایسا شاید ہی کوئی ہو گزرا ہو اور توجہ سے لیے کا مورد بنا ہو جس کے تحصیل کو دیں دلچسپی لینے کے لئے جبریل علیہ السلام کو بھیجا گیا ہو اور یک بجائی کو شہنشاہ کون و مکان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گشتی لڑاتے ہوں اور دوسرے کو رسول الملائکہ اور مقام سدرہ کے مکین حضرت جبریل امین علیہ السلام زور خدائی کے جوہر دکھانے پر ابھارتے ہوں۔

بہر حال سیدنا امام حسین علیہ السلام کی تربیت کا ہر دور منشائے ایزدی کے عین مطابق اور آپ کا فعل عین رضائے الٰہی کے باعث اور آپ کا ہر قول حدیث مصطفیٰ علیہ السلام کا عکس تھا ہے امام حسین علیہ السلام کے اقوال و افعال پر تنقید و جرح بر اور است ارادۂ خداوندی کی تکذیب اور فوق مصطفیٰ و مرتضیٰ کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔

قطعی طور پر صحت مندرجہ روایات کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے شرف و فضیلت پر اس قدر مواد موجود ہے کہ اس کو طشت تحریر لانے کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے اس لئے فی الحال ان چند روایات کو درج کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے ایک مسلمہ اصول کے مطابق چند ایسی روایات ہدیہ قارئین کرتے ہیں جن کی روشنی میں معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں

کے لئے ہی وفات حسین علیہ السلام کرنا ضروری ہے یا ان کے مقدس افعال و

اقوال پر غیر مسلموں کی طرح جرح کرنا لایعنی ہے۔

تعین اہل بیت

ہم اس بحث میں نہیں الجھیں گے سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام

کے اہل بیت میں کون کون لوگ شامل ہیں اس لئے کہ یہ فیصلہ شدہ امر ہے

کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں سے ہیں اور یہ بھی واضح ہے

کہ آپ نے اولاد عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے اہل بیت کے لقب

سے ملقب فرمایا۔ اور یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ آپ نے حضرت اسامہ اور

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو بھی اہل بیت میں شامل فرمانے کا ارشاد

فرمایا۔

محدثین کرام اہل بیت میں شامل ہونے والی تمام مختلف رائے

کے متعلق تفصیلی وضاحت کر چکے ہیں کہ علماء اور تطبیق ان اقوال و توجیہات

اطلاقات گفتہ اند کہ بیت سراست بیت نسب و بیت سکنی و بیت ولادت

ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل سکنی اند و اطلاق اہل بیت

بر زنان مردا خص و اعرف است بحسب عرفی و عادی و اولاد شریف

آنحضرت اہلیت و ولادت اند و بیت نسب پس جمیع ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل

بیت پیغمبر است از جہت نسب و اولاد۔ (الحجج اللمعات ج ۴ ص ۹۸۱)

اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہے کہ فعلی اہل بیت صرف آپ

کی اولاد پاک ہونے ہی کی نہیں بلکہ یہ ایک اصولی بات ہے جس سے انکار کی کوئی

وجہ نہیں۔

اہل بیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں متحدل صا

حبزادیاں جناب سیدہ رقیہ جناب سیدہ زینب جناب سیدہ ام کلثوم جناب فا

طمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہن اور ہمیوں صاحبزادے جناب سیدنا طیب جناب

سیدنا طاہر جناب سیدنا ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اور ان کی تمام اولاد پاک

شامل ہے اور ان میں حق جناب فاطمۃ الزہرا تمام اولاد جناب امام حسن و

حسین مع جملہ جناب زینب ام کلثوم اور رقیہ اور ان کی اولاد بھی بلاشبہ اسی

زمرۂ متحدس میں شامل ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام

یہ بھی اہل بیت ہیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عام طور پر فعلی اہل بیت میں جناب

سیدہ فاطمۃ الزہرا ان کے شوہر اور ان کی اولاد ہی کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے

۔ چونکہ ان افراد اربعہ سے مسلمانوں کے ایک طبقہ کو گہری عقیدت ہے اس

لئے ان چاروں کی فضیلت میں جو روایات کتب احادیث میں شامل ہیں وہ

خوارج و نواصب کے نزدیک نہ صرف یہ کہ محل نظر ہیں بلکہ یہ عقیدت مند طبقہ

کا بھی ایسا ہی ہے۔

چاچیے ابن تیمیہ اور اس کے ہمنواؤں نے ایک نیا فارمولا تیار کر رکھا ہے

کہ خود ہی کوئی بالا و جوہات کی بنا پر اشتعلال قائم کرو اور خود ہی ان تمام روا

یات کو وضعی اور من گھڑت قرار دے دو۔

حالانکہ ان کا یہ گھڑو فارمولا صحت علمی کی پوری بصارت کے اخلاف

و دیانت کے خلاف قرار دیا ہے کیونکہ یہ محض تصور اتی مفروضہ ہے جس کا

حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں اور خوار رہے گے اس مفروضہ کے پرخچے جو

قابل تردید حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ ام المومنین حضرت صرف دو اولاد نرینہ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ نسل چلا ایک کا اسم گرامی جناب سیدہ

خدیجہ الکبریٰ سے اور دوسرے کا جناب سیدہ ماریہ قبطیہ سے مگر افسوس کہ ام المومنین

سے صرف ایک صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متولد ہوئے اور

اٹھارہ یا سولہ مہینے کی عمر مبارک میں ہی وصال فرما گئے۔

اپنے اس صاحبزادہ مکرم کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان

کو ہاتھوں پر اٹھا کر آنسو بہاتے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ صاحبزادہ زندہ

رہتا تو ہم اس کی والدہ کے تمام خاندان والوں کو جنہ یہ معاف فرما دیتے

اور پھر فرمایا کہ میرے اس بیٹے کو دودھ پلانے کی مدت پوری ہونے پر جنت البقیع میں

بلا لیا گیا ہے اب اس کے دودھ پلانے کی مدت پوری کر کے فرائض جنت کی حوریں

انجام دیں گی۔

کیوں اور کیسے

قارئین اس واقعہ سے جان گئے ہوں گے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مقدس اولاد سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔

بہر حال اس مقدس شجرہ کے علاوہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بطن مبارک سے تھی اور اس اولاد پاک میں سے جناب قاسم و عبداللہ جن کا لقب مبارک طیب و طاہر رضی اللہ عنہما سے بچپن ہی میں راہی جنت الفردوس ہو گئے۔

اور پھر اسلام کے ابتدائی دور میں جناب سیدہ رقیہ جناب سیدہ ام کلثوم اور جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہن باترتیب رمضان المبارک سنہ ۲ھ شعبان سنہ ۹ھ اور خاتون جنت سنہ ۸ھ کو وصال فرما کر ساکن جنت الفردوس ہو گئیں جناب سیدہ امامہ بنت زینب سلام اللہ علیہا آپ کے وصال کے بعد حیات تھیں اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عقد مبارک میں آئیں ان کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں مگر جلد ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں بلاشبہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امامہ رضی اللہ عنہا سے بے حد شفقت فرماتے تھے اور ان کو آپ نے جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا وہ ہار جو انہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جہیز میں دیا

تھی۔ آپ نے ان کو بڑی شفقت اور بڑی محبت سے نوازا فرمایا۔

یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تمام تر اولاد سے والہانہ محبت تھی اور ہر فرد اہل بیت پر کمال شفقت فرماتے رہتے تھے بلکہ اپنی اولاد سے محبت کرنا حضور سرور دو عالم کی سنت مبارکہ ہے اور یہ جذبہ محبت اولاد ہی تھا جس کی وجہ سے تاجدار مدینہ امام الانبیاء حسنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا جناب حسنین کریمین اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہم اجمعین سے خصوصی محبت فرماتے تھے اگرچہ واقعات طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اولاد کے طور پر آپ کی اہل بیت میں شامل نہیں ہو سکتے تھے مگر اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ محبت اولاد کی تکمیل کا ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام انبیاء کی اولاد ان کی پشتوں سے چلی مگر میری اولاد پشت علی سے چلے گی۔

نسل قائم رہنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین خواہش بھی تھی اور کفار مکہ کے آپ کو نسل کٹے ہونے کے طعنوں کا جواب بھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے خصوصی اختیارات و تصرفات کے پیش نظر جناب علی مرتضیٰ کو بھی اپنے نسبی اہل بیت میں شامل فرما لیا اگرچہ اولاد و عیال والا طلب ہونے کی وجہ سے آپ پہلے بھی اہل بیت رسول کے ہی ایک فرد تھے مگر یہ اعزاز قطعی طور پر حضور سرور دو عالم کا خاصہ ہے جیسے دوسری قسم کے اہل

بیت عمل حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کو شامل فرمایا۔

تیری توصیف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی جو تصویر قرآن و حدیث کی

اصول میں ریجکٹ کی صورت میں نقاش ازل نے کھینچ رکھی ہے اس کا ابھی خاکہ

ہی تمام محسن کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور ابھی خار دیوار کے متعدد اختر ا

ضات کے جوابات بھی تکمیل ہیں مگر کتاب کی ضخامت پوری ہو گئی ابتدا

دیگر غلام مصطفیٰ سے روشنائی کے لئے آپ کی شہید ابن شہید حصہ سوم کا

انتظار کرنا پڑے گا انشاء اللہ العزیز پوری کوشش کی جائے گی کہ یہ صحیفہ نور جلد

ہی منصہ شہود پر جلوہ گر ہو جائے۔ خادم حسینی

صحیح بخاری
3 جلد
صحیح مسلم شریف
3 جلد
جمال السنہ
330
جامع الاحادیث

سنن دارمی

- جو احادیث نبویہ کا قدیم اور مستند ذخیرہ ہے
- جو صحابہ کرام کے فتاویٰ کا اہم ماخذ ہے
- جو تابعین و تبع تابعین کی آراء کا مرقع ہے
- جو امام دارمی کی تبحر علمی اور ریاضت کا ثمر ہے

امام دارمی

- جو امام مسند، محدث، زاہد و عابد اور فقیہ کے نام سے معروف ہیں
- جن کی وفات پر امام بخاری بہت روئے تھے
- جنہیں ابن حبان نے حفاظ حدیث میں سے ایک قرار دیا ہے
- جنہیں ذہبی نے رکن من ارکان الدین اور حجۃ من حجج اللہ کہا ہے

دارمی شریف مترجم

- جس کو مولانا ابو عاصم نعمان بن یوسف والا نے مرتب کیا ہے
- جس میں ہر حدیث کے ساتھ اس کے درجہ کی تحقیق بھی شامل ہے
- جو مولانا عبدالسلام کے علمی اور تحقیقی ذوق کا آئینہ دار ہے

شبیر برادرز
042-7246006